العشق نار یحرق ما سوی المحبوب

حقیقتِ عشق

(حصہ ۱)

تم نہ مانو یہ حقیقت ہے، عشق انساں کی ضرورت ہے

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَا سِوَاءَ الْمَحْبُوْبُ

حقیقتِ عشق

(حصہ اول)

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجے
اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

تالیف لطیف، تصنیف منیف

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی
(ایم اے اسلامیات)

ادارہ نجم الھدیٰ جامع مسجد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پٹھان والا۔ جھنگ روڈ۔ فیصل آباد
فون:- ۶۵۹۴۵۶

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب	----------	حقیقت عشق حصہ اول
نتیجہ فکر	----------	حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی ایم اے اسلامیات
فرمائش	----------	اراکین بزم عشاق و دیگر احباب
محرک	----------	عشق
سرورق تخیل	----------	محمد آصف انجم
ترتیب وتزئین	----------	حافظ محمد یوسف
پروف ریڈنگ	----------	احمد شہباز خاور
کمپوزنگ	----------	نوشاہی کمپوزنگ سنٹر فیصل آباد
صفحات	----------	۵۰۰
تعداد	----------	۱۰۰۰
ایڈیشن	----------	اول
ہدیہ	----------	۱۵۰
ناشر	----------	ادارہ نجم الھدیٰ جھنگ روڈ فیصل آباد

فہرست آخر میں ملاحظہ فرمائیں

ملنے کا پتہ

۱۔ جامع مسجد حامدی رضوی محلہ پنج پیر جھنگ روڈ فیصل آباد

۲۔ جامع مسجد الکوثر محلہ گئوشالہ میانوالی

۳۔ دار العلوم احسن المدارس راولپنڈی

اور ملک بھر کے ہر بڑے بک سٹال سے طلب فرما سکتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تذکرہ سوز محبت کا کیا تھا اک بار
تادم مرگ زباں سے میری چھالے نہ گئے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًا

اے پناہِ جہاں سلامُ علیک — تکیۂ بیکساں سلامُ علیک
منزلِ تو مقامِ اَوْ اَدْنیٰ — گردِ راہ کہکشاں سلامُ علیک
اے نسیمِ سحر زمورِ حقیر — باسُلیماں رساں سلامُ علیک
من فتادہ بخاکِ کوئے توام — خُذ یدی اے جواں سلامُ علیک
لُطف فرما کہ ما شکستہ تریم — لُطف شایانِ شاں سلامُ علیک
برہمہ آلِ پاک و اصحابش — فخر ہر دم بخواں سلامُ علیک

ارمغانِ عقیدت از حضرت صاحبزادہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی

سیال شریف

انتساب

"اپنے محبوب" ------------ کے نام!

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پر کیوں نہ ناز کرے
غم جہاں سے ہو جسے فراغ کی خواہش
وہ ان کے درد محبت سے ساز باز کرے

دیدہ ام من دیدہ ام
من خدا را آشکارا دیدہ ام
گر کسے پرسد چہ گونہ دیدہ ای
من بشکل تو خدا را دیدہ ام

ان کی مرضی قبول اس کو کرلیں یا کہ پیروں تلے اپنے کچل دیں
دل کا تحفہ بڑے پیار سے ہم ان کی محفل میں لائے ہوئے ہیں

نذر محبت

بہت ہی پیارے بیٹے

حافظ محمد اسماعیل خان

کے نام

اے خدا اس نازک سی جان کو سدا خوش رکھنا
یہ نازک سا پھول ہے اسے دکھوں سے دور رکھنا

جو

قال یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللّٰہ من الصابرین

کا جذبہ رکھتے ہوئے

خدمت دین متین کے لئے وقف ہے

الٰہی

ان کے پھولوں جیسی حسیں زندگی میں کبھی بھول کر بھی خزاں نہ آئے

آمین

بطفیل زلف محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

انتساب

ساغر چھوا بھی ہو تو میرے ہاتھ ٹوٹ جائیں
ناصح میں کیا کروں وہ نظر سے پلا گئے

یہ بندہ کمترین ، ادب و تعظیم کے گلشن کا گلچیں ، عشق و محبت کی شمیم عنبر فشاں کی مہک ، آداب کے چند پھولوں ، اور تعظیمات کے متعدد غنچوں کو ۔۔ ارادت و عقیدت کے رشتے میں مربوط کر کے

اہل دل ـــــــ اہل نظر ـــــــ اہل محبت کے نام ـــــــ
اہل ارشاد ـــــــ اہل فیض ـــــــ اہل فراست کے نام ـــــــ
اہل خواب ـــــــ اہل خیال ـــــــ اہل خطابت کے نام ـــــــ
اہل دانش ـــــــ اہل درد ـــــــ اہل درایت کے نام ـــــــ
اہل حال ـــــــ اہل کمال ـــــــ اہل کہانت کے نام ـــــــ
اہل ادب ـــــــ اہل جذب ـــــــ اہل انابت کے نام ـــــــ
اہل ہوش ـــــــ اہل جوش ـــــــ اہل جودت کے نام ـــــــ
اہل نور ـــــــ اہل شعور ـــــــ اہل شہادت کے نام ـــــــ
اہل ذکر ـــــــ اہل فکر ـــــــ اہل فطنت کے نام ـــــــ
اہل فقر ـــــــ اہل فنا ـــــــ اہل فتوت کے نام ـــــــ
اہل سوز ـــــــ اہل ساز ـــــــ اہل محبت کے نام ـــــــ
اہل ظرف ـــــــ اہل ضمیر ـــــــ اہل ذکاوت کے نام ـــــــ
اہل اسراء ـــــــ اہل کشف ـــــــ اہل کرامت کے نام ـــــــ
اہل قرار ـــــــ اہل امر ـــــــ اہل امامت کے نام ـــــــ
اہل معنی ـــــــ اہل لفظ ـــــــ اہل عبادت کے نام ـــــــ

اہل حق ــــــ اہل یقین ــــــ اہل امانت کے نام ــــــ

اہل صدق ــــــ اہل ولا ــــــ اہل ولایت کے نام ــــــ

اہل تمکین ــــــ اہل سکر ــــــ اہل سکینت کے نام ــــــ

اہل ترک ــــــ اہل تمنا ــــــ اہل حسرت کے نام ــــــ

اہل شوق ــــــ اہل ذوق ــــــ اہل ہمت کے نام ــــــ

اہل راز ــــــ اہل رموز ــــــ اہل ریاضت کے نام ــــــ

اہل ناز ــــــ اہل نیاز ــــــ اہل نزاکت کے نام ــــــ

اہل جدت ــــــ اہل روایت کے نام ــــــ

اہل حیرت ــــــ اہل حرارت کے نام ــــــ

اہل عشق ــــــ اہل محبت کے نام ــــــ

کرتا ہے ــــــــــ

جن کے چشمہ فیض روحانیت سے مخلوق خدا مستفیض و مستفید ہو رہی ہے۔ اور ہوتی رہے گی۔ ــــــ

اور ہاں ان ہی مردان خدا آگاہ نگاہوں نے تربیت کر کے اس عاجز کو اپنا آستانہ دکھایا رو برو بھٹایا ــــ اپنا بنایا ــــ اور چلتے وقت اپنے دست خاص سے تبرک ــــــ شعور قلب و نظر عطا فرمایا۔

؎ میں روشناس نہ تھا اس نے روشناس کر دیا
پتہ نہ تھا جس کا اس نے پتہ بتا دیا

الھم انی ابرئی حولی و قوتی الیٰ حولک و قوتک واسئلک الرشاد

انا تراب اقدام اولیائہ الکرام
فقیر محمد زمان خان چشتی سیالوی

نذر عقیدت

اس عظیم عاشق صادق والد ماجد صاحب مد ظلہ العالی

کے نام

جو خود ضعیف و ناتواں ہاتھوں سے محنت و مشقت کرتے ہیں اور ہمیں خدمت دیں متین کے لئے وقف کیا

خدا کرے

ان کا سایہ ہمارے سروں پہ تا دیر قائم رہے

آمین

بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تشکر و امتنان

اس کتاب کی تالیف و تدوین، ترتیب و تنظیم تکمیل و تشکیل تشہیر و تدبیر طباعت و کتابت و اشاعت میں جن جن مطابع و مکاتب نیز وہ تمام افراد و اشخاص جن سے علمی، ادبی، نظری، فکری، قلمی عملی، اور لسانی استمداد حاصل کی گئی ہے اور اس عشق بھری تالیف میں جس جس نے کسی طرح سے بھی میری مدد کی ہے اور میرا ہاتھ بٹایا ہے وہ سب میرے قلبی اور دلی شکریہ و اظہار امتنان کے حق دار ہیں۔

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اراکین بزمِ عشاق فیصل آباد کی مخلصانہ کوششوں کا اعتراف نہ کروں جن کی محبت کا نتیجہ یہ کتاب ہے اس کتاب کی تدوین میں جناب علامہ محمد عبد العزیز چشتی صاحب اور جناب قاری غلام حیدر رضوی صاحب نے جو معاونت فرمائی ہے۔ اس کا شکریہ ادا کرنا میرا شرعی فریضہ ہے جن کی ادبی علمی معاونت ہی نے اس مجموعہ کو ایک صحیفۂ جمیل کی شکل دی ہے حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے محاسن انہی کی مساعی مشکورہ کا ثمرہ ہیں اور جو قبائح آپ دیکھ رہے ہیں وہ تمام تر میرے قلم کی درماندگیاں ہیں۔

ناچیز ان سب معاونین کا ممنون و شکر گزار ہے ان سب کا دعاگو اور اس سدا بہار سعادت پر ادارہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے انھیں مبارک باد پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جزائے احسن سے نوازے

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناچیز محمد زمان چشتی سیالوی

"

جو اندھیروں میں جلاتا ہے روشنی کے چراغ
آج اسی روشنی کے مینار کی باتیں ہوں گی

کچھ

کتاب

اور

صاحبِ کتاب

کے

بارے

میں

پوچھو نہ حال دیکھ لو دامن پہ اشک خوں
آنکھیں وہ کہہ رہی ہیں جو دِل پہ گزر رہی ہے
صرف چہرہ کی اداسی پہ بھر آئے آنسو
دِل کا عالم تو ابھی آپ نے دیکھا ہی نہیں

عشق کی چوٹ تو لگتی ہے ہر اِک کے دل پر
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

○

اِس کے دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہو گی
نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے

○

کتنا پُر سوز ہے بیمارِ محبت کا شعور
عشق کے درد کو سینے سے لگا رکھا ہے

○

سنی سنائی بات نہیں یہ اپنے اوپر بیتی ہے
پھول نکلتے ہیں شعلوں سے چاہت آگ لگائے تو

○

ان کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی رہتی ہے
بات کرتے ہیں جو ' اَوروں کو ہنسانے کے لیئے

○

وہ اور کیا کرے آخر ' اگر اداس نہ ہو
بغیر عشق نہ چین آئے ' عشق راس نہ ہو

حقیقتِ عشق

اس کتاب میں واجب صد احترام استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا محمد زمان خان صاحب نے عشق کے موضوع پر بڑی دلنشین اور دل آویز گفتگو کی ہے۔

محبوب کی قربت کو محسوس کرتے ہوئے دل چاہتا ہے کہ ذکر یار ہو کسی بھی طریقے و انداز سے ہو۔ کتاب حقیقتِ عشق میں بھی محبوب کے تعلق کو بڑے عاشقانہ اور مہذب انداز میں بیان کیا گیا ہے "محبوب" دو جہاں کی ہر چیز سے پیارا ہوتا ہے۔ حتی کہ محبوب کی شخصیت کا عکسِ کامل عاشق کی ذات میں پوری جامعیت کے ساتھ جلوہ گر نظر آتا ہے

گویا کہ محبوب کے حسن و جمال کی مہک عاشق کی سانسوں میں سما جاتی ہے

بقول شاعر

ہے یقین حشر میں اٹھوں گا تیرے قدموں سے
کیا غرض اس سے کہ تدفین کہاں ہو میری

حقیقتِ عشق کے موضوع پر یہ خوبصورت تحفہ عاشقوں کے لئے حضرت صاحب کی طرف سے ایک عظیم سرمایہ ہے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا جہاں کی ہر چیز سے نوازے۔ میری دعا ہے ملے وہ تمہیں جس کی ہو جستجو؟

منیر احمد صمیم
ڈپٹی جنرل سیکرٹری
انٹی کرپشن موومنٹ فیصل آباد

بھولتا نہیں تیرا اندازِ عاشقانہ

جہاں تک حضرت علامہ محمد زمان صاحب کا تعلق ہے ان کو اگر عنوانِ عشق کا سپشلسٹ کہوں تو مبالغہ نہ ہو گا میں نے انھیں بہت قریب سے دیکھا ہے اور کتاب پڑھ کر قارئین خود دیکھ لیں گے اور سمجھ لیں گے اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت ساری خوبیوں سے نوزا ہے بہترین ادیب ، خطیب ، مقرر مدرس ہیں تحریر و تقریر میں عشق انداز گفتگو میں عشق ، رفتار، گفتار میں عشق ، نشست و برخاست میں عشق لہجہ میں سوزِ درد و محبت پنہاں

قصہ مختصر کہ

بھولتا نہیں تیرا اندازِ عاشقانہ
اور قبلہ زمان صاحب جیسا شخص
سالہا دَر کعبہ وبت خانہ می نالد حیات
تاز بزمِ عشق اک دانائے راز آید بروں

ناچیز ان سے بہت متاثر ہے

عاشقان نیک طینت سے ہے زینت اس چمن کی !
خدا جانے پھر چمن میں کوئی راز دار آئے نہ آئے

دعاؤں کا طالب

پروفیسر قاری محمد شفیق احمد اعوان
گورنمنٹ کالج میانوالی

عشق کیا ہے؟

عشق کیا ہے عشق کی حقیقت کیا ہے
عشق نار ہے اس کی فطرت تسلیم و رضا
عشق سوز ہے ، عشق ساز ہے ، عشق راز ہے
عشق میں جلنے والوں کے لئے یہی دوا ہے
آتشِ عشق جو سلگتی ہے بدن میں واللہ
آتشِ عشق فروزاں ہو تو رتبہ ہی سوا ہے
آتشِ عشق میں تو بھی جل جا اے ناداں
یہی فرمان خداوندی ہے یہی القا ہے

سیالوی صاحب کی تحریر میں ساز بھی ہے گداز بھی ہے جمال بھی ہے کمال بھی ہے وصال بھی ہے

کتاب کا مطالعہ کرنے سے انکے کرب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

میری نظر جس جس حرف پہ پڑی دلِ میں اترتا گیا

الٰہی
جسے چاہے شیشہ دے دے جسے چاہے جام دے دے
ان کا دل جو چاہتا ہے ان کو وہ انعام دے دے

ثنا خوانِ مصطفیٰ شمشاد اختر شیرازی
فیصل آباد

محبت

محبت بڑی ہی مقدس شے کا نام ہے محبت کرنے والوں کے دلوں میں نفرتوں کی جگہ ہوتی ہی نہیں بہت سے زخم جو وقت لگاتا ہے انسان ایک دوسرے کے نام کرتا رہتا ہے

لیکن

وقت پڑنے پر محبت کرنے والے سارے کرب ' ساری اذیتیں ' سارے دکھ اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں

زمان صاحب ایسے مقدس و مخلص لوگوں میں سے ہیں۔

ے اظہارِ حال کر نہ سکا میں تو رو دیا
بے اختیار ہو کے یہ طرز اختیار کی
اللہ یہ دنیائے محبت کے قرینے
ہر طور ' ہر انداز ' ہر اسلوب حسیں ہے
کون بسا ہے تیرے دل میں گلبدن اے زمان
کہ تیرے پسینے سے خوشبوئے چمن آتی ہے

قاری فدا حسین

پرنسپل گورنمنٹ کالج ملتان روڈ میلسی

حافظ محمد زمان چشتی اعلیٰ درجہ کے طبیب ہی نہیں بلکہ شعلہ بیاں خطیب اور صاحب طرز ادیب بھی ہیں آپ کی کئی کتابیں پہلے بھی منظر شہود پر آ چکی ہیں جن میں سے چند میرے زیر مطالعہ رہی ہیں ان کا یہ شہکار حقیقتِ عشق بھی وطن عزیز میں چھپنے والے دینی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ ثابت ہو گی۔ کتاب پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ حافظ صاحب۔ ایک مذہبی شخصیت ہونے کے باوجود ملائیت کا شکار نہیں۔ بلکہ ایک روشن خیال سکالر ہیں۔ اور حقیقت عشق ان کی تحقیق کا ثمر شریں ہے۔

؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

میاں محمد اقبال اختر

جنرل سیکرٹری ہیومن گائیڈز

پاکستان

یہ اور بات ہے کہ منبر پر آ کر کچھ نہ کہیں
خموش لوگ بلا کے خطیب ہوتے ہیں

اب تک جسے شناور سمجھتے تھے وہ تو غوطہ خور بھی نکلا، جس دم کا کرشمہ کہ دریا کی تہ سے صدف صادق ڈھونڈ نکالی، اس صدف سے وہ دُر یکتا نکلا جس کی آب و تاب نے نگاہیں چندیا دیں، تحریر کیا ہے؟ بس آیات محکمات کا منظر ہے جو متشابہات کے معانی مقصودہ بتا رہی ہیں۔ جان مشتاق عش عش کرنے لگی اور صوت سرمدی سے اَحسنت اَحسنت کی صدائیں آنے لگیں، یہ سب افصح العرب والعجم محبوب کبریاء ﷺ سے قلبی لگاؤ اور دین الحق کی طرف جھکاؤ کا ثمرہ جانفزا ہے اس تحریر میں ذکر کا سوز بھی ہے اور شغل کا ساز بھی، فکر کی پرواز بھی ہے اور دل کی آواز بھی علم مفید کی روشنی بھی ہے اور عمل صالح کی چاشنی بھی، الفت کا جوش بھی ہے اور محبت کا خروش بھی۔ صداقت کا شوق بھی ہے اور حقانیت کا ذوق بھی کسب سے بڑھ کر موہبت کار فرما ہے

پنہاں ہے خموشی میں تکلم کی حلاوت
گفتار کے ہر بول میں حکمت کا جہاں ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں
کہتی ہے صداقت کہ کوئی مردِ خدا ہے

صاحبزادہ

سید غلام عباس شاہ گیلانی
خیمہ سادات پیپلز ٹاؤن فیصل آباد

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی ایم اے اسلامیات ممتاز علمی ادبی اور دینی شخصیت ہیں وہ علمائے دین کی اس محترم اور معتبر صف سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو نہ صرف ہر لحظہ حصولِ علم کے لئے کوشاں رہتے ہیں بلکہ اس حصول کو آگے بڑھانے اور اس روشنی کو مزید ذھنوں تک پہنچانے کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں

علم سے محبت اور قربت نے انہیں ایک ایسا دل وردمند عطا کیا ہے۔ جو کہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے وہ عشق کو ایمان اور انسان کی بنیاد سمجھتے ہیں ان کا یہ نظریہ عشق کائنات سے خالق کائنات تک پھیلا ہوا ہے۔

محبت رسول اور پیرویِ قرآن و سنت ان کا اوڑھنا بچھونا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب و کامران ہیں۔ ان کی طبع کی حلیمی اور انکساری نے ان کا حلقہ احباب وسیع کر دیا ہے۔ وہ علامہ اقبال کے اس شعر کی مجسم تصویر ہیں

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

وہ بہت خوش بخت ہوتا ہے جس کا کہا، لکھا اور سنا، دلوں پر اثر انداز ہو جس کی محفل میں بیٹھنے والوں کو وقت گذرنے کا احساس ہی نہ ہو اور ناظرین و سامعین گوہر مراد سے جھولیاں بھر کر اٹھیں حافظ صاحب ایسے ہی عالم با عمل اور روشن سوچوں کے حامِل انسان ہیں آپ کا زیادہ تر وقت مطالعہ میں ہی گذرتا ہے اور یہ اسی ذوق مطالعہ کا اعجاز ہے۔ کہ ا نگنت کتابچوں کے ساتھ ساتھ ابھی سال ۱۹۹۷ میں بھی ان کے ایک ضخیم کتاب گیسوئے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حلقوں شائع ہو کر

سنجیدہ طبع حلقوں سے دادِ تحسین وصول کر رہی ہے حافظ محمد زمان چشتی سیالوی صاحب کا اندازِ تحریر بڑا سادہ اور عام فہم ہے۔ اتنا سادہ کہ دل سے نکلی ہوئی بات سیدھی دلوں تک جا پہنچتی ہے۔

آپ کی نظر میں کوئی تو جادو ضرور ہے
جس پر پڑی اسی کے جگر تک اتر گئی

سیرت پاک ان کا محبوب موضوع ہے اور وہ اس سعادت سے ہمہ وقت بہرہ مند ہونے کی سعی کرتے رہتے ہیں سرکارِ دو جہاں ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں کو عاشقانِ مصطفےٰ ﷺ کی قلبی تسکین کے لئے انہیں کتابی شکل میں پیش کرنے کے سلسلے میں زیرِ نظر کتاب حقیقتِ عشق ان کی دو جلدوں میں ضخیم کتاب ہے جس کا ایک ایک لفظ ان کی محبت و عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی ایم اے اسلامیات بزمِ عشاق کے نام سے قائم ایک مؤثر تنظیم کے علاوہ بہت سی دیگر مذہبی اور سماجی تنظیموں سے بھی مختلف حیثیتوں سے وابستہ ہیں۔

آپ نہایت عمدہ شعری ذوق بھی رکھتے ہیں۔ جن کا اظہار ان کی اکثر تحریروں میں بڑا برمحل اور نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ خوبصورت اشعار ان کی تحریر کی اثر آفرینی اور دلکشی میں مزید اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ حافظ صاحب فروغ علم و ادب کے سلسلے میں بڑے پرعزم اور انتھک استاد ہیں تصنیف و تالیف کے اس سفر میں ان کے ارادے بہت بلند ہیں۔ ان کا یہ سفر بلا شبہ 'بھلائی اور نیکی

کے فروغ کا سفر ہے ۔ جس کی دنیاوی و اخروی منزلیں بڑی دیدہ زیب اور خوش نما ہوتی ہیں

آپ ایک متجر بیاں خطیب اور روشن دماغ دینی شخصیت بھی ہیں آپ کی شبانہ روز کی علمی ریاضتیں ' اور خطیبانہ کاوشیں اس امر کی غماض ہیں کہ انہیں بس ایک ہی لگن ہے ایک ہی دھن ہے بقول اس خاکسار کے

اون والے اداس سمیاں لئی
ویہڑے ویہڑے گلاب لادیواں
دل توں خاور سدا ایہہ ریجھ رہوے
جو میں سکھیا اے اوہ سکھا دیواں

یقین ہے کہ ان کی یہ کاوش بھی علمی ادبی اور دینی حلقوں میں ان کے نام اور کام کا ایک نیا تعارف ثابت ہو گی ۔

اللہ تعالیٰ ان کو اس نیک کام میں مزید حوصلہ اور استقامت عطا فرمائے

آمین

احمد شہباز خاور

۱۳ ۔ ۳ ۔ ۹۸

خدا کرے کہ تجھے بھی غمِ محبت ہو
تمام عمر گرفتارِ عشق تو بھی رہے

آپ کے قلم سے نکلی ہوئی چند کتابیں نظر سے گزریں جنھیں اعتدال و پختگی اور شگفتگی و روانی قلم کا اعلیٰ ترین نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے کِتنا حقیقت نگار ہے آپ کا قلم اور کِتنا پختہ ہے آپ کا اندازِ تحریر واللہ پڑھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور قلب کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مرکز حسن و لطافت ہے چہرہ تیرا
مہر کی شکل و شباہت ہے چہرہ تیرا
خالق حق کی صناعت ہے چہرہ تیرا
کیوں نہ ہو گرویدہ ہر دیکھنے والا
پیکر حسن و ملامت ہے چہرہ تیرا
چاند کے نام سے بہلاتے ہیں وہ لوگ مجھے
جن کی نظروں نے دیکھا نہیں چہرہ تیرا
محبت کی ہر اِک ادا تیرے نام
لبوں سے نکلنے والی ہر اِک دعا تیرے نام

چاہتا ہوں تم جہاں بھی رہو خوش رہو
منزلوں کی ہر اِک صدا تیرے نام

اور

خدا کرے مجھے دنیا تجھ ہی سے پہنچانے
تیری نظر سے گروں یا تیری نظر میں رہوں

اس لیئے کہ!

زماں اس کو محبت کہا ہے لوگوں نے
کہ خون بن کے رگوں میں اتر گیا کوئی

تم ہمارے بنو نہ بنو ہے تم کو اختیار
تقدیر نے تو ہمیں تمہارا بنا دیا

آپکا اپنا ....

محبت ایک ایسا شجر ہے جس کا پھل میٹھا ہوتا ہے ، محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کے دل میں خوشبو کے جھونکے کی طرح آتا ہے اور رگ رگ میں سما جاتا ہے

محبت نفرت کو چاہت میں بدل دیتی ہے
محبت سوئے ہوئے جذبات جگا دیتی ہے
محبت کے بغیر انسان زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا
محبت پتھر کو موم بنا دیتی ہے
محبت پاکیزہ احساسات کا نام ہے ۔
علامہ زماں صاحب کی زندگی بھی عجب زندگی ہے
نہ غم کا تصور نہ کوئی خوشی ہے
آنکھوں میں ہے تصور دل میں ہے یادِ جاناں
ہر وقت محو رہنا بس ان کی بندگی ہے
ان کو
دونوں جہاں کے غم سے آزاد کرنے والے
ہے شکریہ تمہارا کیا بندہ پروری ہے

حافظ محمد عبد العزیز چشتی

یہ زور و کمال اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہزاروں میں سے ایک کو انعام ہوتا ہے کہ جسے دورِ قدیم والے بھی چاہیں اور دورِ جدید والے بھی سراہیں اور استفادہ میں دونوں برابر ہیں **الھم زدفزد!**

ایسٹرو انومے والے اسے Janus کا مقام دیتے ہیں کہ یہ ستارہ دروازہ کی طرح اپنے دونوں رُخ روشن رکھتا ہے۔

اور ہزاروں لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے ورنہ دوسرے عام و خاص ستاروں کی روشنی دیوار کے مانند ہے کہ صرف ایک رخ روشن ہے' دوسرا تاریک یا تو دور قدیم والے اپنائیں اور دور جدید والے کترائیں یا اس کے برعکس

ان کے اسلوب بیاں سے کوئی الجھن میں نہیں
پھول ہی پھول ہیں کانٹے ان کے دامن میں نہیں

ڈاکٹر وحید احمد نیازی
پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد

اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہَوس ہر دم
یہ ذرہ نہیں شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

بہت کم تصانیف ایسی ہوتی ہیں جو مطالعہ کرنے والوں کی توجہ اپنی طرف اس طرح مبذول کرواتی ہیں کہ قاری ان باتوں کا اثر اپنے دل پر محسوس کرتا ہے زمان صاحب کی نہ صرف یہ کتاب "حقیقت عشق" بلکہ دیگر تصانیف بھی تحقیقی گفتگو اور منفردِ اندازِ بیاں کی خوبیوں سے مالا مال ہیں زمان صاحب اور ان کی تصانیف کے بارے میں مختصر کہوں گا

میری آنکھوں نے عَجب حُسنِ نظر دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کی باتوں میں اثر دیکھا ہے
وہ بولے بھی نہ تو پھر بھی سب کچھ کہہ دے
اس کی اداؤں میں اِک یہ بھی ہنر دیکھا ہے

قاری ثناء اللہ ڈیروی
جامعہ امجدیہ کراچی

استاذ المکرم و محترم صاحب کی

تحریریں، اس قدر مجلیٰ و مصفیٰ ہیں کہ واقعی کوثر کی دھلی ہوئی زبان معلوم ہوتی ہے۔

ان کے مضامین میں جو جہانِ معنی پوشیدہ ہیں وہ اہلِ نظر پر ظاہر ہیں چھوٹے چھوٹے جملوں میں یہ جس طرح بڑی بڑی باتیں لکھ دیتے ہیں یہ اِنہیں کا حصہ ہے، سمندر کو کوزے میں بند کرنا، آپ کا طرۂ امتیاز ہے

قاری غلام حیدر رضوی

موئسس مصباح العلوم میلسی

عِشق

عشق آگ ہے بغیر دھوئیں کے
عشق شعلہ ہے بغیر چراغ کے
عشق تالہ ہے بغیر چابی کے
عشق بیماری ہے بغیر درد کے
عشق شراب ہے بغیر پیالہ کے
عشق گٹھڑی ہے بغیر بوجھ کے
عشق عشقہ سے بنا ہے ....

عشقہ ایک بیل کو کہتے ہیں جو جس درخت کو چمٹ جائے اس کا رس چوس لیتی ہے اسے کمزور کر دیتی ہے عشق کو عشق اس لیئے کہتے ہیں یہ جسے لگ جائے وہ لاغر و نحیف ہو جاتا ہے

سوہنی کو موجوں میں بہایا عشق نے
سسی کو صحرا میں رلایا عشق نے
مجنوں کو جنگلوں میں پھرایا عشق نے
منصور کو سولی پہ چڑھایا عشق نے
زلیخا کو تخت سے اتارا عشق نے
حسین کو بحر ظلمات میں غوطہ لگوایا عشق نے
بلال کو گرم ریت پہ لٹایا عشق نے
یوسف کو اندھیرے کنوئیں میں پہنچایا عشق نے
یعقوب کو ہجر و فراق میں رلایا عشق نے
اسماعیل کو چھری کے نیچے لٹایا عشق نے
ابراہیم کو آتشِ نمرود میں ڈالا عشق نے
موسیٰ کو طور پہ تڑپایا عِشق نے
اور زماں کو کتاب حقیقتِ عشق لکھنے پہ مجبور کیا عِشق نے

عاشق حسین
پنجاب پولیس لاہور

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں
عشق توفیق ہے گناہ نہیں

آپ کی تحریر میں دلنشینی ہے آپ ہر بات سمجھ کر اور پرکھ کر لکھنے کے عادی ہیں تحریر پڑھ کر آپ کے کرب کا اندازہ ہوتا ہے شاید یہ مخصوص ورثہ ہے جو سراپائے قدس و مکرمت حضرت شیخ الاسلام و المسلمین
یعنی آپ کے پیرو مرشد پیر سیال لجپالؒ سے آپ کو ملا ہے
آپ کی تحقیقات ہر مکتب فکر کے لوگوں میں بنظرِ استحسان دیکھی گئیں یہ بات موئف کی عاشقانہ انداز کی دلیل ہے اور ہمہ گیر مقبولیت پر شاہد ہے

؎ یہ کیفیت اسے ملتی ہے، ہو جس کے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے ' نہ شیشے میں ' نہ ساغر میں

آپ نے اس چھوٹی سی عمر میں کام بڑے بڑے انجام دے ڈالے اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ اور عمر میں برکت عطا فرمائے اور توفیقِ خیر زیادہ سے زیادہ ارزانی فرمائے۔ آمین

محمد رفیق
پرنسپل امریکن سکول
عیسیٰ خیل

دِل کی زمین

ایک دِل کے لئے الفت میں ہیں کتنے تحفے
درد بھی ، رنج بھی ، آزار بھی ، تنہائی بھی

سرزمین دل بڑی دلکش اور سحر انگیز ہے اسے چار وسیع و عریض مملکتوں نے حصار میں رکھا ہے مملکتِ عشق ، مملکتِ دوستی ، مملکتِ نفرت ، سرزمین خلوص

دل کے وسط میں شہر محبت آباد ہے جو بے حد پُر ہجوم ہے اس کے شمال میں مملکتِ عِشق جنوب میں ، سر زمین جنوں ، مشرق میں صحرائے شوق اور مغرب میں دریائے غم آباد ہے ۔ مملکتِ عِشق کے قلب میں ایک بڑا خوبصورت شہر ہے جس کا نام شہرِ مہربانی ہے اس شہر کے باسیوں کو صرف عشق اور ہجر کے نام سے پکارا جاتا ہے علامہ زمان صاحب بھی شہرِ عشق و محبت کے وسط میں کہیں رہتے ہیں ۔ اس لئے ان کے دل و دماغ پر عشق و محبت کا قبضہ ہے ذرا غور فرمائیں

کسی کو بتلائیں کہ آشوب محبت کیا ہے
جس پہ گزری ہو وہی حال ہمارا جانے
تجھ سے بڑھ کر کوئی ناداں نہیں ہو گا زماں
دشمنِ جان کو بھی تو جان سے پیارا جانے

محمد اسماعیل

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

برادرم محمد زمان صاحب کا اندازِ بیان نہایت دل آویز اور ان کی زبان بڑی شگفتہ ہے ' آج کا قاری اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے آنجناب کی علمی تبلیغی اور مخلصانہ کاوشوں کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے آپ کی اس عظیم کوشش کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حافظ محمد یوسف

ادارہ نجم الھدیٰ فیصل آباد

وہ ایک روشن دماغ اور حساس قلب کے مالک ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ فطرۃً محقق ہیں اور ہر وقت میدانِ علم و تحقیق میں شدائد و مصائب جھیلنے کے لیئے تیار رہتے ہیں، جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں اس پر کمال قدرت رکھتے ہیں اور اس فن سے واقف ہیں کہ موضوع کو بہتر سے بہتر طور پر کس طرح پیش کیا جا سکتا ہے، بحیثیت مصنف وہ ایک نمایاں مقام کے مالک ہیں اور ان کی کئی نگارشات منظرعام پر آچکی ہیں

اے نازنین اے دل ربا تو وہ بہار حسن ہے
ملتی نہیں جس کی گلستان کی بہاروں میں مثال

محمد علی

پرنسپل ہائی سکول کالا باغ

آپ ایک ادیب اور بیباک محقق ہیں' محققانہ یاشقانہ' عاشقانہ' اندازِ بیان آپ کا طرۂ امتیاز ہے جس سے آپ مصنفینؒ ممتاز نظر آتے ہیں محبت چہروں سے نہیں دلوں سے اور روحوں سے کی جاتی ہے

چہرے روپ بدل سکتے ہیں اور ایک جیسے ہو سکتے ہیں لیکن روحیں ایک جیسی نہیں ہو سکتی۔

فرشتے دردِ محبت سے بہرہ ور ہوتے
تو عبد بننے کی سو بار آرزو کرتے
محبت ایک سمندر ہے وہ بھی اتنا بسیط
کہ اس کا کوئی تصور نہیں کنارے کا

قاری محمد امام شاہ مہروی
جامعہ رضویہ مظہر اسلام ہارون آباد

عشق سازِ رگِ حیات کے شکستہ تاروں میں نوائے حسن بھر دینے کا نام ہے عشق ۔ بادِ سموم کے قہر بداماں تپھیڑوں سے مرجھائے ہوئے پھولوں میں شگفتگی کی روح پھونک دینے کا نام ہے عشق ۔ بحرِ ظلمات کی تہہ بہ تہہ ظلمتوں میں غرقاب سفینہ حیات کو ساحل انوار و تجلیات تک پہنچا دینے کا نام ہے عشق ۔ قلب و روح کے بحر زخار میں کیف و سرور کے تلاطم برپا کر دینے کا نام ہے عشق ۔ کائناتِ قلب کی جمیل و حسین وادیوں میں وجدان نشاط کے حسین و لطیف زلزلے پیدا کرنے کا نام ہے عشق ۔ حُسن کی حسین بارگاہ میں جبین نیاز خم کر دینے کا نام ہے عشق ۔ عالم جذبات و احساسات کی مسحور کن طراوشوں سے لطف اندوز ہونے کا نام ہے عشق ۔ زندگی کی تشنہ کامیوں کو مئے انبساط کا نشہ پلانے کا نام ہے ۔

بہر حال علامہ زمان صاحب کی کتاب لالہ و گل کی طرح رنگیں ' آبشاروں کی مانند مترنم اور کہکشاں کی طرح روشن و تابناک ہے اشعار بہت دلکش اور بعض مقامات پر وجۂ آفرین ہیں ۔

شاعر کی معراج یہ ہے کہ شاعر جس کیفیت سے گزرا ہو اسے سننے والا محسوس کرے مولانا زماں صاحب کی شاعری میں ان کے احساسات اور معتقدات دونوں کا عکس ہے اس میں جوانی کی سرمستی بھی ہے اور عقیدت کی بالادستی بھی ہے

دِل صاف ہو تو زہر اگلتی نہیں زباں
روشن چراغ سے کبھی اٹھتا نہیں دھواں

محمد یونس نقشبندی
موئسس جامعہ نقشبندیہ فریدیہ فیصل آباد

جناب مصنف محمد زمان خان چشتی سیالوی صاحب (ایم اے اسلامیات) کا انداز نگارش، جس میں حسن و جمال پاکی و درخشانی، پھر دریائے تحقیق آب آپ حقیقت افروز کی طربناک روانی اور اندازو اسلوب میں سلیم الفطرۃ طبع مومنانہ کی عاشقانہ جولانی ایک ایک سطر میں اور پھر آسمان صحافت کے درخشندہ و رخشندہ تابناک ستاروں کی ضوفشانی ایک ایک حروف میں، جھلمل جھلمل کرتی نظر آتی ہے

اللہ یہ دنیائے محبت کے قرینے
ہر طور، ہر انداز، ہر اسلوب حسیں ہے

صالح محمد (ڈبل ایم اے)
پرنسپل غازی کیڈٹ اکیڈمی لاہور

پیامِ عشق سناتا ہوں عشق والوں کو

عشق ساز بھی ہے عشق سوز بھی ہے
عشق نار بھی ہے عشق نور بھی ہے
عشق درد بھی ہے عشق دوا بھی ہے
عشق کمال بھی ہے عشق جمال بھی ہے
عشق وجۂ افتخار بھی ہے عشق مختار بھی ہے
عشق ناز بھی ہے عشق انداز بھی ہے

محترم محمد زمان صاحب کی کتاب میں عشق و محبت کے بارے میں پڑھا دل باغ و بہار ہو گیا

دل و دماغ میں احساسِ غم ابھار دیا
یہ کس نے آج مجھے مژدۂ بہار دیا

وہ تحریر کیا ہے

پیامِ عشق سناتا ہوں عشق والوں کو
جہاں میں ہاتف غیبی کی ندا ہوں میں

بلکہ

عشق ہوں ، عشق ذات ہے میری
حسن بن کر چمک رہا ہوں میں
عشق درد و بلا نہیں ہرگز

بلکہ ہر درد کی دوا ہے عشق
عشق ہی بے خودی سکھاتا ہے
پاک بازوں کا پیشہ ہے عشق
میں نہ چھوڑوں گا عشق کا دامن
گرچہ واعظ کہے برا ہے عشق
موج و طوفان ڈبو نہیں سکتے
میری کشتی کا نا خدا ہے عشق
عقل نا پائدار ہے زماں
از ازل تا ابد بقا ہے عشق

علامہ محمد زماں صاحب کے بارے میں مختصر یہ کہنا چاہتا ہوں

دل جیتنا کسی کا بڑے فن کی بات ہے
یہ فن خدا نے اس کی اداؤں میں رکھ دیا
آپ کی نظر میں کوئی تو جادو ضرور ہے
جس پر پڑی اسی کے جگر تک اتر گئی

اور سچ تو یہ ہے کہ!

گزرے ہیں کئی لوگ تیرے بعد ادھر سے
لیکن تیری خوشبو نہ گئی رہ گزر سے

ارشاد حسین
ایوب انسٹیٹیوٹ کالج
فیصل آباد

زندگی ایک جبر ہے زندگی ایک سفر ہے
زندگی ایک سوز ہے زندگی ایک ساز ہے
زندگی میں مشکلات زندگی میں حادثات
زندگی میں حسرتیں زندگی میں نفرتیں
زندگی میں دکھ زندگی میں سکھ
زندگی ہے راز زندگی ہے پر اسرار
زندگی ہے امتحان زندگی ہر دم جواں
زندگی میں ہے جلال زندگی میں ہے جمال
اور علامہ محمد زمان صاحب کی زندگی میں ہے کمال
اس لیئے کہ!

سجا کے سر پہ ستاروں کا تاج رکھتا ہے
زمین پہ بھی وہ فلک کا مزاج رکھتا ہے
آنکھوں کو اشک آہ کو تاثیر دے گیا
اِک شخص ہم کو درد کی جاگیر دے گیا

ڈاکٹر محمد اقبال

مدینہ منورہ

اظہار

جب آسمان کا دل بھر آتا ہے تو وہ برسات کی صورت میں رو دیتا ہے پہاڑ جب غموں کے بوجھ تلے دبنے لگتے ہیں تو وہ آتش فشاں کے روپ میں زہر اگل دیتا ہے پھول اگر اداس ہو تو دھوپ میں مرجھا جاتے ہیں دنیا کی ہر جاندار اور بے جان چیز اندر کے دکھ کو باہر نکالتی ہے۔ اور کتاب حقیقتِ عشق بھی علامہ موصوف کی دلی کیفیت کی عکاسی کرتی ہے گویا یہ ان کے دل کی آواز ہے۔ درد ہے جو کتاب کی صورت میں ظاہر ہوا گویا یہ کتاب دعوتِ محبت ہے ہر خاص و عام کے لیئے

طلب ہو جس کو خلوص وفا کے پھول کی
وہ پھول پیار کے ' دِل کے شجر میں رکھتا ہوں

اور سچ تو یہ ہے کہ

رونق بزم جہاں ہے تو اسی کے دم سے
اور کچھ بھی نہیں دنیا میں محبت کے سوا

رضاء المصطفیٰ
لیکچرارساندل بار کالج
فیصل آباد

رُوحِ کتاب

اے دوست بیا زُود بہ خمخانۂ رُومیؒ
خواہی کہ دِلت پُر شود از مخزنِ اسرار

اے دوست بہت جلد حضرت رُومیؒ کی مجلسِ عرفان میں آجا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل اسرارِ الٰہی کا مخزن بن جائے

اے دوست بیا زُود بہ خمخانۂ سعدیؒ
خواہی ز دِلت محو شود ایں ہمہ افکار

اے دوست بہت جلد حضرت سعدیؒ کی مجلسِ تلقین میں آجا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے دل سے تمام تفکرات مٹ جائیں

اے دوست بیا زُود بہ خمخانۂ حافظؒ
از عشق و محبّت اگرت ہست سروکار

اے دوست بہت جلد حضرت حافظ شیرازیؒ کے میخانۂ عشق میں آجا۔ اگر تیرے دل کو عشق و محبت سے کچھ لگاؤ ہے

اے دوست بیا زُود بہ خمخانۂ جامیؒ
از حُبِّ نبیؐ گر طلبی سینہ سرشار

اے دوست بہت جلد حضرت جامیؒ کی محفلِ حبِ نبی میں آجا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا دل عشقِ رسول سے پُر ہو جائے

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِي

اے اللہ کے محبوب ﷺ! میری آنکھ نے آج تک تجھ سے زیادہ حسین نہ دیکھا ہے، (نہ دیکھے گی)

وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

اور کسی عورت نے تجھ سے زیادہ جمیل بچہ پیدا نہیں کیا

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ

تجھے ہر عیب سے پاک اور مُبرّا پیدا کیا گیا ہے

كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

گویا آپ ﷺ کو خود آپ ﷺ کی منشاء کے مطابق پیدا کیا گیا ہے

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا بَرًّا رَءُوفًا

اے رسولِ خدا کے دشمن! تو نے برائی کی ہے، کس کی؟ محمد کی، جو سراپا کرم اور نوازش ہیں

رَسُوْلَ اللهِ شِيْمَتُهُ الْوَفَاءُ

جس نے ہر ایک پر مہربانی کی ہے، جو اللہ کا رسول ہے، اور جس کی عادتِ پاک ہی وفا کرنے کی ہے۔

رَجَوْتُكَ يَا ابْنَ اٰمِنَةَ لِاَنِّي

اے آمنہ کے لال ﷺ، میں نے تیری تمنا کی ہے،

مُحِبٌّ وَالْمُحِبُّ لَهُ الرَّجَاءُ

میں محبت کرنے والا ہوں اور ہر محبت کرنے والے کی ایک تمنا ہوتی ہے۔

—— شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

عرض زماں

گر ہو سکے تو شکستہ دلوں سے پیار کرو

اس لیئے کہ !

میرے محبوب بہت خوش ہوتے ہیں

زمین پہ رہتے ہوئے فرد سے محبت ہے
یہی وجہ ہے ہمیں درد سے محبت ہے

○

پتہ یوں تو بتاتے ہیں وہ سب کو لامکاں اپنا
مگر معلوم ہے رہتے ہیں وہ ٹوٹے ہوئے دل میں

پلیز
اگر محبت نہیں کر سکتے تو نفرت بھی نہ کرو

شکریہ

ﷺ

منزل عشق

منزل عشق از جہاں دیگر است
مرد معنی را نشان دیگر است

عاشقانِ خواجگان چشت را
از قدم تا سر نشانِ دیگر است

دل چہ بندی در جہانِ بے وفا
کیں جہاں را ہم جہانِ دیگر است

عشق را در مدرسہ تعلیم نیست
کہیں چنیں علم از زبانِ دیگر است

عقل داند کہ ایں رمز از کجا است
کیں جماعت را بیانِ دیگر است

در دل ویران ہر بیچارہ
شاہ را گنج نہانے دیگر است

دل خورد زخم وزدیدہ خون چکد
کیں چنیں شست از کمان دیگر است

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

ساقیا خون جگر در کاسہ کن
کیں شراب از خم خان دیگر است

بر سر بازار صرافان عشق
زیر ہر دارے جون دیگر است

احمد تا گم نکردی ہو شدار
ایں جرس از کاروان دیگر است

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائے محبت

محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

محبت تو میرے خدا نے بھی کی ہے
محبت سے بڑھ کر عبادت نہیں ہے
محبت کی عظمت کہاں تو نے جانی
محبت سے ہوتے ہیں پتھر بھی پانی
محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
محبت اندھیرے میں نور سحر ہے
محبت سے دنیا بہار نظر ہے
نظارہ نظارہ بہشت بریں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
وہ شعلہ ہی کیا جو بھڑکنا نہ جانے
وہ دل دل نہیں جو تڑپنا نہ جانے
محبت ہی سے زندگی کا یقین ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
محبت کا وعدہ وفا کرنے والو
نماز محبت ادا کرنے والو

محبت ہی دنیا محبت ہی دین ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

موجودہ دور کس قدر تنگ و تاریک ہوتا جارہا ہے محتاج بیان نہیں اس پُر فتن و پُر آشوب زمانہ میں لوگوں کے اندر جس قدر دنیوی' فانی و عارضی محبت بڑھتی جارہی ہے اور حقیقی محبت سے ذہن دور ہوتے جارہے ہیں وہ تو اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے وقت کے اس اہم تقاضے کے پیش نظر ناچیز نے اور دیگر مخلص دوستوں نے صاحب المجد والجاہ فخر الاقران والاشباہ عاشق خیرالوریٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم فاضل جلیل عالم نبیل نمونہ اسلاف صوفی باصفا عالم بے بدل محسن اہل سنت' سرمایہ اہل سنت حضرت علامہ مولانا محترم المکرم المعظم جناب الحافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی صاحب سے درخواست کی کہ مہربانی فرمائیں جس طرح تقریر کرکے لوگوں کے دلوں کو آپ مسرور فرماتے ہیں اسی طرح تحریر سے بھی دلوں کو جلا بخشیئے تو علامہ صاحب نے ہماری درخواست کو قبول فرماتے ہوئے قلم محبت اٹھائی اور چند کتابیں عشق و محبت کے موضوع پر تحریر فرمائیں یہ عظیم و ضخیم کتاب مستطاب "حقیقت عشق" آداب بارگاہ خیرالانام ﷺ پر مشتمل ہے اور عشق خیرالوریٰ ﷺ اور محبت النبی ﷺ سے جامع اور لبریز ہے پیش نظر کتاب میں آپ کو محبت اور عشق پر ایک سیر بحث ملے گی جس کو حکیمانہ' عالمانہ' اور عاشقانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے' میرے علم و نظر کی حد تک اس نازک موضوع پر اس قسم کا کوئی رسالہ یا کتاب۔ اردو' فارسی' عربی' یا انگریزی زبان میں موجود نہیں ہے مولانا نے کمال فرمائی ہے بڑی محنت و مشقت سے عشق و محبت کا یہ گلدستہ تیار فرمایا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے قاری و سامع لطف و سرور حاصل کرتا ہے محبت ایک وجدانی کیفیت ہے اس کی حقیقت ادا کرنے سے انسانی دنیا کے الفاظ قاصر ہیں لیکن اس کا مادہ فطری طور پر ہر شخص

میں موجود ہے۔

ازل سے حسن پرستی لکھی تھی قسمت میں
مرا مزاج لڑکپن سے عاشقانہ تھا

اور

پیدا ہوئے تو ہاتھ جگر پر دھرے ہوئے
واللہ ہم ہیں کب سے کسی پر مرے ہوئے

لفظ "محبت" کی حقیقی اور حتمی تعبیر آج تک بیان نہیں ہو سکی ہر کسی نے اپنی ذہنی بساط اور کیفیات کے مطابق اس کے معانی و معارف بیان کئے ہیں لیکن ہر دانا و بینا شخص اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ چار حروف کا یہ مجموعہ اپنے اندر سمندر سے زیادہ نورانیت 'گلاب کی پنکھڑی سے بڑھ کر نزاکت' قطرہ شبنم سے زیادہ لطافت اور شہد سے زیادہ مٹھاس رکھتا ہے۔

محبت میں بے قراری بھی اگرچہ ایک نعمت ہے مگر اسے جب معراج و کمال حاصل ہو جائے تو تسکین روح کا حقیقی سامان میسر آتا ہے جب دل دریائے محبت میں غوطہ زن ہوتا ہے تو اس کے پیش نظر آسانیاں اور آسائشیں نہیں ہوتیں بلکہ محبت کی آتش شوق کو ہوا دینے کے لئے وہ ابتلا اور مصائب و آلام کے طوفان اپنے سینے سے لگاتا ہے۔

غواص محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

حالات اس سے سمجھوتہ کریں نہ کریں یہ انجام و عواقب سے بالا تر ایک ایسا جذبہ ہے جو بغاوت پر اتر آئے تو ۔ بپھرے متموج سیل رواں سے بڑھ کر طغیانی دکھاتا ہے ۔ اقبال نے محبت کی درجہ بالا ہمہ گیریت کو بیاں کرتے ہوئے بجا طور پر کہا ہے۔

ے بیابان محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی آشیانہ بھی چمن بھی ہے
محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے صحرا بھی
جرس بھی ' کارواں بھی راہبر بھی ' رہزن بھی

محبت کی یہ کیفیت اس کا ایک پہلو ہے دوسری طرف اس کی اہمیت پر مختلف زاویوں سے غور کیا جائے تو محبت ہی کارخانہ قدرت کی جان نظر آتی ہے انفسی کائنات ہو یا آفاقی اس کے جملہ پہلوؤں کے بغور مطالعے سے عیاں ہوتا ہے کہ یہی جوہر "محبت" اس کی تخلیق و ارتقاء میں توازن قائم رکھتا ہے دنیا میں جہاں بھی محبت عنقا ہوتی ہے وہاں نفرتوں اور عداوتوں کی آندھیاں خوشحالی کے ہنستے بستے گلستانوں کو ویران کرنے آ جاتی ہیں۔ انسانی معاشرہ جب بھی قتل و غارت گیری ' افراتفری بدامنی ' سیاسی و سماجی انتشار جیسے مہلک امراض کا شکار ہو جائے تو وہاں محبت کے اکسیر نسخے کے بغیر کوئی دوسرا علاج کارگر ہو ہی نہیں سکتا ' قوموں اور ملتوں کی زندگی میں محبت کی اس بنیادی اہمیت کو حکیم الامت ؒ نے بھی تسلیم کیا اور کہا۔

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے

یہ تھے محبت کے قومی اور بین الاقوامی اثرات و نتائج اب انفرادی زندگی کے حوالے سے دیکھا جائے تو پورے سفر زیست میں محبت ہی انسانی شخصیت کی تعمیر و تکمیل اور تزئین کرتی ہے۔ انسان میں یہ جوہر بالفعل موجود ہو تو وہ فرشتوں سے بہتر۔

ے فرشتہ کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان رہنے دو

اور اگر نکل جائے تو درندوں سے بھی زیادہ ظالم۔ اولئک کالانعام بل ھم اضل ماں کے دل میں بچے کے لیئے محبت کے متلاطم جذبات نہ ہوتے تو انسان ممتا جیسی عظیم اور بے مثال نعمت سے محروم رہ جاتا۔ باپ کے دل میں اولاد سے محبت کا عنصر نہ ہوتا تو لغت میں لفظ شفقت پدری کا وجود نہ ہوتا۔ بہن بھائیوں میں باہمی الفت نہ ہوتی تو اخوت اور بھائی چارے کے مفہوم سے کون آشنا ہوتا اور آپس کے دکھ درد کون بانٹتا؟ ایک سوسائٹی کے رہنے والوں کے دلوں میں محبت کا یہ جذبہ نہ ہوتا تو انسان معاشرہ رواداری' حسن سلوک اور ہر دل عزیزی جیسی اعلیٰ صفات سے یقیناً محروم رہتا اور دنیا میں امن و آشتی' صلہ رحمی کا کوئی تصور نہ ہوتا۔ اس سے ایک قدم آگے بڑھیں تو واضح ہو گا کہ نظام مناکحت میں جنس مخالف سے طبعی محبت کا قدرتی رجحان کار فرما نہ ہوتا تو کائنات میں عمل تخلیق کا حسیں سفر کب کا رک جاتا۔ اور ہنگامہ ہائے حیات سے وجود میں آنے والی یہ ہنستی مسکراتی بستیاں اور لہلہاتی کھیتیاں ناپید ہوتیں۔ یہ روشن روشن پھول اور چمن چمن بہاریں اس انسان ہی کی دم قدم ہی سے تو ہیں جو یہ جاننے کے باوجود کہ اس نے یہاں نہیں رہنا ہے' دنیا میں آرزوئے محبت کے تحت رنگا رنگ حسن بکھیر رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انسان سمیت کائنات کی ہر نامیاتی چیز کو جو آرزو زندہ اور اسے ہر لمحے تعمیرو تحسین پر ابھارتی ہے وہ یہی آرزوئے محبت ہی تو ہے۔ یہاں تک تو انسان اور معاشرہ کے تناظر میں محبت کا عمل دخل مختصراً بیان ہوا۔ اب ذرا مذہبی اور دینی نقطہ نظر سے دیکھیں تو آپ کو اور بھی خوشگوار حیرت ہو گی کہ ایمان اور اسلام کی ساری پر شکوہ عمارت جذبہ محبت پر استادہ ہے توحید و رسالت جیسے کلیدی عقائد پر ایمان کا معاملہ ہو یا نماز روزہ حج اور زکوۃ جیسے بنیادی فرائض کی ادائیگی کا مرحلہ ہر ایک کی صحت کے لیۓ خلوص و محبت بنیادی شرط ہے جس طرح جملہ عقائد و اعمال کی مقبولیت و صحت کا سارا دار

و مدار نیت پر ہے بعینہ نیت کی درستگی و پاکیزگی جذبہ محبت کے بغیر بہر صورت ناممکن ہے وہ نماز اور حج کہاں قبول ہونگے جن کی ادائیگی کے وقت کعبہ کے تصور کے ساتھ رب کعبہ کی محبت دل میں موجود نہ ہو ' اور وہ روزہ کیسا جس میں محبوب حقیقی کی رضا اور محبت کار فرمانہ ہو ؟ دنیا میں مقام و مرتبے کا تعین ہو یا آخرت میں جملہ کامیابیوں سمیت قرب الٰہی جیسی نعمت کا حصول ' سب محبت ہی کے دائرہ کار میں ہیں ۔ الغرض جو موضوع چھیڑیں اور جس طرف نظر دوڑائیں ہر سو محبت ہی کی شاہی نظر آتی ہے اور بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے

؎ محبت ہی دنیا محبت ہی دین ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

محبت کا داعیہ ہر انسان میں پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے اور وہ اس قدر اس قدرتی دیعے کی تسکین کے لئے کسی نہ کسی طرف جھکاؤ ضرور رکھتا ہے ۔ اب اس بندے پر منحصر ہے کہ وہ اپنی محبت کو کس طرف لگاتا ہے واضع رہے کہ کائنات ہست و بود میں انسانی محبت کا قبلہ اولین اور کعبہ عشق اللہ جل مجدہ کی ذات اقدس ہے وہی ذات محبت کی خالق ہے اور وہی اس کی مستحق ترین بھی ۔ پھر وہ ہستیاں جن سے خود اس نے محبت کی اور بندوں کو ان سے محبت کرنے کا حکم فرمایا ان میں سر فہرست نوشتہ کائنات ' صدر بزم حسینان عالم محبوب کبریا محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوۃ و السلام کی ذات بابرکات ہے ۔ لیکن سلسلہ تخلیق کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ ہوا یہ کہ نفس و شیطان کے دلفریب پھندوں میں پھنس کر انسان جہالت کی تاریکیوں میں کھو گیا اس نے خدائی ہدایت سے بغاوت کی اور اپنی محبتوں کے لئے کئی ناجائز قبلے بھی تلاش کر لئے یہی انسان اگر محبوب حقیقی سے محبت کرے تو وہ مومن اور حق پرست ہو گا اور غیر خدا سے (اس کے منشا کے خلاف) محبت کرے تو مشرک کہلائے گا اسی طرح بت پرستی ' دنیا پرستی اور

دولت پرستی سب شرک کی ہی مختلف شکلیں ہیں۔ جو محبت کے بے محل استعمال کا نتیجہ ہیں۔ ہر چیز کی اہمیت کا اندازہ اس کی دائرہ عمل سے لگایا جاتا ہے محبت کا بھی یہی حال ہے اس کا دائرہ جتنا وسیع ہو گا اسی قدر مقبولیت اور محبوبیت میں توسیع ہو گی جتنی بڑی ہستی سے محبت ہو گی اتنی رفعت و بلندی نصیب ہو گی جتنے عظیم مقصد کے لئے محبت کی جائے گی اتنی عظیم قربانی کی ضرورت ہو گی کائنات میں بلند ترین ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور انسان کا اعلیٰ ترین مقصد اس کی رضا کا حصول ہے اس مقام رضا کے حصول کے لئے تعلق بندگی ضروری ہے اس تعلق بندگی کی تین نوعتیں ہیں ایک شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت یہ سوچ کر کرتا ہے کہ اسے عذاب جہنم سے چھٹکارہ مل سکے ایک کا تعلق بندگی اس لئے ہے کہ اسے جنت کی پر کشش نعمتیں حاصل ہو جائیں اور ایک وہ بھی ہے جسے کسی سزا و جزا کا خیال نہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی محض اس کی رضا کے لئے کرتا ہے۔ پہلی دونوں قسم کی عبادتیں اگرچہ عنداللہ قبول ہو جاتی ہیں۔ مگر چونکہ ان کی عبادت کا محرک خوف یا طلب ہوتا ہے اس لئے ان کو جزا اُجرت کی شکل میں چکا دی جاتی ہے لیکن رضائے الٰہی کے طالبوں کو اُجرت کا طمع نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ اللہ کی عبادت و ریاضت بر بنائے محبت صرف حصول قرب کی خاطر کرتے ہیں۔ ان کے لئے دونوں جہاں کی نعمتیں ایک طرف اور محبوب کے رخِ زیبا کی اِک جھلک ایک طرف اب صاف ظاہر ہے جسے تمام نعمتیں عطا کرنے والا خود مل جائے اسے باقی نعمتوں کی کیا طلب؟ اور جسے اپنی محنتوں کا صلہ قربت کی ضرورت میں حاصل ہو جائے اس کے سامنے اجرت کی کیا اہمیت حقیقت یہ ہے کہ قرب الٰہی کے ایسے طالبوں کو اللہ تعالیٰ کی اس خالص محبت کے طفیل ایسا باطنی نور عطا ہوتا ہے کہ وہ سراپا محبت ہو جاتے ہیں۔ وہ انہیں دیکھتے ہی ہر ایک کا کوچہ دل مہک اٹھتا ہے اور محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے گویا حدیث محبوب

ﷺ کے مطابق ان کے چہرے دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے اقبال نے محبت کی اسی اثر آفرینی پر کیا خوب کہا

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

اور اسی تصور کو انہوں نے مزید خوبصورت پیرائے میں یوں بیان فرمایا

جلانا دل کا ہے گویا سراپا نور ہو جانا
یہ پروانہ جو سوزاں ہو تو شمع انجمن بھی ہے
مرض کہتے سب اس کو یہ ہے لیکن مرض ایسا
چھپا جس میں علاج گردش چرخ کہن بھی ہے

جن خوش نصیبوں کو یہ مرض نایاب لگ جائے ان پر مقربین ملا ئکہ بھی بجا طور پر فخر کرتے نہیں انھیں دنیوی امارت و ثروت اور جاہ و منصب کا طمع اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتا لیکن یہ سب کچھ ان کی ٹھوکر میں ہوتا ہے وہ ہر کام محبوب حقیقی ﷺ کی رضا کے لئے کرتے ہیں ۔ اور اس کی راہ میں اگر جان بھی دینی پڑے تو ہتھیلی پر رکھ کر زبان حال سے کہتے ہیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

تاریخ گواہ ہے کہ جنہیں محبوب حقیقی کی محبت کا ایک قطرہ نصیب ہو گیا موت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی اور حوادث زمانہ کے ہزاروں دور بھی ان کی عظمت کے نقوش نہ مٹا سکے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی اَن دیکھی شخصیت دلوں کو مسخر کرتی چلی گئی ۔ وہ لوگ محبتِ محبوب میں ایسے فنا ہوئے کہ صدیوں بعد بھی ان کے آستانوں سے اس کی محبت بٹ رہی ہے ۔ اور ان کے دربار گہربار مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں ۔ انھیں کس چیز نے اتنا بلند کر دیا کہ وہ زمانی و مکانی حدود قیود سے بالا تر ہو گئے ؟ کیا وہ صاحب دولت و ثروت تھے ' دنیوی جاہ و منصب کے

مالک تھے نہیں ایسا نہیں تھا وہ خاک نشین کئی کئی روز تک بھوکے پیاسے رہنے والے صحراؤں بیابانوں میں دیوانہ وار پھرنے والے اور بظاہر مفلوک الحال' پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس جن کی کل کائنات معمولی سی کٹیا ہوتی تھی۔ سوچنے کی بات ہے کہ یہ لوگ آخر کیوں ایسی عظمت پر فائز ہو گئے آج بھی ان کا نام سنتے ہی دلوں میں عقیدت نگاہوں میں ادب اور شعور میں پاکیزگی ڈھل جاتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو بڑی آسانی سے اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ یہ سب محبت کا فیضان ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حیات اُخروی کا دار و مدار محبت پر موقوف ہے اور محبوب جتنا عظیم ہو گا محب کو اتنا دوام اور عظمت ملے گی محبوب فانی ہو گا تو محبت بھی عارضی اور فانی ہو گی جو لوگ دنیوی جاہ و حشمت عزت و شہرت دولت و حکومت اور فانی پیکران حسن سے محبت کرتے ہیں ان کی محبت بھی ڈھلتی چھاؤں ہوتی ہے یہ چار دن کی محبتیں فانی محبوبوں کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہیں۔ محبت وہی دائمی اور باعظمت ہے جو غیر فانی اور قائم بالذات ہستی سے ہو اور وہ صرف محبوب حقیقی کی ذات ہے جس طرح وہ عظیم و حسین و جمیل و جلیل ہے اسی طرح اس کا ذکر اور محبت بھی باعظمت ہے اس سے محبت کرنے والے جب اس کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں تو وہ بھی اپنے بندوں سے یوں محبت کرتا ہے کہ ان کا ذکر کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں پھیلا دیتا ہے۔ فرشتے ان بندوں کی محبت کے ڈھنڈورے پیٹتے ہیں۔

خود اندازہ لگائیں کہ جسے وہ ذات یاد رکھے اسے کون بھلا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عشاق' عرفاء و اولیاء جنہیں ان کی حیات ظاہری میں اگر کوئی نہیں بھی جانتا تھا تو آج سب لوگ ان کے نام سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ ان کے نام کو وظیفہ جان کر پڑھتے ہیں یہ محبوب حقیقی کی یاد اور اس کی محبت کا کمال ہے جس نے فانی انسان کو بقائے دوام عطا کر دی

ے ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

بہر حال عشق و محبت کے اس نازک موضوع پر علامہ موصوف نے بڑے احسن طریقہ سے بحث فرمائی ہے۔ عوام و خواص مبلغین و سامعین ' سب کے لئے گرانقدر اور مفید سرمایہ ہے۔ ادب و احترام عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے یہ رشحات قلم علامہ موصوف کے درد اور جذبہ عقیدت و محبت کے غماز ہیں۔ مطالعہ کرنے والا انشا اللہ تعالیٰ اپنے اندر عشق رسول ﷺ کا دریا موجزن پائے گا اور محبوب کریم ﷺ کے صدقے بگڑی قسمت سنوارے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو محبت و تندرستی کے ساتھ ساتھ عمر دراز عطا فرمائے ' ان کی تصانیف کو قبولیت تامہ بخشے

اور دعا ہے کہ بار الٰہ

ے پیدا دل ویراں میں پھر شورش محشر کر
اس محمل خالی کو پھر شاہد لیلیٰ دے
اس دور کی ظلمت میں ہر قلب پریشان کو
وہ داغ محبت دے جو چاند کو شرما دے

آمین

بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسٓ ﷺ

خاک راہ حجاز ناچیز صاحبزادہ محمد نعیم الحق سیالوی۔

تذکرہ سوزِ محبّت کا کیا تھا اک بار
تا دمِ مرگ زباں سے میری چھالے نہ گئے

یارب چہ چشمہ ایست محبّت کہ من ازو
یک قطرہ آب خُوردم و دریا گریستم

از صد سخن پیرم یک نکتہ مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

نشاط روح بن کر عشق کا پیغام آتا ہے
مگر دل جن کے زندہ ہیں انھیں کے نام آتا ہے

ذوق زمان

ہم عشق میں بھی یکتائی کے قائل ہیں
ایک ہی ہستی کو محبوب بنا رکھا ہے

اس مضمون کے متعلق زمان صاحب کے چند پسندیدہ اشعار

فرشتے آسمان سے دیکھتے ہیں نقش پا ان کے
جو تیرے در پہ بیٹھے فقیر و بے نوا بن کر

عاشقوں

کا کلام

عاشقوں

کے نام

اہل دل اس کو دل نہیں ہے
جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لیئے

یا رب چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازو
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

عقل و عشق

عقل در پیچاک اسباب و علل
عشق چوگاں باز میدان عمل

عقل اسباب و علل کے پیچ و خم میں الجھی رہتی ہے عشق عمل کے میدان کے کھلاڑی کا کھیل ہے

عقل را سرمایہ از بیم و شک
عشق را عزم و یقین لاینفک است

عقل کا سرمایہ خوف و ڈر اور شک و شبہ ہے عشق کا سرمایہ غیر متزلزل عزم و یقین ہے

عقل محکم از اساس چوں چند
عشق عریاں از لباس چوں چند

عقل اگر مگر اور کیوں اور کیسے کی بنیاد پر قائم ہے عشق اگر مگر کے پنساوے سے برہنہ و آزاد ہے

عشق صید از زور بازو افگند
عقل مکار است و دامے می زند

عشق اپنے زور بازو سے شکار مارتا ہے عقل مکار ہے جال لگاتی ہے

عقل چوں باد است ارزاں دو جہاں
عشق کمیاب و بہائے او گراں

عقل ہوا کی مانند ہے اور جہاں میں ہستی ہے عشق نایاب ہے اور بہت قیمتی ہے

جملہ عالم ساجد و مسجود عشق
سومنات عقل را محمود عشق

سارا جہاں ساجد اور عشق مسجود ہے عشق عقل کے سومنات کے لئے (غزنوی) ہے

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل است

مال و جاں اور سر دینا راہ عشق کی پہلی منزل ہے

عشق سلطان است و برہان مبین
ہر دو عالم عشق را زیر نگین

عشق بادشاہ اور روشن برہان ہے دونوں عالم عشق کے زیر نگین ہیں۔

اس لیئے

من بندہ آزادم ' عشق است امام من
عشق است امام من ' عقل است غلام من

اور آپ سے بھی گزارش ہے کہ

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر بنیاد ایماں رکھ

اور

گزر جا خرد سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

پلیز

ساقی کی سمت کان رکھ زاہد خشک کی نہ سن
عشق کا احترام سیکھ عقل کی اقتداء نہ کر

اس لیئے کہ!

خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست
خوش آں کس کہ در بند سودائے دوست
خوش آں دل کہ شیدا است بروئے دوست
خوش آں دل کہ شد منزلش کوئے دوست

قابل توجہ ہیں یہ چند حروف

عشق مے **بخشد** حیات جاوداں
عشق باشد زندگی عاشقاں
عشق خاصہ انبیاء و اولیاء است
در حقیقت عشق ذات کبریا است

اور حق تو یہ ہے کہ!

گر نبودے عشق کے بودے جہاں
عشق آمد باعث کون و مکاں

اور علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

صبح ازل مجھ سے کہا یہ جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

○

عقل دیتی رہی مجھ کو دھوکہ سدا
عشق تھا جس نے منزل پہ پہنچا دیا

○

عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو سب کچھ لٹا دیتے ہیں

○

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے دولت کونین پا گئے

○

عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا
درد کی دوا پائی درد لا دوا پایا

رومی ہو یا اقبال سب عشق ہی کو سر کائنات اور مقصد حیات قرار دیتے ہیں عشق بڑی دولت ہے اس سے انسان انسان ہے مگر اسے پانا اور سنبھالنا بڑا مشکل ہے

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز و دم
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم
مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات ' موت ہے اس پر حرام
تند و سبک سیر ہے گرچہ زمانے کی رو '
عشق خود اک سیل ہے سیل کو لیتا ہے تھام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک
عشق ہے صہبائے خام ' عشق ہے کاس الکرام
عشق کے مضراب سے نغمہ تا حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

روح کی خوارک محبت ہے اللہ تعالیٰ سے محبت محبوب کریم ﷺ سے محبت مخلوق خدا سے محبت امت محبوب ﷺ سے محبت نیکی کے ' دین اسلام سے محبت اس محبت کو عام کرنے کا نام ہی روحانیت ہے روحانی بزرگ پہلے

اپنے آپ کو محبت کی آگ میں جلاتے اور **پھگلا** تے ہیں ۔ اور پھر دوسروں کے سینوں میں یہ آگ روشن کرتے ہیں

روح را جز عشق او آرام نیست

روح کو محبوب کے عشق کے بغیر آرام نہیں

سچ تو یہ ہے کہ ! جو دل محبت سے خالی ہے وہ خانہ خالی کی مانند ہے اس پر شیاطین قبضہ جما لیتے ہیں اس کی سوچ الٹ جاتی ہے پھر اسے اچھی چیزیں بری اور بری چیزیں اچھی لگنے لگتی ہیں ۔ مومن اور منافق میں فرق محبوب کریم ﷺ سے محبت و عقیدت رکھنے نہ رکھنے اور محبوب کائنات ﷺ کی پوری اطاعت بجالانے یا نہ لانے کا ہے

سالار عشق و محبت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا درجہ ساری امت میں اس لیئے سب سے اونچا کہ آپ محبت اور اطاعت محبوب کریم ﷺ میں سب سے بڑھ کرتھے ۔

بقول حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کوئی محبوب کی محبت کا مزہ چکھ لیتا ہے پھر اسے دنیا حاصل کرنے کی مہلت نہیں ملتی ۔

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر فروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند

ورگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت

مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوتا ہے تو محبوب کے سوا سب کو فنا کر دیتا ہے لا کی تلوار غیر محبوب کو ہلاک کرنے میں چلاؤ اور دیکھو باقی کیا رہ گیا محبوب رہ گیا

اور باقی تمام فنا ہو گئے۔ اے عشق شرکت سوز! تجھ پہ آفریں کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب کو فنا کر دیا اس محبوب سے محبت کا تقاضا ہے کہ ہر لمحہ "محبوب" کا ذکر اور تصور انسان پر غالب رہے انسان اپنے "محبوب" کے فرمائے ہوئے قوانین کی تنسیخ یا خلاف ورزی برداشت نہ کر سکے۔ نہ اپنی ذات ہی کی جانب سے اور نہ کسی اور کی جانب سے اسے ہر لمحہ محبوب کی رضا کا خیال دامن گیر رہے ہر عمل میں ہر قدم پر۔ اس کا کام اس کی اطاعت میں ہو۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

○

عشق شور انگیز را ہر جادہ در کوئے تو برد
بر تلاش خود چہ می نازد کہ رہ سوئے تو برد

○

ہر دو منزلے رواں، ہر دو امیر کارواں
عشق بحیلہ می برد، عشق برد کشاں کشاں
عشق ز پا در آورد خیمہ شش جہات را
دست دراز می کند تا بہ طناب کہکشاں

○

عشق انداز تپیدن ز دل ما آموخت
شرر ماست کہ برجست بہ پروانہ رسید

○

عاشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد
عاشق آں است کہ بر کف دو جہانے دارد

عاشق آں است کہ تعمیر کند عالم خویش
در نسازد بہ جہانے کہ کرانے دارد

○

یم عشق کشتی من ، یم عشق ساحل من
نہ غم سفینہ دارم ، نہ سر کرانہ دارم

○

مارا نہ غم دوزخ و نے حرص بہشت است
بردار ز رخ پردہ کہ مشتاق لقائیم

○

دل اندر زلف لیلیٰ بندو کارے عشق مجنوں کن
کہ عاشق را زیاں دارد مقالات خرد مندی

دل محبوب کی زلفوں میں مجنوں کی طرح باندھ لے اور مجنوں کی طرح کام کر یعنی اپنے مقصود کے حصول کے لئے یکسو ہو کر کام کر۔

جہان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست
ز مہر او چہ می خواہی در و ہمت چہ می بندی

جب اس جہان پیر (دنیا) کی سرشت و عادت میں وفاداری و مروت نہیں ہے تو اس کی محبت سے کیا چاہتا ہے اور اس کی جانب تو ہمہ تن کیوں متوجہ ہے

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست
ہر جا کہ ہست پرتو روئے حبیب ہست

عشق کے دیوانے کے لیے خانقاہ اور بت خانہ میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ عاشق کی نگاہوں میں سوا محبوب کے چہرے کی کچھ نہیں ہے

بہر سو جلوہ دیدار دیدم

بہر چیزے جمال یار دیدم

میں نے ہر طرف دوست کا جلوہ دیکھا
میں نے ہر چیز میں دوست کا جمال دیکھا
حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جان نداد بجاناں نمی رسد
تا صد ہزار خار نمی روید از زمیں
از گلبنے گلے بہ گلستان نمی رسد

اے حافظ صبر سے کام لے کیونکہ راہ عشق میں کوئی اپنے معشوق کو حاصل نہیں کر سکا۔ جب تک اس نے اپنی جان کی بازی نہ لگا دی ہو یعنی ہزاروں 'کوششوں' قربانیوں کے بعد کامیابی و کامرانی کا دن دیکھنا نصیب ہوتا ہے

غلام نرگس مست تو تاجدار انند
خراب بادہ لعل تو ہوشیار انند

اے محبوب جو لوگ تیری نرگس مست (آنکھوں) کے غلام دیوانے ہیں دراصل وہی بادشاہ ہیں اور جو لوگ تیرے بادہ لعل۔ ہونٹوں کی سرخی) کے شیدائی ہیں وہی عقل مندو سمجھ دار ہیں۔

نصیب ما ست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحق کرامت گنہگار انند

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بہشت محبت ہماری قسمت میں لکھ دی اے واعظ ہمارے پاس سے چلا جا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق سب سے زیادہ گنہگار لوگ ہی ہیں۔

بیا .بمیکدہ و چہرہ ارغوانی کن

مرو بصومعہ کانجا سیاہ کار انند

اے مخاطب! محبت والوں کے میکدہ میں آ اور اپنے چہرہ کو ارغوانی (سرخ) بنالے

بے معرفت مباش کہ اندر مذید عشق

اہل نظر معاملہ با آشنا کنند

محبوب کی معرفت و پہنچان حاصل کرنے میں سستی نہ کر کیونکہ راہ عشق میں ہمیشہ اہل نظر حضرات دوستوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے ہیں

خلاص حافظ ازاں زلف تابدار مباد

کہ بستگان کمند تو رستگار افند

اے حافظ محبوب ﷺ کی زلف تابدار کی غلامی سے وابستگی سے کبھی بھی دور نہ ہو کیونکہ جو لوگ آپ ﷺ کی زلفوں کے اسیر ہیں دراصل وہی لوگ نجات والے ہیں

یا الٰہی چشم بینائی بدہ

در سرم از عشق سودائی بدہ

یا اللہ مجھ کو چشم بصیرت عطا فرما اور میرے سر میں اپنے عشق کا جنوں پیدا فرما

آتش افگن در دلم مانند طور

شعلہ برخیزد و گردد زنگ دور

آتش طور کے مانند میرے دل میں آتش عشق بلند فرما تاکہ اسی آتش عشق کے بلند ہونے سے میرے جسم کا زنگ کافور ہو کر اڑ جائے۔

سالہا شد از تو می خواہم دوا

حاجتم را چوں نمی سازی دوا

عرصہ دراز سے میں اپنے دل کی بیماری کی دوا طلب کر رہا ہوں میری حاجت کو پوری فرما

معشوق من از حسن و جمالے دارد
ہر چہرہ خوب خط و خالے دارد
کافر شدہ آنکہ دید خط و خالش
کافر باشد ہر آنکہ خالے دارد

○

عشق تیرا نہ گر میرا مسیحا ہوتا
میں بھی گمراہی کے ویرانوں میں کھویا ہوتا

○

جب محبت میں ہوتا ہے کوئی مجبور تلاش
عشق کی قندیل لے کر راہ دکھاتا ہے دل

○

بنازم بہ بزم محبت کہ آنجا
گدائے با شاہے مقابل **نشیند**

○

محبت اصل میں وہ راز حقیقت ہے
جو سمجھ میں آتا ہے سمجھایا نہیں جاتا

○

سمجھا نہیں ہنوز میرا عشق بے ثبات
تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

○

زمانے کو جو چاہے عطا کر دے
مگر عشاق کو درد جگر دے

خداوندا مجھے جنت کے بدلے جنوں دے
سوز دے آہ سحر دے

○

خوشا آتش شوق ارباب عشق
خوشا لذت درد اصحاب عشق
خوشا مے پرستی ز صاحبدلاں
خوشا ذوق مستی ز اہل دلاں
ہر ایک کی قسمت میں کہاں یہ درد محبت
یہ بڑی چیز ہے مگر جسے خدا دے

○

جہان عشق کی تعلیم سے ہر کوئی نہیں واقف
یہ ہے وہ علم جو مکتب میں سمجھایا نہیں جاتا

○

خرد سے جب کبھی پوچھا الٹا ہی جواب آیا
جنون عشق ہی منزل بمنزل کامیاب آیا
مقام عشق میں ایسا بھی اک مقام آیا
جہاں ایاز کا محمود بھی غلام آیا

○

میدان عشق ہے جہاں ہمدم سنبھل کے آ
یہ ہے حریم یار یہاں سر سے چل کے آ
ہو گا وصال یار میسر بھی ایک دن
لیکن سوز و گداز کی بھٹی میں جل کے آ

○

شمع پر اس لئے جل جل کے مر جاتے ہیں پروانے
کہ پروانوں نے جلوہ یار کا اس نار میں دیکھا

○

اتنا آساں تو نہیں عشق میں منزل پانا
ایسے کاموں میں تو بس خون جگر لگتا ہے

○

پیام عشق سناتا ہوں عشق والوں کو
جہاں میں ہاتف غیبی کی اک ندا ہوں میں

○

وہ بزم بزم نہیں مزبلہ ہے اے زماں
کہ جس میں عشق و محبت کی قیل و قال نہیں

○

ہے اک نار جو اس نار پر بھی ہے غالب
وہ نار عشق فقط عاشقوں کی آہ میں ہے

○

کوئی ہو شاہ یا گدا کوئی
تجھ سے اے عشق کب بچا کوئی

○

اے عشق بنائے ہیں تو نے سب کافر و مومن دیوانے
اے مشعل حسن ازل تجھ پر جل جل کر مرے ہیں پروانے

○

اہل دل اس کو دل نہیں کہتے

جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لئے

○

اس کے دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہو گی
نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے

○

نغمہ عشق سناتا ہوں اس شان کے ساتھ
رقص کرتا ہے زمانہ میرے وجدان کے ساتھ

○

ہماری حسن پرستی پہ اعتراض نہ کر
صنم پرست خدا آشنا بھی ہوتے ہیں

○

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش ہے
کہ لگائے نہ لگے اور بجائے نہ بجھے

○

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

○

جب سے ہوا ہے عشق مجھے گلعذار کا
رہتا ہے میرے سامنے موسم بہار کا

زلف سیاہ اک رخِ روشن پہ دیکھ کر
نقشہ بدل گیا میرے لیل و نہار کا

○

عشق میں جو اپنی ہستی کھو گیا
وہ سبھی اسرارِ عالم پا گیا
شکل و صورت پر نہیں موقوف حسن
دلربا وہ ہے جو دل کو بھا گیا

○

دل میں ہے سوز عشق و غم ' تن کو نہ وہ جلائے کیوں
جلتے ہیں اپنی آگ میں ' کوئی ہمیں جلائے کیوں

○

عشق ہے پردہ دار حسن ' حسن ہے پردہ دار عشق
عقل نہ گر ہو پردہ دار ' پردے میں منہ چھپائے کیوں

○

اے دل ذرا سنبھل کے محبت کا نام لے
کمبخت ! بار عشق تجھ سے اٹھایا نہ جائے گا

○

سالک راہ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

○

عشق کی منزل میں قدم سوچ کے رکھنا
دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے

○

الفت ہے اگر گناہ لوگو 'میں بھی یہ گناہ کر رہا ہوں
میں بھی ہوں نصیر کیا تماشا جو نہ ہو سکے وہ کر رہا ہوں

اور

عشق کو درد سر کہنے والو
ہم نے تو یہ درد سر لے لیا ہے

الٰہی

جوانوں کو سوز جگر بخش دے
میرا عشق میری نظر بخش دے
تڑپنے ' پڑکھنے کی توفیق دے
دل مرتضٰی سوز صدیق دے

آمین ثم آمین

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است
ہر دم ہزار بوسہ زنم دست خویش را
کہ دامنت گرفتہ بسوئم کشیدہ است

○

عشق کیا ہے ؟ آرزوئے قُربِ حُسن
حُسن کیا ہے ؟ عشق کا حُسنِ خیال

یہ چند شعر اگر راحت جان محسوس ہوئے۔ اور دل ھل من مذید ھل من مزید کے نعرے بلند کرتا ہو تو ہماری کتاب۔ ذوق زماں ' انتخاب زماں۔ خیال زماں کا مطالعہ فرمائیں۔

غزل

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
چوں نہ گویم چوں مرا دِلدار می گوید بگو
آنچہ نتواں گفت اندر صومعہ با زاہداں
بے تحاشا بر سرِ بازار می گوید بگو۔
بندۂ قدوس گنگوہی خدارا خود شناس
ایں ندا از غیب با اصرار می گوید بگو

آتش رخسار گل خرمن بلبل بسوخت
چہرہ خندان شمع آفت پروانہ شد
پنجہ زد عشقت لباس پارسائی پارہ شد
طاعت صد سالہ ام تاراج یک نظارہ شد

بیان محبت

از محبت تلخہا شیریں شود
از محبت مسہا زریں شود

محبت کے سبب کڑوی چیزیں بھی میٹھی معلوم ہوتی ہیں اور محبت ہی کے باعث مس (خام تانبہ) سونا بن جاتا ہے۔

از محبت سجن گلشن می شود
بے محبت وضہ کلخن می شود

محبت کی وجہ سے قید خانہ باغ بن جاتا ہے اور محبت نہ ہوتے ہوئے باغ بھی کلخن (بھاڑ) اور جائے تکلیف معلوم ہوتا ہے۔

از محبت نار نوری می شود
واز محبت دیو حوری می شود

محبت کے باعث آگ نورانی ہو جاتی ہے اور محبت کی وجہ سے دیو بھی پری چہرہ نظر آنے لگتا ہے۔

از محبت سقم صحت می شود
واز محبت قہر رحمت می شود

محبت کے سبب بیماری تندرستی کا مزہ دینے لگتی ہے اور محبت کے باعث سختی رحمت بن جاتی ہے۔

از محبت مردہ زندہ می شود
و از محبت شاہ بندہ می شود

محبت کی وجہ سے مردہ زندگی پا جاتا ہے اور محبت ہی کے باعث بادشاہ غلام بن جاتا ہے۔

عشق حقیقی کے لئے مجازی کا ہونا ضروری ہے

صاحبِ تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ
زلیخا کا عشق اگرچہ مجازی تھا لیکن سچا اور مبنی بر حقیقت تھا
اس لئے مقصود حاصل ہو گیا اور مجاز سے اسے حقیقت نصیب ہوئی
اس لئے کہ مجاز حقیقت کے لئے بمنزلہ پُل کے ہے یا سیڑھی کے

؎ نہ روک عشق مجازی سے ناصحا مجھ کو
کہ یہ مجاز حقیقت ہے با خدا کے لیئے

کہتے ہیں لوگ حُسن پرستی گناہ ہے
ہم کو تو اس گناہ نے انسان بنا دیا

سب کچھ گنوا کے ہم نے راہ محبت میں
دشوارئ حیات کو آساں بنا دیا

ہماری حُسن پرستی پہ اعتراض نہ کر
صنم پرست خدا آشنا بھی ہوتے ہیں

(مزید تفصیل ہماری کتاب حقیقت انساں میں ملاحظہ فرمائیں)

محبت کرو

○ محبوبِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا

اپنے یار دوست زیادہ بناؤ (یعنی محبت کرو) اس لئے کہ تمہارا رب باحیا اور کریم ہے - اس بندے سے حیا کرتا ہے جس کے دوست بہت زیادہ ہوں اور وہ اسے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے

○ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو کسی کو نظر شفقت سے دیکھتا ہے' دل میں اس کے لئے کسی قسم کا کینہ اور غصہ نہیں رکھتا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کیئے جاتے ہیں -

○ جب بندے کو اللہ تعالیٰ اپنے کاموں کے لئے منتخب فرما لیتے ہیں'

پھر کسی اور کام کا نہیں رہتا - رہ سکتا ہی نہیں - اور یہ انتخاب بندوں پر عنایت الہی کی حد ہوتی ہے -

عمر گزری خیال میں ان کے
کتنے نازک خیال ہیں ہم لوگ
حسن میں آپ کا جواب نہیں
عشق میں بیمثال ہیں ہم لوگ
صورت یار بس گئی دل میں
اب سراپا وصال ہیں ہم لوگ
ہم کو سونپی گئی امانت عشق
قابل اعتبار ہیں ہم لوگ
قبر میں بھی جنہیں سکوں نہ ملا
تیرے وہ بے قرار ہے ہم لوگ

کسی سے محبت کی علامت

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں کسی سے محبت کرتا ہوں پھر کیسے معلوم کروں کہ اسے بھی میرے ساتھ محبت ہے یا کہ نہیں اس کے متعلق مجھے کوئی علامت بتایئے

آپ نے فرمایا کہ آپ نے دل سے اگر وہ اس سے محبت کرتا ہے تو سمجھ کہ وہ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے

و علی القلوب من القلوب دلائل
بالود قبل تشاھد الاشباح

○ دل کو دل سلام کرتا ہے اجسام کو معلوم ہونے سے قبل
○ دلوں کے علم دلوں ہی سے سیکھے جاتے ہیں۔ یہ علم وہبی ہے کسبی نہیں
○ دلوں کے دل استاد ہوتے ہیں دل ہی دلوں کو پڑھایا کرتے ہیں۔
○ یہ شاہی سکے دل کی ہی ٹکسال میں ڈھالے جاتے ہیں۔
○ علم قال میں اور عشق حال میں معروف ہے قال دردِ سر اور حال دردِ جگر ہے

دل نے سینے میں تڑپ کر انھیں جب یاد کیا
در و دیوار کو آمادہ فریاد کیا
تم جس کو دیکھ لو وہ نہ پہلو میں پائے دل
تم سا جو دلربا ہو تو کیونکر بچائے دل

(مزید تفصیل ہماری کتاب محبت اور علامات محبت میں ملاحظہ فرمائیں

حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان

اگر مجھے عذاب کے خزانوں کا مالک بنا دیا جائے تو میں عاشق کو عذاب نہ دوں گا

اس لئے کہ وہ اس بیماری میں اضطراراً مبتلا ہو کر برائی سے بچ گیا۔ اور اپنا عشق کسی پر ظاہر نہ کیا وہ اسی حالت میں مرگیا تو وہ شہید ہے

اور جو عشق سے محروم و غافل ہوتا اسے سزا دیتا کہ تو نے عشق کیوں نہیں کیا۔

○ اہل محبت اللہ کی راہ میں مرے اگرچہ اپنے بستر پر مرے۔

انہیں ایک خصوصی زندگی عطا ہے جو عام مردوں کو حاصل نہیں۔ پس ہم انھیں عام مردوں کیوں کر شمار کر سکتے ہیں

○ عاشق حقیتاً زندہ ہیں' اگرچہ صورتاً زندہ نہیں

○ جس کی قبر زندہ ہے' بے شک زندہ ہے۔

○ جس نے انہیں مردہ کہا' متعصب ہے اور کوئی متعصب حقیقت کو نہیں پا سکتا

ہر شناور کو نہیں ملتا تلاطم سے خراج
ہر **سفینے** کا محافظ ناخدا ہوتا نہیں
ہر بھکاری پا نہیں سکتا مقام خواجگی
ہر کس و ناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں
قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محبوب سے اجالا کر دے

(مزید تفصیل ہماری کتاب قوت عشق میں ملاحظہ فرمائیں) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ے ہر کہ او در عشق صادق آمدہ است
برسرش معشوق عاشق آمدہ است
عمر یصدقے عشق پیش آید ترا

جو بھی عشق میں سچا ہوتا ہے۔ تو خود معشوق عاشق کے ہاں حاضر ہوتا ہے۔ اگر تو عشق میں سچا ہے تو تیرا معشوق تیرا خود عاشق ہو گا

○ اور حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں۔

عاشق شو از نہ روزے کار جہاں سر آید
ناخواندہ نقشی مقصود از کار گاہ ہستی

عاشق غم نہ کھایئے 'ایک دن یہ ختم ہوں گے اور تیرا مطلوب تجھے نصیب ہو گا

اے بندے

تو لطفِ محبوب سے آگاہ نہیں وہ تجھے ہر زماں عاشق کی طرح دیکھتا کاش تجھے اس کے عشق کی خبر ہو جائے کہ وہ تجھ سے زیادہ تیرا مشتاق ہے اگر تیری چشم محبت والی ہو جائے تو وہ معشوق خود تیرا شیدا ہو جائے وہ جانِ جہاں بالکل تیرے نزدیک ہے بلکہ وہ محبوب تیرے اندر جان کی طرح نہاں ہے یہ سارا حجاب تیری طرف سے ہے ورنہ میرا وہ محبوب تو بالکل بے حجاب ہے

ے خود چلے آتے ہیں حسین اعظم
کس قدر خوش خصال ہیں ہم لوگ

(مزید تفصیل ہماری کتاب محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ملاحظہ فرمائیں۔)

عشاق کے بارے میں میرے لجپال کا فرمان

ایک مجلس میں میرے لجپال نے یہ چند اشعار ارشاد فرمائے

اے نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم
لطف تو تب ہے کہ ہر زخم نمک دان ہو جائے

ساتھ فرمایا کسی اور نے بھی کیا خوب کہا ہے

اے زاغ چوں بمریم بخوری تمام گوشت
دو چشم را گزار کہ بینم جمال دوست

○

پارہ ہائے دل من صد پارہ بہم مے سازند
تاشنیدم کہ سگ کوئے تو مہمان شدنی است

اس کے بعد عربی کا ایک شعر ارشاد فرمایا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے ...

یعنی مجنوں اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے **انیری مقام الشمس** اے محبوبہ تو سورج کی جگہ روشنی کر صبح نکلنے تک اور چودھویں کا چاند بن کر کھڑی رہ بدر کی جگہ اگر چودھویں کا چاند غروب ہو گیا یہ (محبوبہ) چودھویں کا چاند ہے۔ حسن کے لحاظ سے اور عورتیں ستارے ہیں پس ستاروں اور چودھویں کے چاند کے درمیان امتیازی جدائی ہے۔

ایک مرتبہ بڑے عاشقانہ انداز میں یہ شعر ارشاد فرمایا

از مدرسہ بکعبہ روم یا .بمیکدہ
اے پیر راہ بگو کہ طریق صواب چیست

ایک مرتبہ فرمایا اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمتہ اللہ علیہ کو اس شعر پہ وجد ہوا تھا

شراب عشق کا ندر جام کر دند
نصیب عاشقاں بدنام کر دند
ثنائے زلف رخسار تو اے ماہ
ملائک ورد صبح و شام کر دند

حضرت خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی کے بارے میں کچھ فرمارہے تھے ارشاد فرمایا

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ایک مجلس میں حضرت خواجہ محمد فخرالدین فخرجہاں رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ آپ سے کسی نے روافض کے بارے میں استفسار فرمایا کہ کیاان لوگوں کے متعلق آپ کا کیا مسلک ہے تو فرمایا

نہ سنی ام کہ زند طعنہ رافضی احمق
نہ شیعہ ام کہ کند سنی ام گریباں شق
غلام حضرت عشقم و گر نے دانم
کہ کیست برسر باطل وکیست بر سر حق

لفظ غلام حضرت عشقم پر مسکرائے۔ اور کسی بزرگ کا یہ شعر بھی آپ کو بہت پسند تھا تصوریار میں جھوم جھوم کے پڑھا کرتے تھے۔

منم احقر و اسفل وادنیٰ و کمتر
بریں نازم کہ دارم نسبت تو

ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے مرید کو وظیفہ بتایا کہ دریا کے کنارے بیٹھ کر رات کو کرنا پہلی رات دوران وظیفہ ایک تھیلی رقم کی اس کے سامنے آپڑی اس نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ خدایا میں نے دنیا کے لیئے تو وظیفہ شروع نہیں کیا محض تیری ذات کی محبت ہے۔ یہ کہہ کر چھڑی سے

اس تھیلی کو دریا میں ڈال دیا۔ اور دوسرے روز دوگناہ رقم والی تھیلی آپڑی اسے بھی یہ کہہ کر دریا میں ڈال دیا کہ اے اللہ تیرا عشق ہے اگر دنیا کی محبت ہوتی تو کوئی کسب اختیار کر لیتا۔ مجھے تو اپنی ذات سے آشنا کر دے۔ علی ہذا القیاس تیسری رات کو سہ گنا رقم سے بھرپور تھیلی آپڑی اسے بھی مذکوہ شوق و ذوق ظاہر کر کے دریا میں پھینک دیا۔ بالاخر ایک رات دریا کی دوسری جانب سے ایک حسین لڑکی آکر اس شخص کے سامنۓ بیٹھ گئی۔ دونوں میں محبت اور عشق کی لہر دوڑی۔ روزانہ اسی وقت وہ لڑکی دریا پار سے آجاتی اور اس شخص کے سامنے بیٹھی رہتی۔ اس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے دیکھتے بالاخر جدا ہو جاتے۔ ایک رات اس کے شیخ نے خیال کیا کہ مرید کا پتہ کروں۔ رات کو کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے چنانچہ اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا تو شیخ صاحب نے پوشیدہ ہو کر معائنۂ شروع کیا۔ لڑکی آکر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ کافی وقت دیدار کرنے کے بعد لڑکی واپس چلی گئی اور یہ بھی اُٹھ کر اپنا راستہ چل دیا۔ اس کا پیر بھی خفیہ طور پر اس کے تعاقب میں رہا بالا آخر وہ ایک گھر میں داخل ہوا۔ وہ گھر بھی شیخ صاحب کا مرید گھرانہ تھا۔ وہیں پہنچ گئے دریافت کیا کہاں گیا تھا اور کیا کام کیا۔ مرید نے ٹال مٹول کیا تو شیخ نے خود بتایا کہ تو فلاں جگہ سے ہوتا ہوا فلاں جگہ پہنچا وہاں بیٹھ گیا ایک حسین لڑکی تیرے سامنے آکر بیٹھ گئی۔ اتنا وقت تم دونوں ایک دوسرے کے رو برو بیٹھے رہے۔ پھر دونوں یکے بعد دیگرے اپنے اپنے راستہ پر واپس ہو گئے۔ فلاں فلاں مقام راستہ کے ذریعہ تو اس مکان میں پہنچا ہے۔ یہ سن کر اس نے اعترف کیا اور آہ نکال کر پیچھے گر کر مر گیا۔ چونکہ اس کا عشق حقیقی تھا اور حقیقی عشق کا ذرہ بھر اظہار بھی عاشق کی کے لیئے ایٹم بم ہوتا ہے اس لئے ملک عدم کو روانہ ہوا۔ جب صبح اس کا جنازہ پڑھ کر گورستان میں دفن کر کے لوگ واپس ہوئے تو دیکھا دریا کی دوسری

کشتی والے دریا عبور کر کے جانب سے ایک کشتی آ رہی ہے بڑی تیزی سے اترے اور آواز دی کہ ٹھہرو جنازہ پڑھا کر جانا

چنانچہ یہ ٹھہر گئے ایک عورت کا جنازہ پیش ہوا مل کر پڑھا گیا تمام گورستان میں اس کی قبر کی لیئے جگہ نہ ملی۔ آخر کار اس شخص کی قبر کے بالکل متصل ہی عورت کی قبر کیلئے جگہ میسر ہوئی۔ وہاں دفن کی گئی۔ عورت کا جنازہ لانے والوں سے دریافت کیا گیا یہ کون ہے؟ تو ان لوگوں نے بتایا یہ کنواری لڑکی اپنی والدہ کے پاس بہت سی عورتوں میں بیٹھی تھی اچانک کھڑی ہو گئی (یہ وقت اس آدمی کی فوت گی والا بتایا) والدہ کو کہا اماں جان میری علیحدہ بات سنیں۔ والدہ نے کہا تجھے علیحدہ بات کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیوں کرتی ہے لیکن وہ لڑکی نہایت بے قراری میں آ کر کہنے لگی ضرورت ہے اور علیحدہ والدہ نے کہا اگر کوئی بد فعلی یا روسیاہی کی بات ہے تو ان عورتوں کے سامنے ہی بتا دے ورنہ ان کا شبہ زیادہ ہو گا۔ جب والدہ نے ایک نہ مانی تو آخر کار پریشان ہو کر کہا جلدی کریں مجھے اپنی سنگت سے رہنے نہ دینا یہ کہہ کر گری اور روح پرواز کر گئی۔ یہ در حقیقت وہی عاشقہ لڑکی تھی جو اپنے دوست کی موت سے باخبر ہو کر قبر میں ساتھ گئی ہے ان کا عشق حقیقی تھا دنیا میں اگر کوئی لذت والی چیز ہے تو یہی ہے اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

در خرمن کائنات چوں کردیم نگاہ
یک دانہ محبت دید باقی ہمہ کاہ

۳ رجب ۹۲ ۱۳ھ بروز دوشنبہ فرمایا قیس نے لیلیٰ کی ایک سہیلی رکھی ہوئی تھی جو راستہ پر بیٹھی اور لیلیٰ کی خبریں اور خطوط وغیرہ پہنچاتی۔ اس کا نام شفیقہ تھا۔ لیلیٰ نام وہاں کے لوگ اپنے بچوں اور پیاری اشیاء کا رکھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے یہ نام لے کر اپنے بچے کو بلایا جو قیس کے کانوں پر پڑا تو قیس نے کہا

نادی باسم لیلٰی اسخن اللّٰہ عینہ
الیلٰی فی ارض الشام بارض قفر
یقولون لیلٰی بعراق حریصة
وانی علٰی کل حرض بالعراق شفیق
یا ظبیات کاہ قلن لنا
لیلای منکن ام لیلای من البشر

آپ نے فرمایا مختصر معانی اور مطول میں یہ شعر مثال کے طور پر لایا گیا ہے کہ بعض اوقات شعراء نے کلام میں عشق کا اندازہ ظاہر کرتے ہیں کہ جہاں ضمائر کا استعمال کرنا ہو وہاں بجائے ضمیروں کے محبوب کا نام تکرار کے ساتھ محض محبت و عشق کی وجہ سے دہراتے ہیں۔ لہٰذا اس شعر میں بھی لیلیٰ کے لفظ کا تکرار محض عشق کی وجہ سے قیس نے کیا۔ اگر دوسری جگہ بجائے لیلیٰ کے ضمیر مؤنث لاتا تو جائز تھا۔

فرمایا نجد کے علاقہ کا تمام عشق اللہ نے قیس کو دے دیا باقی نجد خشک رہ گیا۔ فرمایا ایک مرتبہ ایک مقام جس کا نام بجوع ہے وہاں مزاحم (لیلیٰ کا دادا) اور ملوح (قیس کا والد) دونوں بھائی گئے ہوئے تھے تو قیس کو بھائی ملوح نے کہا اپنے چچا کے گھر جا کر کچھ زیت (زیتون) لا اس نے وہاں جا کر زیت مانگا تو لیلیٰ کی والدہ اور مزاحم کی بیوی نے لیلیٰ سے کہا اندر مشک لٹکی ہوئی ہے اس سے زیت نکال کر قیس کو دے جب اندر جا کر لیلیٰ نے مشک کا دہانہ کھولا اور قیس سے برتن لے کر اس کے نیچے رکھا تو ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا اور وہ برتن زیت سے بھر کر زیت نیچے گرتا رہا یہاں تک کہ فرش تیل سے لت پت ہو گیا ان دونوں کو اس کی خبر تک نہ تھی۔ صرف ایک دوسرے کی طرف دیکھتے دیکھتے کھڑے رہے۔ بالآخر لیلیٰ کی والدہ نے خیال کیا کہ

اتنی دیر کیوں لگائی ہے ۔ جب اندر داخل ہوئی اور زینت کا حال نیز دونوں کا نظارہ دیکھا تو لیلیٰ کو پیچھے سے جا کر دونوں ہاتھ زور سے مارے وہ چونک پڑی ۔ جس طرح کوئی نیند سے جاگتا ہے ۔ اسے عشق و محبت کی مستی میں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ کس حال میں ہوں والدہ کے ہاتھ مارنے سے گویا بیدار ہوئی ۔ اس کی ماں نے مزاحم کو کہا ان دونوں کا تو یہ حال ہے مزاحم نے غصہ میں آ کر کہہ دیا کہ قیس کو ہمارے گھر نہ آنے دینا اور لیلیٰ کو اس سے پردہ کراؤ قیس نے جاتے جاتے اپنے چچا مزاحم کی باتیں سن کر یہ شعر پڑھا

ان تمنعو لیلی وتحموا بلادھا

ولن تمنعوا علی القوافیا

آخر کار ان کے عشق کی شہرت ہو گئی تو خاندان والوں نے کہا کہ لیلیٰ قیس کی چچا زاد بہن ہے اگر مزاحم اپنے بھتیجے کو یہ لڑکی دے دیوے تو کیا حرج ہے ۔ اس نے اور کہاں بھیجنی ہے چنانچہ بہت سے افراد مل کر مزاحم کے پاس آئے اور اسے مجبور کیا کہ اپنے بھتیجے سے نکاح کر کے دے دے کیونکہ ان دونوں کی حالت پوشیدہ نہیں ہے اور اس حال میں ان کا رہنا نا مناسب ہے ۔ اس نے کہا اگر یہ صورت نہ ہوتی تو

میں نکاح (شادی) کر دیتا۔ اب اگر اسے دوں تو لوگ کہیں گے کہ اپنی بیٹی عاشق کو دے دی اور یہ عیب ہے ۔ میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا مگر لڑکی نہ دوں گا۔ اس لئے وہ نجد سے بمعہ اہل و عیال و اسباب و مال روانہ ہوا۔ جہاں رات آ جاتی خیمہ لگا کر گزارہ کر لیتا۔ چلتا چلتے کویت میں آ کر قیام کیا۔ قیس بھی اونٹنی پر سوار ہو کر بمعہ خدام و سامان پیچھے پیچھے چل دیا ۔ راستہ پوچھتا ہوا انہی مقامات سے گزرتا آیا اور وہیں خیمے لگاتا آیا جہاں مزاحم گزرا تھا اور خیمے لگائے تھے ۔ ایک جگہ ایک بڑھیا کے پاس سے گزرا اس سے قافلہ کے متعلق پوچھا تو اس نے

بتایا کہ جو قافلہ تو پوچھتا ہے وہ فلاں رات فلاں جگہ پر خیمہ زن ہوا تھا۔ جب وہاں پہنچ کر خیمہ کے نشانات علامات چولہا وغیرہ کا نشان پایا تو اس زمین کو چومنے لگا اور کہتا تھا کہ اس جگہ لیلیٰ کے قدم لگے ہوں گے یہ کہہ کر اس جگہ کو بار بار چومتا پھر دوسری جگہ کو بھی یہی کہہ کر بوسہ دیتا۔ وہ بڑھیا اس خاک بوسی والا معاملہ دیکھ کر اپنے قبیلہ کی طرف جلدی سے گئی انہی حال بتایا اور کہا شاید کوئی جن ہے جب وہاں کے لوگوں نے قیس کا حال وہاں آ کر دیکھا اور متعجب ہوئے تو قیس نے کہا میری زمین بوسی کی وجہ یہ ہے۔

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذا الجدار و ذا الجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیار

پھر وہاں سے کویت پہنچا تو اس وقت لیلیٰ مریضہ ہو چکی تھی بلکہ قریب المرگ معلوم ہوتی تھی اور اس کی والدہ اس کی ہمنوا ہو چکی تھی۔ اب تو قیس آ جاتا تاکہ لیلیٰ کی زندگی کا باعث بنتا۔ جب سُنا کہ قیس فلاں جگہ آگیا ہے تو لیلیٰ کو کہا کھڑی ہو وہ تو آگیا ہے وہ اٹھی اور فوراً قیس کے پاس دونوں گئیں

بندہ کے عرض کرنے پر کہ حضور محرم کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا عورت کے لیئے وہ شخص محرم ہوتا ہے جس کے ساتھ نکاح شرعاً ناجائز ہو تو پوچھا جو لوگ عاشق ہوئے ہیں مثلاً لیلیٰ مجنوں ہیر رانجھا لیا یہ محرم تھا ایک دوسرے کے یا غیر محرم۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ عاشق حقیقی ہوئے ہیں اور نہایت بلند مقام پر تھے وہاں محرم اور غیر محرم کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ عرض کیا کیا وہ شریعت کے ماتحت نہیں تھے؟ یا شریعت اقدس ان کیلئے نہیں ہے؟ فرمایا وہ غیر مکلف اور مرفوع القلم ہوئے ہیں۔ سوا ذات باری تعالیٰ کے انہیں کچھ اور

خیال ہی نہ تھا مجنوں کو کہا گیا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے ایک عورت پر عاشق ہو کر اپنے آپ کو خراب کر رہا ہے تو اس نے جواب دیا میں تو یہ بھی نہیں چاہتا کہ یہ میرے واسطے حلال ہو جائے اور مجھے نکاح میں مل جائے ' میرا عشق نفسانی خواہشات والا نہیں ہے آپ نے فرمایا ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے انوار نظر آتے ہیں۔

فرمایا لیلیٰ کا نکاح ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا خاوند جا رہا تھا مجنوں سے کہا گیا وہ لیلیٰ کا خاوند جا رہا ہے مجنوں اس کے سامنے آیا اور اس کے ہاتھ چومنے لگا اور کہا تجھے لیلیٰ سے نسبت مجھ سے زیادہ ہے۔ حج پر جاتے ہوئے مجنوں کو والد نے کہا کہ بیت اللہ شریف کا غلاف پکڑ کر پہلے جو دعا مانگی جائے منظور ہوتی ہے تو اس وقت دعا مانگنا اللہ مجھ سے لیلیٰ کا عشق لے لے اور اپنا عشق عطا فرما مجنوں نے اس وقت دعا مانگی اے اللہ مجھے لیلیٰ کا عشق دے جس پر اسے والد نے پیٹا دراصل ذات حقیقی کے انوار ہی پر اس کا عشق تام تھا۔ ماسوا اللہ سے قطع کر کے حقیقی محبوب وہی **ذات وحدہ لا شریک لہ** میں مجذوب و مجنوں تھا(**اذاتم العشق واللّٰہ ھو اللّٰہ**)

فرمایا اگر مجھے ہیر معاف کر دے تو میں اس کی کرامت بتاتا ہوں ' ایک دفعہ قریشی نور زمان میرے ساتھ تھا جب کہ ہم نے ایک ہندو کا ٹانگہ لے کر ہیر کے روضہ پر جانے کا ارادہ کیا۔ وہاں پہنچ کر ٹانگہ والے سے کہا اڑھائی بجے رات کے ریل پر سوار ہونا ہے ہمیں آ کر وقت مقرر پر لے جانا مسجد میں سامان رکھوا کر نور زمان کو وہاں سامان کے پاس بٹھایا اور میں ہیر کے روضہ میں گیا ساون کا مہینہ تھا سخت گرمی و حبس تھا اور ہوا کا نام نشان نہ تھا۔ جب اندر داخل ہوا تو بے انتہا گرمی اور اضطرابی ہوتی۔ اگرچہ روضہ کی چاردیواری کے اوپر سے خلا ہے چھت بالکل نہیں ہے تاہم دیواروں کے اندر گرمی تھی۔ رات کا وقت تھا ' سرہانہ کی طرف

بیٹھ کر سورۃ الملک پڑھنا شروع کر دی ۔ اچانک اندر سے مزار والے غلاف کو اس طرح حرکت ہوئی جیسے کوئی اہتمام سے ہلاتا ہے غلاف کے نیچے سے ہوا نکلی جو چار دیواری کے اندر زور زور سے چلنے لگی ۔ نہایت خوشبو دار ٹھنڈی اور راحت بخش ہوا چلتی رہی یقیناً بہشت کی ہوا تھی ۔ طبیعت پر سکون ہو گئی ۔ اطمینان سے ختم شریف پڑھ کر باہر نکلا تو بالکل ہوا نہ تھی یقین ہوا کہ اندر کی ہوا مزار والی تھی ۔ جب نور زمان قریشی کے پاس پہنچ کر اسے کہا کہ اب تو جا کر ختم شریف پڑھ آ تو اس نے اندر جاتے ہی فوراً باہر منہ نکالا اور پوچھا اندر تو ہوا ہے اور یہ کیسی ہے میں نے کہا تو ختم پڑھ یہ کیا پوچھا ہے وہ پھر اندر جا کر فوراً واپس آیا اور کہا بس میں نے ختم پڑھ لیا اور میری حاضری ہو چکی ۔ فرمایا

اعلیٰ حضرت پیر سیال غریب نواز اجمیر شریف کے علاقہ میں تشریف لے گئے ۔ وہاں ایک مولانا نے آپ سے سکونت دریافت کی ۔ تو جب آپ نے اپنے وطن کا نام بتایا وہ کہنے لگے آپ سے جھنگ کتنا دور ہے ۔ فرمایا تیس کوس دور ہے ۔ مولانا نے پھر استفسار فرمایا وہاں ایک عاشقہ سیال ہوئی ہے اس کے متعلق آپ کو معلومات ہوں گے ' کچھ بتائیں آپ نے فرمایا وہ بہت پہلے زمانہ میں ہوئی ہے البتہ ایک بوڑھے معمر شخص قوم کے کمہار سے خود سنی ہوئی بات میں بتاتا ہوں جو میرا بچپن کا زمانہ تھا اور اس بوڑھے نے اپنے بچپن کے زمانے کا واقعہ بتایا کہ میں ہیر کے گھرانہ کا خادم تھا ۔ مجھے ہیر اور اس کی والدہ نے روٹی دی اور کہا کہ ہمارا چیڑو بھینس چرا رہا ہو گا اسے جا کر دے آ جب میں باہر جنگل میں پہنچا تو ایک چادر اوڑھ کر سر نیچے کئے ہوئے بیٹھا تھا جسے وہید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور قوم کے لحاظ سے اسے رانجھا کہتے ہیں ' جب اس کے پاس پہنچا تو اسے کہا یہ روٹی لایا ہوں اس نے منہ سے چادر ہٹا کر میری طرف دیکھا اس کی آنکھوں سے خون جاری تھا ۔ ایک کھڑوچ (بھینس کے پاؤں کے نشان) خون سے بھرا ہوا تھا اس

نے مجھے کہا وہاں کری کے پاس جا کر روٹی لٹکا دے جب میں کری کے درخت کے پاس گیا تو بہت سی روٹیاں اس پر پہلے بھی لٹکی ہوئی تھیں یہ بھی لٹکا کر واپس آیا اور ہیر اور اس کی ماں کو بتایا جس کے پاس روٹی لے گیا ہوں اس کا تو یہ حال دیکھا اور روٹی نہ کھائی کری کے درخت پر لٹکا دینے کو کہا حالانکہ وہاں پہلے بھی بہت سی روٹیاں لٹکی ہوئی ہیں چونکہ دونوں چرخہ کات رہی تھیں غصے سے ماں نے چرخہ کا تکلہ نکال کر ہیر کے چہرہ پر زور سے مارا اور کہا اس کر ماں ماری کا بھی یہی حال ہے تکلہ نے ماتھا چیر دیا خون بالکل نہیں نکلا بلکہ سفید گوشت ظاہر ہوا تو مائی نے کہا وہ بھینس کا دودھ پیتے پیتے روٹی کی پرواہ نہیں کرتا اور خون اس قدر بڑھ گیا کہ آنکھوں سے باہر اچھلتا ہے مائی نے الٹا تقادل لیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ عشاق کی غیبت ہرگز نہ کی جائے۔ ایک شخص مرزا جو صاحباں پر عاشق ہوا ہے اس کی غیبت کیا کرتا تھا۔ ایک بار اسے مرزا خواب میں ملا ایک لوہے کا گرز لے کر غیبت کرنے والے کی طرف لپکا اور پیٹ میں چھونے کا اشارہ کر کے کہا تو میری غیبت کرتا ہے پیٹ پھاڑ دوں گا وہ شخص نہایت خوف زدہ ہوا۔ آئندہ کبھی بھی اس نے مرزا کی غیبت نہ کی کسی نے عرض کیا اس شعر کا کیا مطلب ہے؟

متاب از عشق رو گرچہ مجاز یست
کہ ایں بہر حقیقت کار ساز یست

فرمایا اس کا مطلب ہے کہ غیر اللہ کا عشق ہو تو اس سے پرہیز نہ کرو۔ غیر اللہ سے مراد جیسے کسی لڑکے کا عشق اُستاد کا عشق عورت وغیرہ کا عشق ہو جائے تو عشق میں پختہ رہ کر نفسانی خواہشات سے بچے بالآخر عشق حقیقی نصیب ہو جائے گا فرمایا ایک مولوی صاحب پیر سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ ایک عورت پر عاشق ہو گئے اور اس عورت کا نام اللہ بندی تسبیح پر ورد کرتے تھے۔

آخر پیر سیال نے کرم فرمایا اور ان کا عشق اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دیا۔ بندہ نے عرض کیا پیر کامل ایسا بھی کر سکتا ہے؟ جواباً فرمایا ضرور کر دیتا ہے یعنی لائن تبدیل کر دیتا ہے بشرطیکہ عشق رہے فسق نہ ہو جائے، فسق ہوا تو مارا گیا

فرمایا عشق حقیقی کا سبب عشق مجازی ہوتا ہے۔ ایک گداگر آدمی شہزادی پر عاشق ہو گیا۔ شہزادی بھی فریفتہ ہو گئی شاہ و گدا کا تعلق اور ان کی نسبت ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ گداگر پریشان بھی تھا اب کیا کروں لیکن شہزادی نے اسے کہا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تو فقیر بن کر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنا شروع کر دے لوگ تیری زیارت کو آئیں گے شہرت ہو گی تو میں بھی بادشاہ سے زیارت کو آئیں گے شہرت ہو گی تو میں بھی بادشاہ سے اجازت طلب کر کے آ جاؤں گی۔ بالآخر تیرے ساتھ نکاح کرنے کی التجا بادشاہ سے کروں گی۔ منظوری بھی کرالوں گی۔ گداگر نے تسلیم کر کے مسجد میں ذکر الٰہی کرنا شروع کر دیا۔ کوئی کھانے پینے کی پرواہ نہ کرتا لوگ خود بخود اس کے خور دو نوش و دیگر ضروریات کے کفیل ہو گئے بالاخر اس کی شہرت دور دراز تک ہو گئی۔ لوگوں کی آمد و رفت جب فقیر کی زیارت کیلئے بہت زیادہ ہو گئی تو شہزادی نے اپنے باپ بادشاہ سے فقیر کی زیارت کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے منظوری دے دی۔ شہزادی مسجد میں حاضر ہوئی اور فقیر کے سامنے بیٹھ کر اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کیلئے گفتگو شروع کی لیکن فقیر نے اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔ بہت کوشش کرنے بعد شہزادی نے کہا اے فقیر آخر تجھے یاد ہے اس طرف میں نے ہی تجھے خیال دلایا تھا اور اب میری طرف دیکھتا ہی نہیں ہے اس نے کہا اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے اب مجھے تیری ضرورت نہیں ہے شہزادی واپس آ گئی چنانچہ اس طرح فقیر کو عشق حقیقی نصیب ہو گیا

۴ رجب المرجب ۱۳۹۱ آپ نے فرمایا شیخ صنعان بہت بڑا عابد زاہد ہوا ہے

یمن کے علاقہ سے بیت اللہ شریف میں آیا اور چالیس سال وہاں عبادت کی۔ لاکھوں آدمی اس کے مرید ہوئے اسے خیال آیا اب چالیس سال بیت المقدس میں عبادت کرنا چاہئے۔ اس ارادہ سے چل دیا۔ اس کے ساتھ لاکھ کے قریب مرید بھی ہوئے۔ جہاں جاتا اپنے خورد و نوش کا انتظام ساتھ تھا سائباں لگا دیئے جاتے۔ رات گزار کر پھر روانہ ہوتا راستہ میں ایک ایسی جگہ رات آگئی جہاں ایک عیسائی نوجوان لڑکی کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا' بس وہیں قیام کر لیا۔ دوسرے روز مریدوں نے کہا چلیں سفر کریں تو کہا میں اب پہنچ گیا ہوں کہاں جانا ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر رفتہ رفتہ تمام مرید چلتے بنے' صرف چند خاص مرید اس کے پاس رہ گئے' اتنے میں عیسائی لڑکی کو بھی خبر ہو گئی شیخ صنعان اس پر عاشق ہے لڑکی نے کہا کہ تو مسلمان ہے اور میں عیسائی تیری رسائی میرے کہنے پر نہ ہو گی۔ شیخ صنعان نے جواب دیا تو جو کہے گی وہی کروں گا۔ اس نے کہا پھر یہ خنزیر چرایا کر چنانچہ اس کے خنزیر چراتا رہا۔ مریدوں میں سے ایک مرید بغداد شریف میں حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں رہنے لگا ایک دن اس عیسائی لڑکی نے صنعان کو کہا کہ آج قرآن مجید کو آگ لگا دے۔ جواب دیا تیرے کہنے پر کروں گا۔ بالآخر قرآن مجید کو جلانے کیلئے تیار ہوا تو غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بغداد شریف ہی میں بیٹھے ہوئے حاضرین مجلس سے فرمایا آج کسی کا پیر پکا کافر ہو رہا ہے تو شیخ صنعان کے مرید نے نہایت عاجزی سے گزارش کی۔ آپ کرم فرما دیں' اس وقت غوث پاک کے پاس وضو کیلئے پانی لایا گیا تھا آپ نے چلو بھر پانی کا چھینٹا مارا شیخ صنعان کے منہ پر جا لگا تو فوراً اس نے پڑھا

لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

اس وقت شیخ صنعان کے پاس صرف ایک مرید رہ گیا تھا جو کلمہ شریف پڑھا تو پہلا مقام قرب اور وہی منزل اعلیٰ نصیب ہوئی۔ تائب ہوا اور اس مرید کو اپنے جیسا بنا دیا

عشق را نازم کہ یوسف را ببا زار آورد
شیخ صنعان زاہدے رازیر زنار آورد
مکتب عشق کا یہ طرز نرالا دیکھا
اسے چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

بتخانہ عشق

بتخانہ عشق وہ مقام ہے جس کا دروازہ مقام ملکوت ہے اس کے دروازے پر فرشتے تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں حضرت آدم علیہا السلام کو فرشتوں نے اسی لئے سجدہ کیا کہ وہ اس کی فطرت کا خمیر اسی میخانہ عشق میں ہوا ہے اور وہی ذات اس میں جلوہ گر ہے

گر تجلی ذات خواہی صورت انساں ببیں
تو خود حجاب حبدی حافظ ازمیان برخیز

تو لطفِ خدا سے آگاہ نہیں وہ تجھے ہر زماں عاشق کی طرح دیکھتا ہے کاش تجھے اس کے عشق کی خبر ہو جائے کہ وہ تجھ سے زیادہ تیرا مشتاق ہے اگر تیری چشم محبت والی ہو جائے تو وہ معشوق خود تیرا شیدا ہو جائے وہ جانِ جہاں بالکل تیرے نزدیک ہے بلکہ وہ محبوب تیرے اندر جان کی طرح نہاں ہے یہ سارا حجاب تیری طرف سے ہے ورنہ میرا وہ محبوب تو بالکل بے حجاب ہے عشق میں فرشتوں کا حصہ نہیں ہے

یہ بار گراں حضرت انساں کو تفویض کیا گیا ہے

اے دل ذرا سنبھل کے محبت کا نام لے
کم بخت ! بارِ عشق تجھ سے اٹھایا نہ جائے گا

صوفی برکت علی کا فرمان رحمتہ اللہ علیہ

عالم کے وہ پاؤں ہی نہیں ہوتے
جن سے لوگوں کے دروازے کی طرف دوڑے
اور زاہد کے وہ ہاتھ ہی نہیں ہوتے
جن سے لوگوں کا مال لے
اور محب کی وہ آنکھیں ہی نہیں ہوتیں
جن سے محبوب کے سوا کسی اور کو دیکھے
ہر حال میں تو
ہر قال میں تو
ہر دھیان میں تو
ہر گمان میں تو
اور تو ہی تو ۔

"محبوب تیری قسم! میں تیری راہ میں نکلا ہوا ہوں تیرے سوا میرا کوئی کچھ نہیں لگتا اور نہ ہی میں تیرے سوا کسی سے بھی کوئی واسطہ رکھتا ہوں مگر تیرے اور صرف تیرے لئے

صوفی برکت علی کا فرمان رحمتہ اللہ علیہ

عالم کے وہ پاؤں ہی نہیں ہوتے
جن سے لوگوں کے دروازے کی طرف دوڑے
اور زاہد کے وہ ہاتھ ہی نہیں ہوتے
جن سے لوگوں کا مال لے
اور محب کی وہ آنکھیں ہی نہیں ہوتیں
جن سے محبوب کے سوا کسی اور کو دیکھے
ہر حال میں تو
ہر قال میں تو
ہر دھیان میں تو
ہر گمان میں تو
اور تو ہی تو ۔

"محبوب تیری قسم! میں تیری راہ میں نکلا ہوا ہوں تیرے سوا میرا کوئی کچھ نہیں لگتا اور نہ ہی میں تیرے سوا کسی سے بھی کوئی واسطہ رکھتا ہوں مگر تیرے اور صرف تیرے لئے

عشق و محبت میں اپنی کیفیت

عشقے کہ زتو دارم اے شمع چگل
دل داند و من دانم من دانم و دل

اے میری شمع جو عشق کہ مجھے تجھ سے ہے میں جانتا ہوں اور میرا دل جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا

چاند ہے ستارہ ہے پھول ہے کہ خوشبو
میرے لئے تو صنم ہر روپ میں ہے تو ہی تو

دل خواست کہ آرد در عبارت
وصف رخ او بہ اشارت
شمع رخ او زیانہ زد
ہم عقل بسوخت ہم عبارت

دل نے چاہا کہ محبوب کے حسیں چہرے کا وصف تحریر کروں اس کے چہرے کی شمع نے ایک تازیانہ مارا جس سے عقل بھی جل گئی اور عبارت بھی

من کہ در شکل با حیرانم
سیر اوصاف او کجا دانم

میں تو محبوب کے حسن و جمال پر حیران ہوں کہ اس کے اوصاف کیسے بیان کروں

اے آتش فراقت دل کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جان خراب کردہ

تیری فراق کی آگ نے دل جلا دیا اور تیری ملاقات کے شوق نے جان تباہ کر دی

چو باد صبا در بدر کو بکو
طلبگار اویم طلبگار او

باد صبا کی طرح ہم دربدر کوچہ بکوچہ دوست کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں

سنگ در دست تو گہر گردو
زہر در طعام تو شکر گردد
اے محبوب پتھر تیرے ہاتھ میں گوہر بن جاتا ہے
تیری طرف سے زہر بھی شکر محسوس ہوتی ہے
ہر دل کہ در و مہر تو آویختہ شد
آویختہ شد عاقبت از کنگرۂ عشق

جو دل محبوب کی محبت میں اٹک گیا آخر وہ عشق کے کنگرے لٹک گیا

دارد دو سر ایں رشتہ یکے عجز و دگر ناز
زیں سو ہمہ عجز آمد وزاں سو ہمہ ناز

اس عشق کے رشتے کے دو سرے ہیں ایک عجز دوسرا ناز
محب کی طرف سے عجز ہے اور محبوب کی طرف سے سب ناز

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
یہی کرد مرا از من و پر کرد وز دوست
اجزائے و جودم ہمگی دوست گرفت
نامے است ز من و باقی ہمہ اوست

عشق آیا اور میرے رگ و ریشہ میں خون کی طرح داخل ہو گیا عشق نے مجھے اپنے آپ سے خالی کر دیا اور میرے اندر دوست بھر دیا میرے وجود کے سب اجزاء دوست نے لے لئے اور میرا نام ہی رہ گیا باقی سب وہی ہے عاشق کا دل محبت کا آتش کدہ ہے جو کچھ اس کے اندر جاتا ہے جل کر راکھ ہو جاتا ہے محبوب کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم
خاکے شوم و بر زیر پائے توزیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی
ازبہر تو میرم از برائے تو زیم

میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تیری وفا میں زندگی گزاروں مٹی ہو جاؤں اور تیرے قدموں کے نیچے رہوں مجھ خستہ کا مقصود دونوں جہانوں میں تو ہی تو ہے تیرے ہی لئے زندہ رہنا چاہتا ہوں اور تیرے ہی لئے مرنا چاہتا ہوں

چاند ہے ستارہ ہے پھول ہے کہ خوشبو
میرے لیئے تو محبوب ہر روپ میں ہے تو ہی تو

منزلہائے تو شد سینہ ویران من
لاجرم باشد ہمیشہ گنج در ویرانہ

میرا ویراں دل تیری منزل گاہ بن گیا اس وجہ سے کہ خزانہ ہمیشہ ویرانے میں ہوتا ہے

مئے حرف محبت کسے نوش کرد
کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

جس نے محبت کا پیالہ نوش کیا دنیا و عقبیٰ بھول گیا

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

جس زمین پر اے محبوب! تیرے قدموں کے نشان آئے سالہا سال صاحب ذوق لوگ وہاں سجدے کرتے رہیں گے

وہاں وہاں میں سجدے میں سر جھکاتا ہوں
جہاں جہاں سے تیرا کارواں گزرتا ہے

یہ سن کے ہم نے مے خانے میں اپنا نام لکھوایا
جو مے کش لڑ کھڑاتے ہیں وہ بازو تھام لیتے ہیں

اور اے میرے محبوب!

فرشتے آسمان سے دیکھتے ہیں نقش پا ان کے
جو تیرے در پہ بیٹھے ہیں فقیر و بے نوابن کر

زندہ آنست کہ جانے درو ست
اوست کہ از عشق نشانے دروست

زندہ وہ ہے جس کے اندر جان ہے یعنی جس کے اندر عشق کا نشان ہے

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ محباں ہرگز نہ میرد

دنیا ختم ہو جائے تو ہو جائے لیکن عاشق لوگوں کا چراغ ہمیشہ روشن رہے گا

بلکہ

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

جائے کہ کس است حرفے بس است
(دانا کے لیئے اشارہ کافی ہے)

تفصیل ہماری دیگر کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں

نشاط روح بن کر عشق کا پیغام آتا ہے
مگر دل جن کے زندہ ہیں انھیں کے نام آتا ہے

○ عشق محبوب ﷺ پوری طرح دل میں جاگزیں ہو تو جشہ کے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں کی آہٹ لامکاں سے بھی آگے سنائی دیتی ہے

○ تمام حاضرین نے سناکہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت کو دفنانے کے لیئے حجرہ اطہر کے سامنے لایا گیا تو وصیت کے مطابق اجازت طلب کی گئی محبوب کریم ﷺ کی قبر اطہر سے آواز آئی محبوب کو محبوب کے پاس لے آؤ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوب کریم ﷺ کو زندہ تصور نہ کرتے تو یوں اجازت طلب نہ کرتے

عشق کا مقام دل ہے اس کی تاثیر بڑی حیرت انگیز ہے عشق صدیقوں کا امام ہے اس نے بڑی بڑی مشکلات میں عقل انسانی کی رہنمائی کی ہے لاعلاج بیماریوں کا کامیاب علاج کیا اس کے کارنامے آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں

اگرچہ عشق کا فیصلہ اکثر عقل سے متصادم ہوتا ہے مگر جب اس کا فیصلہ ایک بار نافذ ہو جائے تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ جاتی ہیں دشمنوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں خاکی جسم بہ سبب عشق سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے نکل گیا جہاں جبرائیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے

مرحبا اے عشق خوش سودائے ما
اے دوائے جملہ علت ہائے ما

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں میں دے وس ناہیں
اِکناں لبھدیاں ہتھ نہ آوے اِکناں دیوچہ راہیں
عشق تیرے دی نہر وگے کئی تریاں کرماں والڑیاں
کئی کوہیاں بھی لنگھ پار گیاں کئی روون شکلاں والڑیاں

عشق اوّل دَر دلِ معشوق پیدا مے شود

یہ عشق وہ بلا ہے کہ حُسن ازل کو بھی
تخلیق کائنات پہ مجبور کر دیا

ہم سب انسان ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمام انسانوں کے دل میں محبت کے جذبات موجود ہیں لیکن یہ جذبات بعض لوگوں کے دل میں بہت زیادہ ہوتے ہیں بعض میں کم جن لوگوں میں محبت کی کمی ہوتی ہے ان کی سب مذمت کرتے ہیں ان کو مردہ دل مٹی کی دیوار، سنگ دل وغیرہ القاب دیئے جاتے ہیں یہ محبت صرف انسان کے دل میں نہیں ہے بلکہ جانور بھی اس سے بہرہ ور ہیں اور اب تو سائنس کی نئی ایجادات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ محبت نباتات اور جمادات میں بھی کار فرما ہے جسے کشش ثقل (Gravity) اور کائنات کے مختلف ذرات مثل الیکٹرانس، پروٹرانس اور نیوٹرانس کے آپس کے ملاپ کشش اور جذب کے ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ ذرات کائنات کی ہر چیز میں موجود ہیں اور ان ہی وجہ سے کائنات کی ہر چیز میں حرکت پائی جاتی ہے اور دنیا کا پروگرام چل رہا ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں جذباب و محبت اس لئے کار فرما ہے کہ خالق کائنات نے کائنات کو پیدا ہی اس غرض سے فرمایا محبوب حقیقی نے ارشاد فرمایا

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ایں حُسن و جمال و کمالات کا
ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس بات کا عشق ہوا کہ میں پہنچانا جاؤں یعنی میرے حُسن و جمال و کمالات کو دیکھ کر لوگ مجھ سے محبت کریں

عشق اوّل در دلِ معشوق پیدائے شود

اس عشق و مستی کا اعادہ پھر اس وقت ہوا جب محبوب حقیقی نے روحوں سے

خطاب فرمایا الست بربکم (کیا میں تمہارا محبوب نہیں ہوں) اس کے جواب میں روحوں نے جواب دیا قالو بلیٰ (بے شک تو ہمارا محبوب ہے) یہ کہہ کر مسلمانوں کی روحیں مست و سرشار ہو کر محبوب حقیقی کے سامنے سجدہ میں گر گئیں

محبوب حقیقی نے عشق و محبت کو آئین مذہب قرار دیا ہے ارشاد فرمایا

والذین امنوا اشد حبا للّٰہ

جو لوگ ایماندار ہیں ان کے دلوں میں محبوب حقیقی کے لیئے شدید محبت ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں محبوب حقیقی کی محبت نہیں ہے وہ ایماندار بھی نہیں ہے بے ایمان ہے

اور محبوب دو جہانوں ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا

الا لا ایمان لہ من لا محبۃ لہ خوب اچھی طرح سن لو جس کے دل میں محبت نہیں ہے وہ ایماندار نہیں ہے بلکہ بے ایمان ہے یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ دہرائے

(مزید تفصیل ہماری کتاب حقیقت انسان میں ملاحظہ فرمائیں)

حسن

چاند ہے ستارہ ہے پھول ہے کہ خوشبو
میرے لیئے تو صنم ہر روپ میں تو ہی تو

○

وہ حسن کیا جس میں نزاکت نہ ہو
وہ نزاکت کیا جس میں لطافت نہ ہو
وہ لطافت کیا جس میں دلربائی نہ ہو
وہ دلربائی کیا جس میں کج ادائی نہ ہو
وہ کج ادائی کیا جس میں پیار نہ ہو
وہ پیار کیا جس میں انکار نہ ہو
وہ انکار کیا جس میں اقرار نہ ہو
وہ اقرار کیا جس میں انتظار نہ ہو
وہ انتظار کیا جس میں وصل نہ ہو
وہ وصل کیا جس میں من و تو ہو
بس رہا ہے میری آنکھوں میں وہی جان بہار
جس کا ہم رنگ کوئی پھول دنیا میں نہیں

محبت میں ہر چیز بنام محبوب

محبت کا مفہوم یہ ہے "طبیعت کا کسی بھی لذیذ چیز کی طرف مائل ہونا" اگر یہ میلان شدید اور سخت ہو جائے تو اس کو عشق کہا جاتا ہے آخر معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ عاشق اپنے معشوق کا غلام بن جاتا ہے' اس کی خاطر ہر مملوکہ چیز خرچ کر دیتا ہے۔ دیکھئے زلیخا کا کیا حال تھا' وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں مبتلا ہوئی' تو اس کا مال و جمال سب چلا گیا اس کے پاس ستر اونٹ کے بوجھ کے برابر جواہرات اور ہار تھے اس بیچاری نے سب مال حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں لگا دیا جو آدمی بتاتا کہ میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا ہے۔ اسے ہار دے کر مال دار کر دیتی آخر اس کے پاس کچھ باقی نہیں بچا۔ اس کا نام ہی یہ پڑ گیا "ہر چیز بنام یوسف" وہ شدت شوق میں سب کچھ بھلا بیٹھی آسمان کی طرف دیکھتی' تو ستاروں پر بھی یوسف کا نام لکھا پاتی

میں کر رہا تھا ان سے تصور میں گفتگو
دنیا سمجھ رہی تھی دیوانہ ہو گیا !

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہلِ دل
خوش ہیں جیسے دولت کونین پا گئے

دل تو کیا شے ہے بھلا اس کی حقیقت کیا ہے
مانگیئے جان بھی گر آپ تو انکار نہیں ہے

محبت

ہمیں محبت کیوں ہوتی ہے۔
شاید اس لیئے
کیونکہ اس کے بغیر زندگی بے معنی ہے
لیکن چاہنے والوں سے
ایک سوال ہے میرا
کہ
جب وہ محبت کرتے ہیں۔
تو اسے ادھورا کیوں چھوڑ جاتے ہیں۔
کیا محبت میں کوئی سچائی نہیں۔
جب وہ محبت کرتے ہیں
تو بے وفائی کیوں کر جاتے ہیں۔
انھیں محبت پر اعتبار نہیں۔
جب وہ محبت کرتے ہیں
تو دل کیوں توڑ دیتے ہیں۔
کیا محبت میں کوئی جذبات نہیں۔
جب وہ محبت کرتے ہیں
تو دل کیوں توڑ دیتے ہیں
جب وہ محبت کرتے ہیں
تو کیوں وہ زندگی سے بہت دور چلے جاتے ہیں
کہ انھیں دوسروں کا احساس نہیں
شاید نہیں........

محبوب ؟

آدمی حسین شے کو محبوب کیوں بناتا ہے ؟ وجہ یہ ہے روح خود حسین ہے بے عیب ہے اس لیئے بے عیب کو پسند کرتی ہے ظاہری حسن روح کے بکھرے ہوئے ذرات کو متحد کر دیتا ہے

کان کا محبوب ...... خوبصورت آواز ۔ آنکھ کا محبوب ..... حسیں منظر منہ کا محبوب ......لذیذ شے ۔ ناک کا محبوب .....عمدہ خوشبو پاؤں کا محبوب ...... بلند منزل ۔ ہاتھ کا محبوب.....خوبصورت شے محبوب احساس بن کر دل میں رہنے لگ جاتا ہے دل محبوب کا گھر ہے دل آپ کا ہے مگر آپ اس کے اندر خود نہیں رہ سکتے دوسرے کو یہ گھر بغیر کرایہ کے مفت دینا ہو گا اور جب محبوب دل میں رہنے لگ جائے چونکہ دل مرکز جسم ہے اس لئے محبوب کا کنٹرول تمام اعضاء پر ہو جاتا ہے ۔ دنیا کی رونقیں محبوب کے دم قدم سے ہوتی ہیں انسان ہی نہیں چرندے ' پرندے ' درندے ' خزندے ' پہاڑ ' نہار ' اشجار ' احمار ' ستارے ' نظارے بہاریں ' آبشاریں سب اپنے محبوب کا احترام کرتے ہیں اشجار و پہاڑ محبوب کے احترام میں کھڑے ہیں چوپائے کورنش لا رہے ہیں ۔
حشرات سجدہ ریز ہیں ' دریا اور نہریں مستی میں جھوم جھوم کے رواں دواں ہیں پرندے محبوب کی خوشی میں نغمہ سرا ہیں ۔ پانی کا محبوب سمندر ہے پانی جتنا چاہے دور چلا جائے آخر کار سمندر کے پاس ضرور جاتا ہے قطرے کو ندی سے پیار ' ندی کو نالے سے ' نالے کو نہر سے ' نہر کو دریا سے اور دریا کو سمندر سے اور سمندر کو سورج سے ' ہر ایک اپنے محبوب کی طرف جانے پر مجبور ہے ۔ کیونکہ محبت مجبور کرتی ہے ۔ منزل کی طرف لے جاتی ہے ۔

محب کون ہے؟

حقیقی محب کون ہوتا ہے؟ کس طرح معلوم ہو گا؟ بس چھوٹی سی نشانی ہے کہ ایک نیزہ اس کے پہلو میں مارو جان نکل جائے تو بھی اس کو خبر نہ ہو یہ سچا محب ہے محبوب جان مانگے تو لٹا دیتا ہے سر مانگے تو کٹا دیتا ہے محبوب کے سوا سب کچھ بھلا دیتا ہے آزادی ناپسند کرتا ہے محبوب کی زلفوں کا قیدی رہنا پسند کرتا ہے دولت کا مفہوم بدل جاتا ہے اس کے سامنے شاہی سے کشکول گدائی عظیم ہوتا ہے عجیب حالت ہوتی ہے۔

○

اندھا بھی ہوتا ہے بینا بھی
کمزور بھی ہوتا ہے اور توانا بھی
گدا بھی ہوتا ہے بادشاہ بھی
جاہل بھی ہوتا ہے آگاہ بھی
مجنوں بھی ہوتا ہے داتا بھی

مجبور بھی ہوتا مختار بھی شکاری بھی ہوتا ہے شکار بھی تندرست بھی ہوتا ہے بیمار بھی اسے مصیبت عنایت لگتی ہے تلخی گفتار شریں محسوس ہوتی ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا پھر بھی سب کچھ ہوتا ہے۔ کبھی خاموش ہو جاتا ہے کیونکہ خاموشی انمول ہیرا ہے اس سے محبت بڑھتی ہے جب محبت میں دل بھر جائے تو شور کم ہو جاتا ہے خالی برتن زیادہ شور کرتا ہے خاموشی دشمن کے مقابلے میں ہتھیار ہے ہر

مصیبت کے لیئے ایک حصار ہے کسی نے حکیم المحبت سے پوچھا میں حقیقت جاننا چاہتا ہوں جواب آیا خاموش ہو جاؤ" بہرحال کامل محب پروانہ ہے جو جلنے کے سوا کچھ نہیں جانتا لیکن ایک بات یاد رکھئے مکھی نے چینی پسند کی اور پروانے نے آگ پسند کی بس اسی بات سے سمجھ لو ہوس کیا ہے اور محبت کیا ہے۔

○

از سوز محبت چہ خبر اہل ہوس را
ایں آتش محبت است نہ سوز دعمہ کس را

سچے محب کے اندر ہوس لالچ نہیں ہوتا ضرورت کی محبت اور شے ہے اور محبت کی ضرورت اور شے ہے

○

ہوس نے کر دیا ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

محبت کا مفہوم کس سے سمجھوں؟

میں نے ایک ماں سے پوچھا محبت کیا ہے

کہنے لگی بچوں کی بہت بہتر پرورش کرنا

میں نے ایک بیوی سے پوچھا محبت کیا ہے

کہنے لگے خاوند کو دیوتا بنانا اور خود پجارن بننا

میں نے استاد سے پوچھا محبت کیا ہے

کہنے لگے بچوں کو اعلیٰ اخلاق سے مزین کرنا اور خلوص سے پڑھانا

میں نے ایک لیڈر سے پوچھا محبت کیا ہے

فرمانے لگے عوام اور آرام کو اکٹھا کرنا

میں نے ایک بچے سے پوچھا محبت کیا ہے

بولا **پپی** 'پیار

میں نے ایک خشک مولوی صاحب سے پوچھا محبت کیا ہے

"باوضو رہنا اور نماز کی پابندی اور شلوار ٹخنوں سے اوپر ہو"

میں نے ایک یتیم سے پوچھا محبت کیا ہے

وہ رو پڑا کہنے لگا مجھے معلوم نہیں

میں نے ایک تاجر سے پوچھا محبت کیا ہے

اس نے توجہ ہی نہ دی الٹا مجھ سے پوچھتا ہے یہ کاروبار کو کیا ہو گیا ہے

میں نے ایک باپ سے پوچھا محبت کیا ہے

"کہنے لگا بیٹے کبھی سوچا ہی نہیں سارا دن بچوں کے لئے روٹی کماتا ہوں رات کو بے سدھ ہو کر سو جاتا ہوں"

میں نے ایک لڑکی سے پوچھا محبت کیا ہے

وہ شرما گئی اور دوڑ گئی

میں نے آسمان سے پوچھا محبت کیا ہے

کہنے لگا مسلسل رونا

میں نے سورج سے پوچھا محبت کیا ہے

کہنے لگا زمین کے غم میں جلنا

میں نے پھول سے پوچھا محبت کیا ہے

مسکرایا اور مرجھا گیا

میں نے بھنورے سے پوچھا محبت کیا ہے

اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں اور اڑ کر دوسری کلی کے پاس چلا گیا

میں نے کوئل سے پوچھا محبت کیا ہے

بولی غم فراق محبوب میں جلنا اور آہ و زاری کرنا

میں نے مچھلی سے پوچھا محبت کیا ہے ؟

"بولی وصال یار"

کتے سے پوچھا محبت کیا ہے ؟

"بولا جس کا کھانا پھر اس کے در سے نہ جانا"

میں نے رات کو جلتی ہوئی شمع سے پوچھا محبت کیا؟

وہ کہنے لگی صبح کو آئیے گا جواب دوں گی اس وقت میں پروانوں گا

کر رہی ہوں میں صبح صادق کو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شمع پروانوں کے ساتھ لپٹی ہوئی ہے

میں نے رات والا سوال دہرایا تو کہنے لگی محبت نام ہے رونے کا اتنا رونا اتنا رونا کہ دل و جگر بھی آنسوؤں میں بہہ جائیں"

میں نے پروانے سے پوچھا محبت کیا ہے؟

" جان کا دیدار کرنا خواہ جان چلی جائے "

شام کے وقت میں بیری کے درخت کے قریب پہنچا اس سے پوچھا محبت کیا ہے؟

کہنے لگا کل بارہ بجے آنا پھر جواب دوں گا میں دوسرے دن ٹھیک بارہ بجے درخت کے قریب پہنچا تو دیکھتا ہوں چند بچے ہاتھ میں پتھر لئے درخت کو زور زور سے مار رہے تھے بچے پتھر مارتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں پتھر شجر کو لگتا ہے بدلے میں وہ اپنا ثمر دیتا ہے وہ ثمر جو اس نے خون جگر دے کر پالا تھا بچوں نے پھر پتھر مارا۔ درخت نے پھر بیر دیئے جب بچے چلے گئے تو درخت نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کچھ دیکھا؟ یہ ہے محبت

" خود غم سہنے زخم برداشت کرنے اور دوسروں کو سکھ دینا "

میں پھرتا پھراتا جنگل میں چلا گیا وہاں ایک بزرگ دھونی رما کر بیٹھے تھے میں بھی قریب بیٹھ گیا نروان و گیان کے لئے اپنے دھیان میں تھے آنکھ کھولی تو بولے بیٹا محبت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو؟ پھر خود ہی بولے انسان لامکانی پرندہ ہے اور دنیا کے پنجرے میں قید ہے

اے انسان اگر تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو محبت اختیار کر اے انسان تو روشن ہونا چاہتا

ہے تو محبت کی آگ میں جل جیسے سورج جلتا ہے تو آزاد ہونا چاہتا ہے تو محبت کی قید میں آ جا خود کو زندہ رکھنا چاہتا ہے تو یہ پروانہ بن کر نار محبت میں جل جا عقل مند بننا چاہتا ہے تو محبت میں دیوانہ بن جا۔ راز جاننا چاہتا ہے تو لب ' کان ' آنکھیں بند کر لے محبت دونوں جہاں میں بہترین نعمت ہے سب سے بڑا کرم ہے دنیا کے سفر میں اگر محبت شریک سفر ہو تو ہر ملک میں فائدہ ہی فائدہ ہے صرف دنیا ہی نہیں آخرت میں بھی گراں قدر شے ہے اگر آپ محشر میں محبت کے سوا کچھ اور لے گئے تو سب بے کار ہو گا

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا۔ **الانسان مع من احب** قیامت کے دن انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا۔ محبت کے درد و الم سے خوش ہونا چاہئے کیونکہ اگر تم اس سے ہلاک ہو گئے تو حیات جاوداں پا جاؤ گے محبت نابود ' چیزوں میں زندگی پیدا کرتی ہے یہ مشکلات کا حل ہے

اس کا مقام عقل سے بلند ہے۔ عورت کا پیار نفس میں ہوتا ہے اسے شہوت کہتے ہیں بچوں کی محبت جگر میں ہوتی ہے اسے شفقت کہتے ہیں اللہ کا پیار دل میں ہوتا ہے اسے محبت کہتے ہیں آنکھیں دو ' کان دو ' ہاتھ دو ' پاؤں دو ' ٹانگیں دو ' لیکن دل اور زبان ایک ہیں دو زبانیں ہوتیں دو دل ہوتے لیکن ایسا نہیں اس لئے کہ ایک زبان اشارہ کر رہی ہے صرف ایک کا ذکر کرو اور ایک کا ذکر کرو اور ایک دل اشارہ کر رہا ہے اس میں صرف ایک ہی کی گنجائش ہے تھوڑا سا توقف کرنے کے بعد مجھ سے پوچھنے لگے بیٹا یہ بتاؤ اس دنیا کے اندر قرار کیوں نہیں ؟ میں چپ رہا پھر خود ہی فرمانے لگے کبھی بچھڑے ہوئے کو قرار آتا ہے میں نے کہا نہیں تو فرمانے لگے روح اپنے اصل سے بچھڑ کی بدن میں یعنی پردیس میں

آ گئی ہے اور بے قرار رہتی ہے جب تک اپنے مقام پر نہ پہنچ لے بیقرار رہے گی بے قرار رکھے گی۔

بیٹے یہ یاد رکھنا تمام نشوں سے بڑھ کر محبت کا نشہ ہے خود شراب چکھ لے تو نشہ میں آ جائے۔ محبت کا نغمہ سن کر پتھر موم ہو جاتے ہیں بلکہ بعض پتھر تو اپنا سینہ چاک کر لیتے ہیں اور اس قدر روتے ہیں کہ جوہڑ کے جوہڑ لگ جاتے ہیں لوگ کہتے ہیں چشمہ جاری ہو گیا چشم اور چشمہ یہ دونوں الفاظ کتنے ملتے جلتے ہیں پتھر کے آنسو پیاس بجھاتے ہیں اور محبت کے آنسو جہنم کی آگ بجھاتے ہیں۔

؎ محبت معنیٰ و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

بہر حال

؎ کچھ حقیقت نہ ہو محبت کی
نشہ سا اک ضرور ہوتا ہے

ہر انسان کا محبوب جدا

ہر انسان کا محبوب جدا ہر انسان کی محبت جدا اسی طرح ہر انسان کے ساتھ محبت کی تاثیر بھی الگ یہی وجہ ہے کہ ہر ایک نے ہر ایک سے مختلف psyche of love بیان کی ہے مصنف تصانیف لکھتے گئے مقرر تقاریر کرتے گئے ، شعراء دیوان بھرتے گئے کتابوں کے ڈھیر لگ گئے مگر محبت کی جامع تعریف نہ ہو سکی محبت اللہ تعالیٰ اس کو سلامت رکھے ایک کھیل کی طرح شروع ہوتی ہے لیکن بہت سنگین معاملے پہ ختم ہوتی ہے اس کے اصل جوہر کو سمجھنا مشکل ہے یہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں یہ شراب بغیر پیالہ کے یہ آگ ہے بغیر دھوئیں کے یہ شعلہ ہے بغیر چراغ کے یہ گٹھڑی ہے بغیر بوجھ کے یہ تالا ہے بغیر چابی کے یہ بیماری ہے بغیر دوا کے یہ تپتا صحرا ہے یہ اشکوں کا دریا ہے یہ شکاری ہے اس نے بڑوں کا شکار کیا اور تباہ کیا محبت جس کے لیئے شیریں ، لیلیٰ ، سسی ، ہیر ، سوہنی کے نام پھولوں کی خوشبو بن گئے اس کے لئے فرہاد نے پہاڑ کا دل چیر کر نہر بہا دی اس کی وجہ سے مجنوں نے خاک چھانی میوال نے دی جان کی قربانی ، رانجھا نے در چھوڑا ، انہوں نے باپ سے ناطہ توڑا محبت ایک خزانہ ہے جس میں طرح طرح کے ہیرے جواہرات موجود ہیں محبت زہر کو گل قند بناتی ہے محبت تیغ کو چاند دیکھاتی ہے محبت آگ ہے جو دو جانوں کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے دوزخ کی آگ قہر سے پیدا ہوتی ہے محبت کی آگ نے طُور کو جلایا محبت کی آگ نے نمرود کی آگ کو بجھایا جس میں محبت نہیں وہ مردود ------ اور جو محبت کی آگ کو بجھائے وہ نمرود محبت ایک خزانہ ہے اور تمام اعضاء اس کے طالب ہیں جدھر محبت ہوتی ہے یہ تمام اعضاء اس طرف متوجہ ہو جاتے ہیں محبت ایک ایسی چیز ہے جس سے آسمان عبور ہو سکتے ہیں دریا عبور ہو سکتے ہیں سمندر عبور ہو سکتے ہیں محبت ایک آگ ہے جو دھیمے دھیمے جلاتی رہتی ہے آپ جتنا پانی ڈالیں ساون

کا ہو یا اشکوں کا بجھے گی نہیں اور بڑھے گی یہ آگ تنکے نہیں جلاتی دل جلاتی ہے جگر جلاتی ہے۔

محبت ایک دریا ہے اس کی موجیں آدمیوں کو کھاتی ہیں اس دریا میں کوئی کشتی نہیں ہوتی تیر کر پار کرنا ہوتا ہے اور قدم قدم پر بھنور کوئی ملاح بھی نہیں اس دریا کا پانی خون کی طرح سرخ ہوتا ہے اناڑی کنارے پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بڑے خوف سے دیکھتا ہے آواز آتی ہے تو اپنی جان سے ڈرتا ہے اس محبت کے دریا میں ہزاروں پیار کرنے والے غرق ہو گئے ہیں اگر یہ دریا پار کرنا چاہتے ہو تو ایک ہی طریقہ ہے جان دے کر جان بچالو۔

محبت درد بھی ہے دوا بھی ہے دوری ہو تو درد ' قرب ہو تو دوا محبت کبھی سکون ہوتی ہے کبھی اضطراب محبت ایک فاتح ہے جو دلوں کو فتح کرتی ہے نہ صرف جسم بلکہ روح تک یہ قبضہ جما لیتی ہے یہ فاتح بہت نرم و نازک ہے مگر گھاؤ بڑے گہرے لگاتا ہے۔ محبت میں جان دینے والا امر ہو جاتا ہے خلیل علیہ السلام نے محبت میں تن من دھن قربان کر دیا وہ محبوب کی محبت پانے کے لئے آگ میں چلے گئے محبوب کی خاطر بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی اس محبت کی سمجھ نہیں عجیب راز ہے سربستہ راز کھولنا چاہو تو اور الجھن پڑ جائیں گے۔

محبت بہت عظیم اور انوکھی شے ہے

محبت طویل قربت کا ردعمل نہیں یہ تو وحی کی طرح ہماری روحوں میں اتاری جاتی ہے یہ تو ایک احساس ہے جو محسوسات سے ماورئی ہے یہ احساس روحانی ہم آہنگی سے جنم لیتا ہے ہم جذبہ محبت کی تخلیق پر قادر نہیں اسے ایک مدت تو کیا صدیوں میں بھی تخلیق نہیں کیا جا سکتا پھر اسے کوئی طاقت نہیں روک سکتی پہلی وہ سچی محبت ہوتی ہی ایسی زور آور ہے جو آندھی و طوفان کی طرح ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے محبت ایک احساس ہے جو کسی خار دار شاخ کی طرح دل کی تہوں میں اتر کر زندگی بھر کسک دیتا رہتا ہے اگر دنیا سے محبت اٹھ جائے تو پھر نفرت کے کانٹے انسانیت کا دامن تار تار کر دیں اور ہر طرف آہوں اور سسکیوں کی بازگشت سنائی دینے لگے محبت خدا سے ہو یا بندوں سے عظیم ہے اس لئے انسان کو ہر طرف محبت کے پھول بکھیرنے چاہیئے تاکہ نفرت کے کانٹے انسان کے دامن تک نہ آ سکیں محبت بہت عظیم اور انوکھی شے ہے جن انسانوں کے دلوں میں انسانیت کے لیئے محبت ہوتی ہے وہ بھی عظیم ہوتے ہیں یہ تو ایک لافانی جذبہ ہے جس میں دنیا کے قائم و دائم رہنے کا راز پنہاں ہے

مزید تفصیل ہماری کتاب حقیقت انسان میں ملاحظہ فرمائیں۔

محبت آساں نہیں ہے

محبت آسان شے نہیں ہے یہ اندازہ آپ پتنگے کو دیکھ کر لگا سکتے ہیں اس میں موت کو خوشی خوشی گلے لگانا پڑتا ہے جب آپ کی محبت کے ساتھ شناسائی ہو گی تو آپ کا امتحان لینے کے لیئے محبت سب سے پہلے آپ کو غموں کے حوالے کرے گی گویا کہ میں یوں کہوں کہ جب آپ محبت کے سفر پر گامزن ہوں گے تو غم آپ کا شریک سفر ہو گا آپ واقعی محبت کی شاہراہ پر چل رہے ہیں اس کی نشانی یہ ہے کہ چہرہ زرد ' آہیں سرد ' دل با درد ' آنکھیں اشکبار ' دل برقرار سرگرداں ' پریشان ' غمگسار کو پانے کے لئے غمگین ہونا ضروری ہے۔ محبت آپ کو غم عطا کرے گی غم ' چشم نم ' زیادہ ہو یا کم در نایاب ہے یہ عظیم دولت ہے عطا ہے قسمت والوں کو ودیعت کی جاتی ہے خوش نصیب ہیں وہ لوگ ' دولت مند ہیں وہ لوگ جو غم محبوب سے نوازے گئے ہیں آدمی جب تک درد و الم رنجن و محن کی آگ میں نہ جلے تو اس وقت تک محبت کی خوشبو مسام جان تک نہیں پہنچتی جب کوئی مصیبت آسمان سے نازل ہوتی ہے تو حکم ہوتا ہے اسے محبت کرنے والوں کے دل پر رکھ دو

آدم کا جسم جب کہ عناصر سے مل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو پریمی کا دل بنا

دکھ تو ہو گا۔ کوئی وصل میں جلے گا کوئی فصل میں جلے گا۔

جلے فرقت میں ہم اور وصل میں پروانہ محفل
کوئی دور جلتا ہے کوئی نزدیک جل جاتا ہے

ایک محب کو دیکھا وہ زمین پر نحیف و ناتواں پڑا ہے اور ایک بھیڑیا اس کے جسم سے گوشت نوچ رہا ہے حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ قریب گئے بھیڑیئے کو مار بھگایا اور اس محب کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا اور پوچھا کتنی مدت

ہے تو اس ملال میں ہے ؟ بزرگ نے اپنی آنکھیں کھولی اور غصے سے کہا تو کون ہے ! جس نے میرے اور محبوب کے درمیان جدائی ڈال دی

واہ ! سبحان اللہ ! محبت کے کیا رنگ ہیں !!!

لوگ درد سے چھٹکارے کے لئے دوا کی آرزو کرتے ہیں اور یہ درد برقرار رکھنے کے لئے دواؤں کو چھوڑ دیتے ہیں ان سے کہو کہ دونوں جہاں لے لو اور درد محبت دے دو اللہ شاہد ہے ہرگز راضی نہ ہوں گے بہت کنجوس ہوتے ہیں سب کا درد اکھٹا کر لیتے ہیں مگر اپنا درد کسی کو نہیں دیتے اصل میں بات یہ ہے کہ ابتداء ہی میں محبت نے جب ان کو غم کے حوالے کیا تو پر یمیوں نے غم سے پیار کرنا شروع کر دیا اور زیادہ عرصہ اس کے ساتھ رہنے سے عادی ہو گئے ۔ محب خود کو بے قرار بے خود کر لیتا ہے اور سودائیوں کی طرح پھرتا ہے سب سے منہ موڑ کر صرف ایک سے ناطہ جوڑ کر دل خون بن کر آنکھوں کے راستے بہنے لگ جاتا ہے وہ خود کو غموں کے ہاتھوں بیچ کر محبت خرید لیتا ہے زمین و آسمان ایک سیپ کی مانند ہیں اور اس میں محبت موتی کی مثل ہے ہر شخص اس موتی کے لائق نہیں ہے یہ موتی قیمتی موتی ہے در نایاب ہے دینے سے پہلے ہر طرح سے آزمایا جاتا ہے کہ کسی مشکل پر ڈول تو نہ جائے گا ؟ ہر مصیبت نازل کر کے آزمایا جاتا ہے پھر جب اس کی حفاظت کے قابل سمجھا جاتا ہے تو موتی عطا کر دیا جاتا ہے اب آپ خود سوچیں جس کو دنیا کی قیمتی ترین چیز مل جائے وہ مجنوں نہ بنے گا تو کیا بنے گا ؟ وہ تو دیوانہ ہو جائے گا اس لئے جسے محبت مل جاتی ہے وہ خوشی سے پاگل ہو جاتا ہے اس کی حالت عجیب ہو جاتی ہے ہر وقت غم محبوب کی شراب پیتا ہے اور جیتا ہے ہر وقت مدہوش رہتا ہے ۔

اہل دل کون؟

اہل دل اس کو دل نہیں کہتے
جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لیئے

اہل دل وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے دل کو محبوب حقیقی کی محبت میں فدا کر دیتے ہیں اور دل اس محبوب پاک ﷺ کو دے دیتے ہیں جو دل عطا کرنے والی ذات ہے دل کے سلطان کے سوا کو دل نہیں دینا چاہیئے اگر تم اہل نظر کو دیکھنا چاہو تو انھیں دیکھو جو اہل دل ہیں کیونکہ اہل دل ہی اہل نظر کہلاتے ہیں عاشقوں کی صحبت ایک مدت العمر اختیار کرنے سے تجھے اہل دل اور اہل نظر بنا دے گی اہل دل کی محبت اور دوستی تجھے خدائے بحر و بر تک پہنچا دے گی کلی سے خوشبو کب ظاہر ہوتی ہے جب نسیم سحر اس کو چھوتی ہے، یعنی اس کی محبت سے اس کی اندرونی صلاحیت روشن ہو جاتی ہے اے بندے! تیری روح بھی مثل غنچہ کے ہے اور تیرے اندر محبوب حقیقی کی محبت کا درد پنہاں ہے جب تو کسی اہل درد کی صحبت میں اپنے کو سپرد کر دے گا، تو وہ اہل دل مثل نسیم سحر تیری کلی شگفتہ کر دے گا اور وہ پنہاں درد ظاہر ہو جائے گا

دل ازل سے تھا، کوئی آج کا شیدائی ہے؟
تھی جو اک چوٹ پرانی، وہ ابھر آئی ہے؟

اگر تو نے کسی راہبر کا دامن نہ پکڑا تو تیری کلی ہمیشہ ناشگفتہ رہے گی اور تو گل تر نہ بن سکے گا غنچہ یعنی شگفتہ ہو کر جب پھول بن جاتی ہے تو محفل میں اس کی قدر منزلت اور شان و شوکت دراصل اسی نسیم ہی کے فیض کا صدقہ ہوتا ہے جو چمن میں اسے حاصل ہوا تھا اور جس کی صحبت نے اس کو غنچہ سے گل تر بنا دیا تھا۔ ہمارے الفاظ جو درد و نور سے بھرے ہوئے ہیں سمجھ لے کہ یہ سب عشق کا اور اہل عشق کا ہی عطیہ ہے کاملین کی صحبت تجھے بھی کامل بنا دے گی جس طرح انار خنداں پورے باغ کو خنداں کر دیتا ہے کسی عاشق کو ڈھونڈ لو اور اس سے دوستی، محبت اور الفت پیدا کر لو اگر ایسا کرنے میں تم کامیاب ہو گئے تو تم بھی اہل درد، اہل محبت، عاشق بن جاؤ گے اور یہی کامیابی و کامرانی ہے۔

(تفصیل ہماری کتاب عشق اور اہل عشق میں ملاحظہ فرمائیں

عجب چیز ہے لذت آشنائی

کسی عورت سے پوچھا گیا کہ فلاں کے ساتھ برائی کی طرف کیوں مائل ہوئی ب یہ تیرے لئے زندگی بھر ملامت رہے گی۔ اس نے جواب دیا کہ ہر وقت نگاہ لڑتی رہی اور اس کے ناز کے کرشمے مجھ پر غالب آ گئے

پہلے اکھ ملدی' پھر دل ملدا پھر ہوندے قول و قرار میاں

اور

محبت دکھاندی اثر ہولے ہولے
دلاں دے اندر کر یندی اے گھر ہولے ہولے
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

○ عشق و مستی اور جذب و رقت اپنے محبوب و مطلوب کی لگن میں مگن اور ماسوا سے کلیتاً بے خبر و بیگانہ ہوتی ہے۔

○ پروانوں میں رقابت نہیں ہوتی۔

○ پروانہ شمع کے جمال میں اس قدر محو و منہمک ہوتا ہے کہ اسے پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کے سوا کوئی اور بھی شمع کا پروانہ ہے

○ یہ حال پتنگوں کا ہے۔ مومن کی محبت اس سے کہیں بلا تر' بعید از قیاس اور وراء الورا ہے

(مزید تفصیل ہماری کتاب عجب چیز ہے لذت آشنائی میں ملاحظہ فرمائیں)

محبت اور آگ

ایک مرتبہ محبوب کریم ﷺ ایک غزوہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس تشریف لا رہے تھے کہ راہ میں ایک عورت اپنے بچے کو گود میں لیئے سامنے آئی اور عرض کرنے لگی کہ "یارسول ﷺ" ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہے کیا اللہ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت نہیں ؟

محبوب دو جہاں ﷺ نے فرمایا "ہاں بیشک اس سے زیادہ ہے" تو وہ بولی کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارہ نہ کرے گی

یہ سن کر فرط اثر سے محبوب کریم رونے لگے۔ پھر سر اقدس اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ صرف اس بندے کو عذاب دیتا ہے جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے

؎ تیری رحمت سے جو آغوش میں مجرم ہوں گے
حسرت جرم کریں گے جو گنہگار نہیں

عشق کیا ہے ایک مسلسل اضطراب

غزوۂ احد میں قریش کا مشہور بہادر عبد اللہ ابن قمیہ صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مقدس پر تلوار ماری اس حملے میں خود کی دو کڑیاں چہرہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں گھس گئیں اور ایک دندان مبارک شہید ہو گیا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود کی کڑیوں کو زخم سے نکالنے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم دی کہ خدا کے لئے یہ خدمت مجھے کرنے دو اور آگے بڑھ کر ہاتھ کے بجائے اپنے دانتوں سے ان کڑیوں کو کھینچا پہلی مرتبہ ایک کڑی زخم سے نکلی مگر ساتھ ہی اس کے زور سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک دانت بھی گر گیا حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے دانت کا گرنا دیکھا تو وہ دوسری کڑی نکالنے کے لئے خود آگے بڑھے حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر ان کو روکا اور پھر خود ہی دوبارہ اسی منہ سے دوسری کڑی نکالی اس مرتبہ پھر اتنا زور صرف کرنا پڑا کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور دانت گر گیا۔

شوق بے پایاں و جوش بے حساب
عشق کیا ہے؟ ایک مسلسل اضطراب

ایک عاشق کی عاشقانہ موت

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ مسجد حرام میں داخل ہوئے ' استوانہ کے نیچے ایک نوجوان کو دیکھا کہ بیمار تھا اور برہنہ تھا' اس کے غمگین دل سے آہیں نکل رہی تھیں ۔ فرماتے ہیں کہ میں اس کے قریب ہوا اور اس کو سلام کیا اور پوچھا! اے لڑکے! تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ایک غریب عاشق ہوں میں اس کی بات سمجھ گیا میں نے کہا۔ میں بھی تمہاری طرح ہوں اس پر وہ رو پڑا اور میں بھی اس کے ساتھ رویا اس نے کہا۔ تم بھی روتے ہو؟

میں نے کہا! میں بھی تیری طرح ہوں' وہ بڑی شدت کے ساتھ رویا اور ایک زور کی چیخ ماری اور اسی وقت اس کی روح پرواز کر گئی۔

جذبات محبت چھپا نہ سکے پھر بھی صبر سے کام لیا
آنکھوں میں آنسو آ گئے جب تیرا کسی نے نام لیا

○ ایک بزرگ سے محبت کا مفہوم پوچھا گیا! انھوں نے فرمایا! اختلاط کم رہے زیادہ تر تنہائی اختیار کرے' ہر وقت متفکر رہے' خاموشی اختیار کرے' آنکھ اٹھائے تو دیکھے نہیں' آواز دی جائے تو سنے نہیں' بات کریں تو سمجھے نہیں جب کوئی مصیبت آئے غم نہ کرے' بھوک آئے تو محسوس نہ ہو' برہنہ ہو تو پتہ نہ چلے' گالی ملے تو سمجھے نہیں' لوگوں سے ڈرے نہیں خلوت میں محبوب کی طرف دھیان رکھے اور اس سے مانوس ہو۔

نہیں منت کش تاب شنیدن داستاں میری
خاموشی گفتگو ہے بے زبانی زباں میری

اس لیئے!

نہ چھیڑ اے ہم نشیں ناکامی حسرت کا فسانہ
کہ اب تو بات کرنے سے بھی دل میں درد ہوتا ہے

حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کی محبت

حضرت سمنون رحمتہ اللہ علیہ کچھ محبت کے بارے میں بیان فرما رہے تھے۔

کہ ایک چڑیا ان کے قریب آ بیٹھی اور تھوڑی دیر کے بعد ان کے گود میں آ بیٹھی اور تڑپنے لگی اور مرگئی دیکھیئے درجہ محبت کا اثر ہے جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ بتائیں کہ کاہے کا اثر تھا جس نے جانوروں میں آگ لگا دی وہ انسان میں آگ لگا دے تو کیا بعید ہے

؎ تذکرہ سوز محبت کا کیا تھا اک بار
تا دم مرگ زباں سے میری چھالے نہ گئے

○ ایک بزرگ سے ان کے مرید نے اپنی محبت کا اظہار کیا فرمایا تمہیں کیا محبت ہوتی ہم کو ہی تم سے محبت ہے اگر ہم اپنی توجہ کو ہٹالیں تو تم کبھی ہمارے پاس نہیں آسکتے چنانچہ مرید کے تنبیہہ کے لیے انھوں نے ایک بار توجہ ہٹالی کئی مہینے تک پاس آنے کی توفیق نہیں ہوئی حالانکہ تھا اسی شہر میں پھر توجہ کی تو آ موجود ہوا، فرمایا دیکھا یہ ہے تمہاری محبت کی حقیقت و اصلیت

○ جو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرے مگر علماء و فقراء سے محبت نہ رکھے وہ کذاب ہے

(مزید تفصیل ہماری کتاب آتش عشق میں)

لیلیٰ کی محبت میں مجنوں کا چلنا

مجنوں صاحب ایک دفعہ لیلیٰ کے گھر کی طرف چلے اونٹنی پر سوار ہوئے اونٹنی کے بچہ بھی تھا وہ اونٹنی چلتی اور بار بار پیچھے کو دیکھتی اور ذرا باگ سست دیکھتی تو پیچھے کو لوٹ پڑتی جب مجنوں کو کچھ افاقہ ہوتا تو پھر آگے کو چلاتا مگر اس طرح چلنے سے راستہ کچھ بھی قطع نہ ہوا آخر سمجھا کہ بچہ کی محبت اس کو روک رہی ہے تو کہتا ہے۔

ھویٰ ناقتی خلفی و قدامی الھویٰ

فانی و ایاھا المختلفان

میری اونٹنی کا محبوب پیچھے ہے اور میرا محبوب آگے ہے میں آگے جانا چاہتا ہوں اور وہ پیچھے جانا چاہتی ہے میرے اور اس کے ارادہ میں اختلاف ہے یہ ساتھ نبھ نہیں سکتا لہٰذا چھوڑو اسے اب چھوڑنے کی ترکیب یہ بھی تھی کہ انٹنی کو بٹھا کر اتر کر اس کو چھوڑ کر پیادہ چل دیتا، مگر عشق میں اتنا صبر کہاں بس فوراً دھڑام اوپر سے گر پڑا (عاشق کو فرصت مصالح کے سوچنے کی کہاں ہوتی ہے) تمام بدن چھت گیا اور خونا خون ہو گیا، سر پھوٹ گیا، ہاتھ پیر زخمی ہو گئے اب اٹھ نہیں سکتا جس غرض کے لئے کودا تھا کہ لیلیٰ کی طرف جلدی چل دے، وہ بھی حاصل نہ ہوئی تو پڑے کہتا ہے کہ پیروں سے نہیں چل سکتا تو لڑھک کر تو چل سکتا ہوں بس لڑھک کر چلنا شروع کر دیا

مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود

گوئے **گشتن** بہر او اولیٰ بود

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے اور اس کے لیے گیند بن جانا بہتر ہے۔

شدت شوق

ذکر المحبتہ یا مولای اسکرنی
وھل رایت محبا غیر سکرانی

(اے میرے آقا محبت کے ذکر نے مجھے بیہوش کر دیا اور کیا تو نے کبھی سچے عاشق کو ہوش میں دیکھا ہے)

کہتے ہیں کہ اونٹ جب بد مست ہوتا ہے تو چالیس روز تک چارہ نہیں کھاتا اور اگر اس پر کئی گنا بوجھ بھی لاد دیں تو بھی اٹھالیتا ہے' اس لئے کہ اب اس کے دل میں محبوب کی یاد جوش مار رہی ہے' وہ اپنے محبوب کی شدت شوق میں چارہ پسند نہیں کرتا اور بوجھ اٹھانے میں مشقت نہیں پاتا جب اونٹ کا یہ حال ہے کہ وہ محبوب کی خاطر شہوات چھوڑ دیتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے' اب تم ہی بتاؤ کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر حرام چھوڑ دیا ؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کھانا پینا چھوڑ دیا ؟ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر بھاری بوجھ اٹھا لیا ؟ اگر تم نے آج تک ان میں سے ایک نیکی بھی نہیں کی تو تمہارا مسلمان ہونے کا دعویٰ بے معنی ہے' نہ دنیا میں نفع دے اور نہ آخرت میں' نہ مخلوق کے پاس نہ خالق کے پاس نفع بخش ہو

○حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا' تو انہں نے فرمایا' محبت یہ ہے کہ ارادے مٹ جائیں' تمام صفات و حاجات جل کر راکھ ہو جائیں اور بحر اشارات میں اپنے آپ کو غرق کر دے

(مزید تفصیل ہماری کتاب صحفیئہ عشق میں)

محبت کی وجہ سے ستاروں پر نظر

لیلیٰ نے مجنوں سے پوچھا تیرا نام کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا ! لیلیٰ ایک روز کسی نے مجنوں سے کہا کیا لیلیٰ مرگئی ہے ؟ اس نے کہا لیلیٰ تو میرے دل میں ہے '

میں لیلیٰ ہوں ایک دن لیلیٰ کے مکان کے پاس سے مجنوں گزرا ' تو آسمان کی طرف نظر اٹھائی کسی نے کہا ! اے مجنوں ! آسمان کی طرف مت دیکھو بلکہ لیلیٰ کی دیوار کو دیکھو شاید تم اسے دیکھ پاؤ اس نے کہا ! میں ستارے پر اکتفا کرتا ہوں کہ جس کا سایہ لیلیٰ کے مکان پر پڑھ گیا ہے۔

مجھے ان کی جدائی کا کوئی رنج نہیں
میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہے وہ

صورت یار بس گئی دل میں
اب سراپا وصال ہیں ہم لوگ

(مزید تفصیل ہماری کتاب محبت اور علامت محبت میں)

آغاز و انجام محبت

منصور حلاج کے بارے میں مشہور ہے کہ لوگوں نے اسے اٹھارہ دن قید رکھا حضرت شیخ شبلی رحمتہ اللہ علیہ اس کے پاس آئے اور فرمایا: اے منصور محبت کیا ہے؟ اس نے کہا: آج نہ پوچھو' کل پوچھنا دوسرے دن لوگوں نے قید سے نکالا اور اسے قتل کرنے کے لیے فرد جرم عائد کر دی حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ وہاں سے گزرے' تو منصور نے آواز دی اے شبلی! محبت کا آغاز جلنا اور انجام قتل ہونا ہے۔

○ کہتے ہیں کہ عشق در اصل پردہ داری ہے' راز کھول دینا' حلاوت ذکر کے باعث غلبہ شوق کی وجہ سے روح کا عاجز آ جانا ہے' حتیٰ کہ اگر اس کا کوئی حصہ کاٹ دیا جائے تو محسوس نہ ہو۔

○ حضرت محمد بن عبد اللہ بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا! میں نے بصرہ میں ایک اونچی چھت پر ایک نوجوان کو دیکھا' وہ اوپر سے جھانک کر لوگوں کو کہہ رہا تھا کہ جو شخص عشق میں مرنا چاہے' وہ اس طرح مرے کہ عشق میں موت کے بغیر کچھ بھلائی نہیں۔ پھر اس نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور اٹھایا تو وہ مردہ اٹھا۔

ے عشق کی منزل میں قدم سوچ کے رکھنا
دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے
چنگاریاں ہیں نہ' آتش نہ شعلے
میں جلوؤں میں تیرے جلایا گیا ہوں

(مزید تفصیل ہماری کتاب عشق کی تباہ کاریاں میں)

محبت کا نصف ذرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نوجوان کے پاس سے گزرے جو باغ کو سیراب کر رہا تھا جوان نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی ' اپنے رب سے دعا کیجئے کہ مجھے اپنی محبت کا ذرہ حصہ عطا فرما دے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ! تیرے اندر ذرہ کی طاقت نہیں اس نے کہا اچھا ! نصف ذرہ ہی عطا فرما دے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی ! اے میرے محبوب اس کو اپنی محبت سے نصف ذرہ عطا فرما دے ۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے گئے ایک طویل عرصے کے بعد اس نوجوان کے مکان سے گزرے تو اس کے بارے میں دریافت فرمایا ۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ دیوانہ ہو چکا ہے اور پہاڑی پر چلا گیا ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی ! اے اللہ اس نوجوان کو دکھایئے ۔ دیکھا تو پہاڑوں کے درمیان ایک بلند ترین چوٹی پر کھڑا ہے اور آسمان کی طرف رخ کیئے ہوئے ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا ' مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا آپ نے فرمایا ! میں عیسیٰ ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا ! جس کے دل میں میری محبت کا نصف ذرہ بھی ہو ' وہ انسانوں کا کلام کیسے سن سکتا ہے ! میری عزت و جلال کی قسم ' اگر تو اس کو آرے سے چیر دے گا تو بھی اس کو خبر نہیں ہو گی ۔

مزید تفصیل ہماری کتاب آتش عشق میں)

ایک عاشقہ صادقہ عورت کا مقام عشق

فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنا ایمان ' محبت حقیقی ' فرعون سے پوشیدہ رکھے ہوئے تھیں جب فرعون کو ان کے ایمان لانے کی خبر ملی ' تو اس نے سزا دینے کا حکم دیا ان کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں فرعون نے کہا تم اپنے دین سے پھر جاؤ ' مگر انھوں نے دین و ایمان نہ چھوڑا ' آخر کار کیل لائے گئے اور ان کے اعضائے بدن میں ٹھونک دیئے گئے ! پھر کہا ! دین سے پھر جاؤ۔ انہوں نے کہا ! تم نے میرے بدن پر قابو پا لیا ' مگر میرا دل میرے محبوب کی حفاظت میں ہے اگر تم میرے بدن کا انگ انگ بھی کاٹ ڈالے تو پھر ایمان و محبت میں اضافہ ہی ہو گا مروی ہے کہ فرعون ظالم نے طرح طرح کی اذیتیں دیں مگر عاشقہ صادقہ پر کوئی اثر نہ ہوا اور دھوپ میں سزا دینے والے ظالم سزا دیتے جب سزا دینے والے چلے جاتے تو فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کرتے اور وہ جنت میں اپنا مقام دیکھتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت آسیہ کے سامنے سے گزرے ' تو حضرت آسیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی اور کہا ! مجھے بتایئے کہ میرا محبوب مجھ سے راضی ہے یا کہ ناراض ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے آسیہ آسمان کے فرشتے تیری انتظار میں ہیں ' یعنی تیرے مشتاق ہیں اور محبوب حقیقی ان کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے جو تم دعا کرو گے محبوب حقیقی قبول فرمائیں گے۔

عاشق نا مراد کی قبر پہ تھا لکھا ہوا
جس کو ہو زندگی عزیز وہ نہ کہیں لگائے دل

دوامِ ذکر ہی محبت ہے

○ کسی کے نزدیک دوامِ ذکرِ محبوب ہی محبت ہے

○ کسی کے خیال کے مطابق محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے

○ حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دنیا میں رہنے کو ناپسند کرنا محبت، مگر یہ تمام باتیں محبت کا نتیجہ ہیں اور نفسِ محبت کسی نے بیان نہیں کی۔

○ کسی نے فرمایا محبت دراصل محبوب کی طرف سے ایک مفہوم ہے کہ دل اس کے ادراک سے مغلوب اور اس کی تعبیر سے عاجز ہیں۔

○ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں دنیوی تعلقات والے کو اللہ تعالیٰ نے محبت سے محروم کر دیا نیز فرمایا جو محبت بھی معاوضہ میں کی جائے۔ اس کا حال یہ ہے کہ جب معاوضہ ختم ہوا تو محبت بھی ختم ہو گئی

○ محبوب کا محبوب جب ذکر کرے تو رحمت کی روحانی شمع محمدی اور احمدی شعلوں سے قلب کو منور کرتی ہے جو دائمی وصل کا وسیلہ ہوتا ہے۔

○ محبت کے تقاضے جب پورے ہو جاتے ہیں، دفترِ عشق سے محب کو محبوب کے جمال کے سند بخش دی جاتی ہے اور درجہ بدرجہ ہوتی۔ سب کو یکساں نہیں ہوتی کسی کو عمر میں ایک بار کسی کو سالانہ، کسی کو ماہانہ، کسی کو ہفتہ وار اور کسی کو ہر روز اور بعض کو جب بھی وہ چاہیں اور جسے بھی چاہیں، اگرچہ کچھ بھی نہ ہو، اپنے جمال باکرام سے مشرف فرمائیں جمال ان کی عنایت ہے، کوشش پہ موقوف نہیں،

○ ناصحا او ناصحا! جملہ برکات کا نزول جملہ بلیات کا دفعیہ جملہ امراض نفسانی و روحانی سے شفا ذکرِ محبوب ہے

○ گناہ کی شامت سے بلا،
اور ذکرِ محبوب کی رحمت سے شفا نازل ہوتی ہے۔

ذکر محبوب

جو عاشق محبوب حقیقی کا ہمیشہ ذکر کرتا ہے وہ روح کو زمین پر رہتے ہوئے عرش بریں پر قائم کرتا ہے یعنی قرب کا اعلیٰ مقام پالیتا ہے ۔ نور حق ذکر محبوب سے جان میں داخل ہوتا ہے اور اس طرح کہ زبان سے جب محبوب کا نام جاری ہوتا ہے تو اس کا نور دل میں، پھر دل سے جان تک منتقل ہو جاتا ہے اور قلب و روح دونوں منور ہو جاتے ہیں محبوب کا ذکر عاشقوں کے لئے مرہم کے ہے ان کو پوشیدہ زخمی دلوں کے لیے ذکر کی برکت سے دل دونوں جہاں سے سیر چشم ہو جاتا ہے، اور دونوں جہاں کی لذت اس کے لطف کے سامنے ہیچ اور بے قدر ہے کیا لذت ہو گی اس شاہ حقیقی کے نام میں جو تمام لذتوں کا مرکز اور سر چشمہ ہے جملہ کائنات کی لذت میں روح محبوب حقیقی کے نام ہی سے آئی ہے یہ مثال تو محض ناقص عقل اور فہم کے لئے دی گئی ہے ورنہ کائنات کی لذت کو اس نام پاک کی لذت سے کیا نسبت ہے جو نبیوں اور پیغمبروں کو مجنوں کرتی ہے محبوب کبریا ﷺ کے پاؤں مقدس میں ورم آنا رات کی نماز میں طویل قیام سے ہوتا تھا لذت ذکر و عبادت پر گواہ ہے اور محبوب دوجہاں ﷺ کے اس عمل سے آپ ﷺ کا مقام رفیع پہچانو!

ذکر محبوب کی دولت کے سبب عاشقان حق اس جہاں میں بے سرو سامانی کے باوجود رشک سلاطین ہوتے ہیں۔

عام لوگ محبوب کا نام پاک ہردم لیتے ہیں لیکن یہ اثر نہیں کرتا ہے جب تک کہ عشق ناک ذکر نہ کیا جائے یعنی محبت سے اور دل کی گہرائی سے نام پاک لینے سے کچھ اور ہی اثر ہوتا ہے

(مزید تفصیل ہماری کتاب ذکر محبوب ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں)

محبت کرنے والا زندہ جاوید ہے

ابن جلاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی! جب میں اپنے بندے کے باطن کو دیکھتا ہوں کہ اس میں دنیا و آخرت کی محبت نہیں تو اس کے دل کو محبت سے بھر دیتا ہوں اور اسے اپنی حفاظت میں لے لیتا ہوں

○ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں! جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی، وہ زندہ رہا اور جس نے دنیا کی طرف میلان رکھا وہ محروم رہا

○ حضرت ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے کہا! اے میرے کریم اے میرے محبوب تو تو جانتا ہے کہ تو نے مجھے اپنی محبت سے نوازا ہے، اپنی ذکر سے مانوس کر دیا ہے اور اپنی عظمت میں غور و فکر کے لئے فارغ کر دیا ان نعمتوں کے مقابلے میں میرے نزدیک جنت کو مچھر کے پر کے برابر بھی درجہ حاصل نہیں۔

○ اہل محبت اللہ کی راہ میں مرے، اگرچہ اپنے بستر پر مرے انھیں ایک خصوصی زندگی عطا ہے جو عام مردوں کو حاصل نہیں پس ہم انہیں عام مردوں میں کیوں کر شمار کر سکتے ہیں! اور جس نے انھیں مردہ کہا، متعصب ہے اور کوئی متعصب حقیقت کو نہیں پا سکتا

(مزید تفصیل ہماری کتاب عشق اور اہل عشق میں ملاحظہ فرمائیں)

محبت کے مقتول بعد میں محبوب بن جاتے ہیں

حسین بن منصور حلاج سے کسی صاحب درد نے پوچھا محبت کیا ہے؟ فرمایا تجھ کو آج، کل اور پرسوں محبت کی حقیقت کا پتہ چل جائے گا اس محب نے آج یعنی پہلے دن دیکھا کہ حسین بن مضور حلاج کو قتل کر دیا گیا۔ دوسرے دن اس کی لاش کو جلا دیا گیا اور تیسرے روز خاک کو ہوا میں اڑا دیا گیا جب ابن حلاج کو صلیب کی سیڑھی کے پاس لائے تو آپ نے اسے بوسہ دیا اور کہا محبت کرنے والوں کی معراج ہے پھر آپ کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے آپ نے خون آلود بازو چہرے پر مل لئے کسی نے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا محبت کی نماز پڑھنے کے لئے وضو کر رہا ہوں جو صرف نفس کے خون کے ساتھ ہوتا ہے تمام اعضاء کاٹ دیئے گئے پشت اور گردن سولی پر تھے اور گردن سے آواز آرہی تھی اناالحق اناالحق آپ اس قدر محبوب کی محبت میں گم ہو چکے تھے کہ آئینہ ہٹ گیا تھا صورت رہ گئی تھی حجاب چھٹ گیا تھا حقیقت رہ گئی تھی قطرہ سمندر کے ساتھ مل جائے خود کو فنا کر دے تو اگر سمندر میں گم ہو کر کہے انا البحر انا البحر تو کوئی عقل مند آدمی اس کو جھوٹ نہیں کہے گا اگر ریت کا ذرہ صحرا میں مل جائے صحرا میں گم ہو جائے اور کہے کہ میں صحرا ہوں تو کوئی نہ کہے گا یہ جھوٹ بول رہا ہے اگر لوہا آگ کے اندر چلا جائے اور چند منٹ کے بعد کہے میں آگ ہوں انا النار انا النار تو سب مان لیں گے اور جب ایک انسان فنا فی اللہ ہو گیا خود کو ختم کر کے ذات سے مل گیا اس نے کہا میں حق ہوں تو سب اسے مارنے آگئے !!!! خلیفہ وقت مقتدر باللہ کے دور حکومت میں حامد بن عباس وزیر اعظم کی کاوشوں سے سلطان المحبت ابن حلاج کو سولی پر چڑھا دیا گیا اوپر سے حکم آیا اس کے اعضاء اکٹھے کر کے جلا دیئے جائیں اعضاء جل کر خاک ہوئے تو خاک سے آواز آرہی تھی "میں حق ہوں"

میں حق ہوں" تیسرے روز خاک کو دریا میں ڈال دیا گیا پانی کے اوپر خاک کے ذرے سے آواز آ رہی تھی انا الحق انا الحق محبت کے مقتول بعد میں محبوب بن جاتے ہیں

محبت آدمی کو انسان بنا دیتی ہے محبت ایک قدیم دریا ہے جو مسلسل بہہ رہا ہے کبھی خشک نہیں ہوا

بڑے لوگوں نے اسے پار کرنے کی کوشش کی مگر جان سے ہاتھ دھو بیٹھے

پریمیوں کے نزدیک قیامت کوئی شے نہیں وصال محبوب زندگی فصال محبوب موت

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ درد ہمت نیاید آں دہد

جان کی تھوڑی سی قربانی سے سینکڑوں گنا بڑھکر جزا ملتی ہے اور وہ الطاف و اکرام عطا ہوتے ہیں کہ جو ہمت و خیال میں نہیں آسکتے

شاہ جاں مر جسم را ویراں کند
بعد ویرانیش آباد کند

جان کا مالک یعنی محبوب حقیقی پہلے جسے فنا کرتا ہے اور اس ویرانی کے بعد اسے عطا فرماتے ہیں یعنی حیات جاوداں عطا فرماتے ہیں۔

مزید تفصیل ہماری کتاب حقیقت انساں۔صبر حسین بھی ہے عشق بدر و حنین بھی ہے عشق میں ملاحظہ فرمائیں

محبت میں مجھ پہ گزری میں جانتا ہوں

حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ سے کہا گیا! ہمیں عارف اور محبت کرنے والے کی تعریف بتائیے۔
فرمایا! عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو اور محبت کرنے والا اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

یاایھا السید الکریم
حبک بین الحشاء مقیم

اے میرے کریم آقا تیری محبت میرے دل میں بیٹھ چکی ہے۔

یارافع النوم عن جفونی۔ انت بما مربی علیم

میری آنکھوں سے نیند ختم کرنے والے مجھ پر جو گزر رہا ہے' تو اسے خوب جانتا ہے

ایک اور عاشق نے کیا خوب کہا۔

عجبت لمن یقول ذکرت الفی
وھل انسیٰ فاذکر مانسیت

مجھے اس پر تعجب ہے' جو کہتا ہے مجھے میری محبت یاد رہے' اور کہا میں بھول جاتا ہوں کہ فراموش کردہ کو یاد کروں۔

امرت اذا ذکرتک تم احیاء
ولولا حسن ظنی ما حییت

جب میں تجھے یاد کرتا ہوں' تو مرجاتا ہوں۔ پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر میرا حسن

ظن نہ ہو تو زندہ نہ رہوں۔

فاحیا بالمنٰی و امرت شوقا

فکم احیا علیک و کم اموت

میں تقدیر سے زندہ ہوں' اور شوق سے مرتا ہوں' پس میں تجھ پر کئی بار زندہ ہوا ہوں اور کئی بار مرا ہوں۔

شربت الحب کاسا بعد کاس

فما نفد الشراب و مارویت

میں نے کئی پیالے پیئے' نہ مشروب ختم ہوا اور نہ میں سیراب ہوا۔

فلیت خیالہ نصب یعنی

فان قصرت فی نظری عمیت

کاش محبوب کا خیال میری آنکھوں میں رہے' پس اگر میں دیکھنے میں کوتاہی کروں تو اندھا ہو جاؤں۔

○حضرت رابعہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک دن کہا! ہمیں ہمارے محبوب کی خبر کون دے گا۔

ان کی خادمہ پکارنے لگی۔ ہمارا محبوب ہمارے ساتھ ہے' مگر دنیا نے ہمیں اس سے علیحدہ کر رکھا ہے۔

عاشق کے آنسو شہیدوں کے خون کے برابر

وہ شخص کس قدر خوش قسمت ہے جو اپنے محبوب کے سامنے بیٹھا ہوا، اس کی یاد میں آہ و فغاں کرتا ہے۔ اے محب! اپنے گریہ و زاری کے آنسو میں خون دل بھی بہادے تاکہ محبوب حقیقی کا قرب اپنی جان میں مشاہدہ کرلے، جس جگہ کوئی عاشق سجدہ میں روتا ہے، وہی قطعہ زمیں اس عاشق حق کے لئے حریم بارگاہ حق بن جاتا ہے عاشق کے آنسو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کیئے جاتے ہیں جو کوئی اپنے کو مثل خار گناہ گار اور حقیر سمجھتا ہے اور اس احساس سے زار و زار روتا ہے اور لطف محبوب اس کی زاری سے اور درد سے جوش میں آتا ہے اور یہ بندہ محبوب حقیقی کا درباری محبوب بن جاتا ہے۔ جو عشق حق سے روتا ہے اس کی آنکھیں دوسری سینکڑوں آنکھوں کی سرداری کرتی ہیں اور حق تعالیٰ کی ستاری اپنے کرم سے ایسے گریہ و زاری کرنے والے بندے کے عیوب کی پردہ پوشی ہر وقت کرتی ہے رحمت حق اس کے اعمال سے صرف نظر کرتی ہے اور اپنے لطف و کرم کی بارش اس کے سر سے پاؤں تک کرتی ہے۔

○ عشق نالہ ہائے پر خون کرتا ہے اور عقل کو حیران اور مجنون کرتا ہے زمین پر جب عاشقان حق روتے ہیں تو آسمان پر ستارے ان آنسوؤں کی عظمت سے محو حیرت ہوتے ہیں جو شخص دردِ دل سے آنسو برساتا ہے، وہ در اصل اپنے دل کے لیئے عشق کی آگ کا سامان کرتا ہے

(مزید تفصیل ہماری کتاب مقام عشق میں ملاحظہ فرمائیں)

اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی ساری نعمتیں بیکار

حضرت ابو سلمان بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عاشق روحیں لطیف عطر ہیں ان کے اجسام رقیق اور ہلکے پھلکے ہیں ان کی موانست پاکیزہ ہے ان کی باتیں مردہ دلوں میں جان ڈال دیتی ہیں اور عقل میں فروانی پیدا کر دیتی ہیں اگر عشق و محبت نہ ہو تو دنیا کی تمام نعمتیں بیکار اور ہیچ ہیں بندوں کے پاس محبوب کی جانب سے جو کچھ پہنچ رہا ہے وہ اس امر کی دعوت دے رہا ہے کہ خدا ہی سے محبت کی جائے اور جس سے خدا محبت کرتا ہے اس سے محبت کی جائے اور جس سے محبوب حقیقی کراہت و نفرت کرتا ہے اسی سے کراہت و نفرت کی جائے

محبوب کا نور اس کا حجاب ہے اگر یہ حجاب اٹھا دیا جائے تو ساری مخلوق جل کر راکھ ہو جائے

محبوب سے محبت کرنے والا جو معاوضہ پائے گا۔ وہ معاوضہ کسی کو بھی نصیب نہ ہو گا اگرچہ وہ کل موجوات کا مالک ہی کیوں نہ بن جائے۔

طہارت القلوب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اے میرے نبی جس کا دل میری محبت سے پر ہو میری محبت میں اس کی عمر گزرے اے میرے نبی میری طرف آنے والوں کو مژدہ ہو میرے ساتھ تعلق و محبت رکھنے والے کے لئے بشارت ہو ان کے دن محبت کی وجہ سے روزے اور راتیں شب بیداری ہیں میں گفتگو میں ان کا خیال رکھتا ہوں میرے فرشتے ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اور میری جنت ان کی مشتاق ہے ان کے دل میری محبت و معرفت کے خزانے ہیں وہ مجھ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے مشتاق ہیں اور میرے لئے یتیموں کی طرح روتے ہیں ان کی درد ناک آواز میرے نزدیک فرشتوں کی تسبیح سے افضل ہے قسم ہے مجھے اپنی عزت و جلال کی میں انہیں ایسی لذت عطا فرماؤں گا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھی ہوں گی نہ کسی کان سے سنی ہوں گی

عشق انسان کو مکارم اخلاق پر امادہ کرتا ہے

بعض کہتے ہیں عشق طبیعت میں رقت اور سوز پیدا کرتا ہے نفس میں لطافت پیدا کرتا ہے نفس کی مردنی اور اس کی مشقت و کلفت دور ہو جاتی ہے عشق انسان کا مکارم اخلاق پر امادہ کرتا ہے اور شجاعت و بہادری و سخاوت' مروت و رقت پیدا کرتا ہے جو روح و جسم میں فروتنی پیدا کرتا ہے بعض لوگوں نے کہا ہے عشق شرفاء اور معزز لوگوں کے دل کی دوا ہے عشق کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے جو پاک مروت' پاکیزہ اخلاق رکھتا ہو یا پاکیزہ زبان اور کامل احسان رکھتا ہو یا پاکیزہ ادب اور ممتاز عادات رکھتا ہو عشق بزدل نامرد کو مرد اور بہادر بنا دیتا ہے غبی کے ذہن کو روشن کر دیتا ہے بخیل کو سخاوت و کرم سکھاتا ہے بادشاہوں کا غرور توڑ دیتا ہے انسان میں اعلیٰ اخلاق پیدا کرتا ہے عشق ان لوگوں کا انیس ہے جن کا دنیا میں کوئی انیس نہیں ان لوگوں کا جلیس ہے جن کا کوئی جلیس نہیں۔

عشق دنیا کی گرانباریوں کو ہلکا کر دیتا ہے روح میں لطافت پیدا کرتا ہے قلب کو کدورتوں سے پاک صاف کر دیتا ہے شرفا کو نیک اعمال و کردار پر ابھارتا ہے اور انسان کو مکارم اخلاق کا خوگر بناتا ہے بعض حکماء فرماتے ہیں عشق نفس میں تازگی پیدا کرتا ہے اخلاق کو مہذب بناتا ہے

عشق کا اظہار طبعی امر ہے اور اس کا اخفاء سراسر تکلیف حکماء کے نزدیک عشاق وہ ہیں جو عفیف اور پاکیزہ نفس ہوں عشاق جب عفیف ہوتے ہیں تو بڑے بن جاتے ہیں عفیف لوگ جب عاشق ہو جاتے ہیں تو ظریف بن جاتے ہیں جیسا کہ بعض عشاق سے پوچھا گیا کہ اگر تم اپنے محبوب پر ظفر مند ہو جاؤ تو کیا کرو؟ اس نے جواب دیا اگر ظفر مند ہو جاؤں تو یہ کروں کہ اس کا منہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں نیچے کر لوں اور اس کی یاد اس کی باتوں سے اپنے قلب کو خوش کرتا ہوں اور اس کی باتیں جو قابل کشف و اظہار نہ ہوں ان کو مخفی رکھوں اور کوئی بھی ایسی بات مجھ سے سرزد نہ ہو جو اس کے درجہ مرتبہ اور منصب کے خلاف ہو۔

محبت شہد سے زیادہ شیریں ہے

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں محبوب حقیقی شہد سے زیادہ شیریں ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام محبت میں یہاں تک روئے کہ بینائی جاتی رہی تو محبوب نے پیغام بھیجا (حالانکہ محبوب کو علم ہے) کہ اگر آپ کا رونا دوزخ کے خوف سے ہے تو میں آپ کو اس سے امن دیتا ہوں اور اگر آپ کا رونا جنت کے شوق میں ہو تو میں جنت کو آپ کے لئے واجب کئے دیتا ہوں انہوں نے عرض کیا اے میرے محبوب نہیں اس کی وجہ سے روتا ہوں نہ اس کی وجہ سے بلکہ میں تو صرف آپ کے شوق میں روتا ہوں محبوب نے فرمایا کہ اچھا پھر روئیے کیونکہ اس بیماری کا سوائے رونے کے کوئی علاج ہی نہیں ۔ محمود ترین نافع ترین محبت وہ ہے جو محبت کرنے والے کو دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود سے ہم آغوش کرے اور دنیا و آخرت کی سعادت اور نفع کی طرف اسے کھینچ لے جائے اسی قسم کی محبت سعادت دارین کا عنوان ہے اور وہ محبت جو دنیا و آخرت کی مضرت کی طرف کھینچ لے جائے شقاوت و بدبختی کا عنوان ہے اگر انسان محبت محمودہ کے لئے روتا ہے تو یہ رونا اس کے حق میں نافع ہے اسے حزن و غم لاحق ہوتا ہے تو اسے نفع بخش ہے فرح و مسرت حاصل ہو تو اسے سود مند ہے انشراح و انبساط پیدا ہوتا ہے تو اس کے لیئے مفید ہے انقباض پیدا ہو تو موجب سعادت ہے ۔ اگر محبت نہ ہو تو افلاک سماوات کا دور کسی طرح نہیں چل سکتا نہ محبت کے بغیر ستارے، سیارے حرکت کر سکتے ہیں نہ حرکت دینے والی ہوائیں حرکت کر سکتی ہیں نہ یہ باران رحمت کے اٹھانے والے بادل کر سکتے ہیں نہ شکم مادر کے اندر بچے حرکت کر سکتے ہیں نہ دانے زمین کو پھاڑ کر اگ سکتے ہیں نہ دریاؤں اور سمندروں میں جہازوں کو چلانے والی موجیں اٹھ سکتی ہیں نہ عطیات خداوندی کے تقسیم کرنے والے فرشتے اور دنیا کی تدبیر و تنظیم پر مامور شدہ فرشتے اس کے بغیر حرکت کر سکتے ہیں اور نہ یہ آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی جملہ مخلوق حرکت کر سکتی ہے قصہ مختصر سب کچھ محبت کے دم سے ہے۔

بے قراری دل کی فصل و بہار

کیا دنیا میں جس طرح بہار و خزاں کے موسم آتے ہیں ' ربیع و خریف کی ہوائیں چلتی ہیں اور جاڑے اور گرمیوں کا سورج بدلتا ہے ' اس طرح دلوں کی شورشوں کا بھی کوئی موسم ہے ؟ روحوں کی بے قراری کی بھی کوئی فصل ہے ؟ دیوانگی اور سراسیمگی کا بھی وقت ہے جس کی ہوائیں چلتی ہیں اور جن کے بادل نمودار ہوتے ہیں ۔ میں نہیں جانتا کہ ایسا ہے مگر میں پاتا ہوں کہ میرے دل کی دیوانگی ٹھر ٹھر کے اٹھتی اور میرے روح کی سوزش گزر گزر کے لوٹتی ہے میں کچھ عرصہ سے اس دریا کی مانند جو اتر گیا ہو چپ تھا لیکن اس سمندر کی مانند جس کی تہہ سے موجیں مار رہی ہوں ' پھر آہوں سے بھر گیا ہوں فریادوں سے معمور ہو گیا ہوں ' شورشوں سے لبریز ہوں اور دیوانگیوں کی سرخوشی سے میرا ساغر ضبط چھلک گیا ہے آج پھر مجھے اس خاک کی تلاش ہے جس کو اپنے سرد چہرہ پر اڑا سکوں ۔ پھر ان کانٹوں کی جستجو ہے جن کو اپنے دل و جگر میں چبھو سکوں ' میں دیوانوں کا متلاشی ہوں اور مجھے بے چاروں کی بستی کی ضرورت ہے پس ہوشیاری سے اکتا گیا اور تندرستی نے مجھے عاجز کر دیا آہ میں چاہتا ہوں کہ جی بھر کے روؤں ' اور جس قدر چیخ چیخ کے نالہ و فریاد کر سکتا ہوں ' کرتا رہوں میری چیخیں تمہارے عیش و نشاط کو مکدر کر دیں میرا نالہ و بکا تمہارے عیش کدوں کو ماتم کدہ بنا دے میری شورش غم سے تمہارے چہروں کی مسکراہٹیں معدوم ہو جائیں میں تم کو غم و درد و محبت سے بھر دوں میں تم کو درد حسرت کا پتلا بنا دوں ' تمہاری آنکھیں عشق میں ندیوں کی طرح بہہ جائیں تمہارا دل تنور کی طرح بھڑک اٹھے تمہاری زبانیں دیوانوں کی طرح چیخ اٹھیں اور تمہاری غفلت عیش اور بے دردی نشاط کی بستی جو مدتوں سے برابر آباد چلی آتی ہے اس طرح اجڑ جائے کہ کبھی آباد نہ ہو

روئے بازار مراد امروز عرضی **بامنست**

دیدہ تر مے فروشم دامن تر مے خرم

عاشقوں کا عشق جہنم کی آگ سے بڑا ہے

جہنم کی آگ کتنی تیز ہے اسے ہم نے اس وقت تک دیکھا نہیں ، سنا ہے اور وہ شنوائی قریب معائنہ اور مشاہدہ کے ہے جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہنم کی گرمی اور جلن سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں لیکن اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ولی اللہ کے عشق کا سوز جہنم سے بڑھ کر ہے۔

○ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ!

دوزخ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اگر میں آپ کی اطاعت نہ کرتی تو میرے لیئے سزا کون سی ہوتی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری محبت کی آگ جسے میں نے اپنے دوستوں کے دلوں میں ٹھہرایا ہے۔

؎ محبت کو سمجھنا ہے تو ناصح خود محبت کر
کنارے سے کبھی اندازہ طوفان نہیں ہوتا

ڈراتے کیوں ہو جہنم سے جینے والوں کو
غم عشق سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

(مزید تفصیل ہماری کتاب آتش عشق میں ملاحظہ فرمائیں)

عاشق کی آہ!

عشق کے لئے بجز آہ کوئی سامان نہیں اور درد عشق بجز آہ کوئی درمان نہیں آہ سے محبوب حقیقی کا کمال قرب حاصل ہوتا ہے۔ آہ جب عاشق کے دل سے نکلتی ہے تو ایک ہی سانس میں محبوب حقیقی تک پہنچ جاتی ہے راہ میں آہ کو حاصل عشق سمجھو اور آہ کو محبوب حقیقی سے واصل سمجھو جو شخص آہ کرتا ہے وہ عاشق ہوتا ہے آہ اس کے عشق پر گواہ ہوتی ہے انابت کا کمال آہ ہے پس اے عاشق تو آہ پیدا ہونے کے لئے گریہ و زاری کر محبوب تعالیٰ کی رحمت کے دروازے جب کوئی دربان مقرر نہیں تو سمجھ لو کہ عاشقان حق کی آہ کو محبوب حقیقی تک پہنچنے میں کوئی محرومی نہیں ہو سکتی ہے اور آہ کو رسائی منزل تک اذن عام حاصل ہے اور یہ اذن عام ہر شخص کو ہے اگر بلبل کا نالہ بے اثر ہوتا تو پھول اندر اندر کیوں چاک جگر ہوتا اس طرح عاشق کی آہ بھی کبھی بے اثر نہیں ہوتی ہر شخص کی آہ کا مقام الگ الگ ہے کیونکہ آہ دل سے نکلتی ہے اور ہر دل کی قیمت دوسرے دلوں سے الگ الگ ہے اور یہ قیمت ہر دل کے درد محبت کے اعتبار سے ہے دلوں کی قیمت اجسام یعنی آب و گل کے وزن سے نہیں اس سبب سے انبیاء اور اولیاء کی آہوں کا فرق بارگاہ کبریاء میں ان کو مراتب کے مطابق ہے آہ اسی وقت نکلتی ہے جب درد محبت سے دل مضطر ہوتا ہے اور دل مضطر کی آہ قسمت اور نصیب کا اختر (ستارہ) ہوتی ہے۔

(مزید تفصیل ہماری کتاب درد عشق میں ملاحظہ فرمائیں)

عاشق پر جہنم کی آگ اثر نہیں کرے گی

؎عاشق فسون چہ داند بر **آتشش** بخواند
سوزش درد نماند کر دو چو نور روشن

عاشق کونسا منتر جانتا ہے جو اس پر پڑھ کر پھونک مارے کہ آگ کی گرمی ختم ہو جائے اور وہ آگ نور روشن کی طرح چمکے

حدیث پاک میں ہے کہ!

جب عاشق مومن دوزخ سے گزرے گا تو دوزخ عرض کرے گی

جزیا مومن فان نورک قد اطفا نوری

اے عاشق! مجھ سے جلدی گزر اس لیئے کہ تیرے نور نے میرے شعلے بجھا دیئے

گویدش بگزر سبک اے محتشم
ورنہ **آتشہائے** تو مرد **آتشم**

مثنوی مولانا روم

دوزخ عاشق کو کہے گی اے حشمت والے مجھ سے جلدی گزر ورنہ تیرے عشق کی آگ سے میرے شعلے بجھ جائیں گے

اس لئے گزارش ہے کہ!

داستان غم ہستی کو مکمل کر لے
ایک بھی عشق کا عنوان نہ جانے پائے

(مزید تفصیل ہماری کتاب داستان عشق میں ملاحظہ فرمائیں)

عشق بے پایاں

شیبہ بن عثمان حجبی جنگ کے دن محبوب کریم ﷺ کو قتل کے ارادے سے تلاش کر رہا تھا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے باپ اور چچا کو قتل کیا تھا یہ ان کے خون کا انتقام چاہتا تھا اور جب جنگ میں لوگ گتھ گئے تو وہ محبوب دو جہاں ﷺ کے پیچھے سے آیا تاکہ آپ پر وار کرے وہ کہتا ہے کہ جب میں آپ ﷺ کے قریب ہوا تو میری طرف آگ کے شعلے بلند ہوئے جو کہ بجلی سے تیز تھے تب میں بیٹھ کر بھاگا اور اس بات کا علم محبوب کریم ﷺ کو ہو گیا تو مجھے بلایا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے سینے پر رکھا ۔ کہاں یہ حال تھا کہ وہ ساری مخلوق میں میرے بدترین دشمن تھے مگر آپ نے ابھی اپنا دست مبارک ہٹایا بھی نہ تھا کہ آپ ﷺ مجھے مخلوق میں سب سے پیارے ہو گئے۔

؎ دشمن بھی مان لینے پہ مجبور ہو گیا
بے اختیار خم سر مغرور ہو گیا
کیف نگاہ ساقی کوثر نہ پوچھئے
آیا جو سامنے وہی مخمور ہو گیا

پھر مجھ سے فرمایا قریب آ اور خدا کی راہ میں لڑ پھر میں آپ ﷺ سے آگے بڑھا اور تلوار سے کفار کو مارتا تھا اور محبوب ﷺ کی حفاظت کے لئے اپنے جسم سے آڑ کرتا تھا اور اگر اب میں اپنے باپ سے بھی ملتا تو محبوب ﷺ کی حفاظت کے لئے اس پر حملہ کرتا اور اس کو قتل کرتا۔

؎ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے رہبر بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

؎ دشمن جاں پہ بھی اٹھی تیری نگاہ التفات
یہ تیری شان رحمت یہ تیری بندہ پروری

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی!

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب جعفر بن سلیمان ناراض ہوا تو اس نے ان کو کوڑے مارے لوگ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو بیہوشی کی حالت میں اٹھا کر گھر لے گئے پھر جب حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو ہوش آیا تو جو لوگ وہاں جمع تھے ان سے فرمایا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو معاف کر دیا

بعد میں جب منصور نے جعفر بن سلیمان سے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا بدلہ لینے کا ارادہ کیا تو امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں واللہ! اس کے کوڑوں میں جو کوڑا میرے جسم سے ہٹتا تھا میں اس وقت اس کو معاف کر دیتا تھا اس لیئے کہ جعفر بن سلیمان کی میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہے۔

مزید تفصیل ہماری کتاب آداب محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت اور علامات اور محبت میں ملاحظہ فرمائیں

یار کا کہنا ضرور مانوں گا

جب حضرت منصور رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ انا الحق کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ ایسا کہنے میں آپ کی جان چلی جائے گی آپ اس لفظ کو ہرگز زبان پر نہ لائیں

حضرت منصور رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا

من نمی گویم یار گوید بگو
چو نمی گویم مرا دلدار می گوید بگو

میں اپنے ارادے سے انا الحق نہیں کہتا بلکہ میرا دوست مجھ سے کہتا ہے کہ ایسا کہو اور جب میرا دوست یوں کہنے کا حکم دے تو پھر میں کیسے نہ کہوں کیا جان کی خاطر دوست کا کہنا نہ مانوں ایک جان کیسی اگر ایسی ہزار جانیں بھی جاتی رہیں تو کچھ پرواہ نہیں میں کہنا ہرگز نہ چھوڑوں گا اور دوست کا کہنا دل سے مانوں گا۔

مصلحت اور پالیسی کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں دو مختلف طرح کے تعلق کو نبھانا پڑتا ہے کہ اس کو بھی راضی رکھنا ہے اور اس کو بھی لہٰذا کچھ ادھر کی بات اور کچھ ادھر کی۔ بس ایک کو لو اور سب کو ترک کردو۔ اور اس کے سامنے کسی کی پرواہ نہ کرو عاشق کو کیا پرواہ ہوتی ہے عاشق کا مذہب تو یہ ہوتا ہے۔

گرچہ بد نامی است نزد عاقلاں
ما نمی خواہیم ننگ و نام را

اگرچہ عقلاء کے نزدیک بدنامی کی بات ہے لیکن ہم ننگ و ناموس کے خواہاں نہیں ہیں سب مصلحت اور انجام بینی رکھی رہ جاتی ہے جس وقت عشق کی ذرا سی ہوا لگ جاتی ہے اور آدمی آبرو اور جان اور مال سب محبوب کے سامنے رکھ دیتا ہے اگر محبوب ان سب کو قبول کرے تو احسان مند ہوتا ہے

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل محو تماشائے لب بام ابھی
عشق فرمودہ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

عشق کے بغیر کامیابی ناممکن

کاش بندے اللہ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت کی بھیک مانگتے جسے اللہ تعالیٰ کی محبت عطا ہوئی گویا اسے سب کچھ عطا ہوا جو اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہا اس سے بڑھ کر کوئی تہہ دست اور مفلس نہیں کیونکہ انسان کی سیرابی و کامیابی اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کی محبت صادقہ پر موقوف ہے قابل مبارک باد ہیں وہ بندے جو اللہ تعالیٰ کی طلب میں نکلتے ہر وہ قدم جو طالب حق کا جستجوئے حق میں اٹھتا ہے اس کی گرد عرشیوں کے لیے سرمہ عقیدت بن جایا کرتی ہے سینہ زمین پر اس کا نقش دائمی آب و تاب کا روپ دھار لیتا ہے قدرت اس کو وہ ثبات عطا کرتی ہے کہ گردشِ ایام کا غبار اس کی تابانی و صداقت آفریں درخشانی کو دھندلا نہیں سکتا۔

ایمان اگر محبوب کی محبت کے اقرار کا نام ہے تو ایقان محبوب پر مرمٹنے کا نام ہے یہ کیفیت عشق و محبت کی شدت کے بغیر حاصل نہیں ہوتی باطن کی گہرائیوں تک اثر انداز ہونے والی چیز صرف عشق ہے اور عشق ذات ہی انسان کو نفس کی خود غرضیوں اور جاہ طلبیوں سے نکال کر حسد، بغض، کینہ، کدورت اور کبر کی جڑیں اکھاڑ پھینکتا ہے اور ان کی جگہ صدق و وفا، محبت و مروت اور شرافت و دیانت کے بیج بوتا ہے اور اس بیج سے جو شجر اگتا ہے اس کی بار آوری دیکھنے کے قابل ہوتی ہے

مزید تفصیل ہماری کتاب محب اور محبوب ﷺ اور محبوب کائنات ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں

محبت عطائے الٰہی ہے

یک شبے مجنوں بخلوت گاہ راز
گفت اے پروردگار بے ناز
تو چراتامم بہ مجنوں کردہ
عشق لیلیٰ در دلم چوں کردہ
کردہ خار مغیلاں بالشم
می برم شبہا بگردوں نالشم
ہاتفش گفتا کہ اے مرد غیب
لا جرم کردم ترا غمہا نصیب
خوش نماید نالہ شبہائے تو
ذوقہادارم ہزاریہائے تو
کار لیلیٰ نیست ایں کارمن است
حسن لیلیٰ عکس انوار من است

کہتے ہیں کہ ایک شب مجنوں تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگا یا اللہ تو نے میرے دل میں لیلیٰ کی محبت کیوں رکھی ہے کہ اس محبت نے مجھے مجنوں کر دیا اور اس محبت کی وجہ سے میں سخت تکلیف میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے مجنوں اس محبت میں تجھے اس لئے مبتلا کیا گیا کہ تو محبت لیلیٰ کی وجہ سے راتوں کو جاگتا ہے اور یا رب کرتا رہتا ہے مجھے تیرا رونا راتوں کو جاگنا آہ وزاری کرنا اچھا لگتا ہے یہ لیلیٰ کا نام نہیں ہے بلکہ میرا کام ہے کیونکہ لیلیٰ کے اندر جو کچھ خوبصورتی تجھے محسوس ہو رہی ہے وہ بھی تو میری ہی دی ہوئی ہے اور میرے ہی جمال کا پرتو ہے

نہ پڑتا پرتو خالق اگر رخسار خوباں پر
تو ہر عاشق کی آنکھوں میں حسیں منظر کیوں ہوتا

سرچشمہ اعمال..... محبت

محبت کتنا خوبصورت لفظ ہے کیونکہ محبت ہی سے انابت الی اللہ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور محبت ہی خوف و حزن کا معدن محبت ہے محبت ہی انسان کو مقام رضا پر اور کبھی مقام شکر پر متمکن کرتی ہے ایسا صبر جس کی بنیاد محبت پر ہو ورنہ اس کا نام بیچارگی ہو گا حیا بھی وہی ہے جس کی ولادت محبت سے ہو جو ادب و تعظیم میں پلی ہو ورنہ اس کا نام انفعال طبع ہو گا فقر بھی وہی ہے جس کی محبت بجانب محبوب ہو اور دل اپنی تمام تر قوت کے ساتھ محبوب کے جو دونوں کی جانب منجذب ہو جائے ورنہ اس کا نام تنگ دستی ہو گا الغرض محبت ہی قوت القلوب ہے اور محبت ہی قرۃ العیون ہے محبت ہی دل کی رونق ہے یہی زندگی کی کامیاب ضمانت ہے محبت ہی کامیابی کو دوام بقا کا تاج پہناتی ہے اور تحت ارتقاء پر بٹھلاتی ہے محبت ارادوں کو قوی بناتی ہے سوزش پیدا کرتی ہے اور ضمیر کی آواز کو جگاتی ہے اعلیٰ ترین درجہ عبادت کہلاتا جو عشق محبوب حقیقی میں گرفتار ہو جاتا ہے اس کا دل مادی لذتوں اور دنیوتعیشات سے لبریز ہو جاتا ہے اس کی زندگی کے شب و روز عبادت الٰہی میں گزرتے ہیں وہ ہر خوشی و غم میں خدا کا شاکر رہتا ہے اس کی حیات امن و آتشی کا گہوارہ بن جاتی ہے مادی محبت کرنے سے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں آپ ان سے بخوبی آگاہ ہیں آرام و سکون غارت ہو جاتا ہے بندہ محبوب حقیقی کو بھول کر دنیوی چاہتوں کو ڈھونڈتا ہے محبوب حقیقی کو چھوڑ کر دنیوی محبوب پر جان چھڑکتا ہے اس کا عبرتناک انجام بدنامی اور داغداری سے مزین ہوتا ہے

آو اگر ہم نے محبت کرنی ہے تو ان سے محبت کریں جو شافع محشر ہیں' غریبوں کے آقا یتیموں کے مولا ہیں حسن و جمال کی زندہ جاوید حقیقت ہیں گناہوں سے پاک ہیں جن کے دم سے زندگی تابندہ و رخشندہ ہے یہ ذات محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی ہے محبوب دو جہاں ﷺ آئے تو جینے کا مزا آیا آپ آئے تو چمن بہارستان بنے غنچے کھلے اور راحتوں اور چاہتوں کے چشمے پھوٹے کلیاں مہکیں پرندے چہکے اور سارا گلشن مارے محبت سے جھوم اٹھا عصر حاضر کا یہی تقاضا ہے کہ ہم اپنے قلوب میں عشق محبوب ﷺ کی شمع روشن کریں اس سے نہ صرف محبت کا مفہوم ادا ہو گا بلکہ آخرت میں وسیلہ مغفرت بھی ہو گی۔

جب بھی مانگو تو وسیلے سے انھیں کے مانگو
اس وسیلے سے کرم اور دوبالا ہو گا
عشق محبوب کی اِک شمع جلا لو دل میں
بعد مرنے کے لحد میں بھی اُجالا ہو گا
بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
گر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

مزید تفصیل ہماری کتاب لحد میں اجالا وسیلہ محبوب ﷺ

محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے

محبت کے دم سے یہ دنیا حسیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
محبت اندھیرے میں نور سحر ہے
محبت سے دنیا بہارِ نظر ہے
نظارہ ' نظارہ بہشت بریں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں
وہ شعلہ ہی کیا جو بھڑکنا نہ جانے
وہ دل ' دل نہیں جو تڑپنا نہ جانے
محبت ہی سے زندگی کا یقیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
محبت کا وعدہ وفا کرنے والو
نماز محبت ادا کرنے والو
محبت ہی دنیا محبت ہی دیں ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
اس لیے۔

محبت ابتدا میری
محبت انتہا میری
محبت سے عبارت ہے
بقا میری فنا ہے میری

محبت آرزو میری
محبت جستجو میری
محبت خاموشی میری
محبت گفتگو میری
محبت میری طاقت
محبت ہی جوانی ہے
محبت گر نہ ہو
ویران میری زندگانی ہے

اور زندگی کیا ہے؟

طلوع آفتاب کے بعد کسی نے کہازندگی قدرت کا ایک خوبصورت عکس ہے محفل ناداں کے تبسم نے کہا زندگی ایک مسرت ہے مرجھائے ہوئے پھولوں نے آہ بھر کے کہا زندگی چند ساعتوں کی کہانی ہے چوکڑیاں بھرتے ہوئے ہرن نے کہا زندگی ایک دل فریب جوانی ہے غریب مزدور نے کہا زندگی دکھوں کا گھر ہے حریص نے کہا
زندگی ایک لالچ ہے ناکام طالب علم نے کہا زندگی ایک بوجھ ہے نامراد عاشق نے کہا زندگی حسرتوں کا نام ہے بلبل نے گیت گھاتے ہوئے کہا زندگی ایک چمن ہے پہلوان نے کہا زندگی ایک اکھاڑہ ہے شاعر نے کہا زندگی زندہ دلی کا نام ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

ستاروں نے مسکرا کر سوچا اندھیری رات میں چمکنا ہی زندگی ہے پھول نے گلے کا ہار بن کر کہا خدا کا شکر ہے مجھے زندگی ملی رات نے کروٹ بدلتے ہوئے کہا کہ پستی و بلندی ہی زندگی ہے جب آسمان پر سورج نکلا اور روشنی ہوئی تو سورج نے کہا

ارے واہ تاریکی میں روشنی کرنا ہی زندگی ہے چاندنی رات میں چاند نے مسکراتے ہوئے کہا بار بار گھٹنے اور بڑھنے کا نام زندگی ہے۔

مگر حقیقت میں

میرا خیال ہے کہ جو گھڑی محبت میں گزرے وہی زندگی ہے اس لئے کہ

زندگی اپنے لہو کا نام ہے
اعتبار آرزو کا نام ہے
زندگی ہے لذت سوز دوام
زندگی ہر حال میں ہے تشنہ کام
زندگی اک آرزوئے خام ہے
زندگی زندہ برائے نام ہے
زندگی حسرت بھری فریاد ہے
زندگی گویا کسی کی یاد ہے !
اشکباری زندگی کا مشغلہ
ہر قدم پر زندگی اک مرحلہ
پی رہی ہے زندگی اپنا لہو
لوٹتی ہے آپ اپنی آبرو !
شوزش درد جگر ہے زندگی

ایک خوابیدہ سحر ہے زندگی
زندگی اک وادیِ پُر خار ہے
گویا رسوائی سرِ بازار ہے!
زندگی ہے ایک گردابِ بلا
زندگی ہے آپ اپنا نا خدا
زندگی ہی زندگی کا ناگ ہے
زندگی پانی میں زندہ آگ ہے
اک مسافر کا سفر ہے زندگی
پُر خطر اک رہگزر ہے زندگی
زندگی بھولی ہوئی منزل بھی ہے
زندگی ٹوٹا ہوا اک دل بھی ہے
زندگی کا ہر فسانہ زندگی!
جانے والوں کا نہ آنا زندگی!
زندگی خود شانہ الہام ہے
فکر میں ڈوبی ہوئی اک شام ہے
زندگی فنکاری معمار ہے
زندگی گرتی ہوئی دیوار ہے!
دے رہی زندگی ہر دم صدا
"حسرتا و احسرتا و احسرتا"
زندگی آنکھوں کے نم کا نام ہے
زندگی خاموشی غم کا نام ہے
زندگی ہے ایک گونہ انتظار

بے قراری زندگی کا ہے قرار
زندگی ہے آگ میں جلنے کا نام
زندگی ہے پھولنے پھلنے کا نام
ہاتھ سے جائے تو لاشہ زندگی،
ورنہ ہے ذوق تماشہ زندگی
دل جواں ہو تو جواں ہے زندگی
ورنہ مرگ ناگہاں ہے زندگی
ہے خم زلف نگاراں زندگی!
ہے کبھی جشن بہاراں زندگی
زندگی دیپک بھی ہے ملہار بھی
زندگی آتش بھی ہے گلزار بھی
گاہ ہستی رہرو افلاک ہے
گاہ یہ خاموش زیر خاک ہے
زندگی ہے اک تبسم زیر لب
زندگی شمع فروزاں نیم شب
زندگی اقوال بھی احوال بھی!
زندگی آئینہ اجمال بھی!
زندگی ہے اک بحر بے کراں،
یہ کبھی صحرا کبھی کوہ گراں
زندگی ہے اک پرشیا داستاں
کوئی حصہ ہے یہاں کوئی وہاں
ہے کبھی ایک حرف آرزو

جستجو بے نیاز یہ کبھی ہے
گردش شام و سحر ہے زندگی
ایک سیمابی نظر ہے زندگی !
زندگی کے زمزمے ہیں چار سو
زندگی ہے گردش جام و سبو
زندگی عریانیٔ اجسام بھی !
زندگی ہے گردش ایام بھی !
نقش فریادی بھی ہے "تصویر" بھی
زندگی ہے شوخیٔ تحریر بھی
زندگی کیا ہے سہانا خواب ہے
زندگی اک گوہر نایاب ہے
آنسوؤں کی ایک مالا زندگی !
چاند سے چہرے کا ہالا زندگی !
تھم بھی جائے تو رواں ہے زندگی
داستان کن فکاں ہے زندگی
ہے کبھی تسلیم کی خو زندگی !
ہے کبھی "میں" اور کبھی "تو" زندگی
زندگی ہے کشتۂ تیغ ستم !
یوں بھی ہے ہستی کا انداز کرم
مفلسی میں بھی گزرتی ہے یہ
تخت پر بھی سسکیاں بھرتی ہے یہ
زندگی محبوب کی قربت بھی ہے

زندگی افسانہ فرقت بھی ہے
گیسوئے خم دار کا سایہ بھی ہے
زندگی نے خود کو بہلایا بھی ہے
ایک شوخی ہے حیا ہے زندگی
حسن ہے حسن ادا ہے زندگی
کامنی سی ایک صورت زندگی
موہنی سی ایک صورت زندگی
زندگی ہے ایک چشم سرمگیں
زندگی ہے ایک زلف عنبریں
زندگی سہمی ہوئی دلہن بھی ہے
زندگی بے نام سا مدفن بھی ہے
ہے نوازش ہائے موسم زندگی
ہے کبھی قند اور کبھی سم زندگی
جگمگاتے آبگینوں کے لئے
زندگی ہے مہ جبینوں کے لئے
زندگی ہے مورد الزام بھی !
مے کدے میں ایک ساقی شام بھی
زندگی ہے زخمہ و اضطراب بھی
مرمریں ہاتھوں میں اک سیماب بھی
رقص کرتی ہیں سر مژگاں کبھی
دم بخود ہوتی ہے یہ بے جاں کبھی !
اک تماشا ہے تماشائی بھی ہے

زندگی معشوق ہرجائی بھی ہے!
زندگی کا شغل مے نوشی بھی ہے
زندگی کا فصل غم پوشی بھی ہے
زندگی نیرنگی دوراں بھی ہے!
یہ رہین منت درباں بھی ہے
کاسہ ہستی کبھی بھرتا نہیں!
زندگی بھر دل کبھی مرتا نہیں
ٹھوکریں کھا کر بدل جاتی ہے یہ
ایک پل میں بھی سنبھل جاتی ہے یہ
زندگی ہے چاک ہو جانے کی خو
دامن ہستی کیا کسی نے رفو؟
زندگی اپنے جنوں کا نام ہے
زندگی آنکھوں میں خون کا نام ہے
موجہ آب رواں ہے زندگی
زندگی کے درمیاں ہے زندگی
زندگی کیا ہے بجز سوز دروں
زندگی ہے آیہ لا یحزنوں!
زندگی ذوق فنا کا نام ہے!
یہ تیقن حاصل ابہام ہے!
لاکھ حیلوں سے گزر کرتی ہے یہ
زندہ رہنے کے لئے مرتی ہے یہ
موت ٹل جائے تو کوئی غم نہیں

ورنہ محشر ہے یہ ہستی کم نہیں !
نامکمل ہے ابھی تک کائنات
کر رہی ہے زندگی کچھ تجربات
ساز کے سینے میں اک آواز ہے
زندگی کیا ہے سراپا راز ہے
زندگی گل میں مثال رنگ و بو
جیسے فن میں صاحب فن کا لہو
زندگی الفاظ میں آتی نہیں
راز افشانی اسے بھاتی نہیں
اپنی آزادی میں یہ مجبور ہے
زندگی رستا ہوا ناسور ہے !
کس نے پایا ہے سراغ زندگی
زندگی ہے خود چراغ زندگی
فلسفی سمجھا نہیں مجبور ہے
زندگی خود زندگی سے دور ہے
زندگی ساحل بھی ہے طوفاں بھی
خود مسیحا ، خود بلائے جان بھی !
ہاں مگر یہ زندگی انعام ہے
خالق مطلق کا اپنا کام ہے !
زندگی ہے سنگ در کی آرزو
" خوب سے ہے خوب تر کی جستجو "
زندگی ہے مظہر ظل الہ !

زندگی کا راز ہے کرب وبلا!
زندگی کا مدعا دیدہ وری
زندگی کی موت ہے سودا گری
زندگی جبیں روشن کا نام ہے
زندگی پختہ یقین کا نام ہے
زندگی ہے واجب صد احترام
زندگی ہے انقلاب صبح و شام
یار کے دم سے سلامت زندگی
ورنہ زماں ہے قیامت زندگی

مولانا روم فرماتے ہیں۔

غفلت ازوے یک زماں صد مرگ داں
زندگی یاداست نزد عارفاں

یعنی

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

توگویا زندگی کا دوسرا نام محبت ہے بغیر محبت کے زندہ رہنا محال ہے اس لیئے!

عشق جتنا بھی کیجئے گا کم ہے
اس کا کوئی کنارہ نہیں ہے

کیونکہ

عشق سے کوئی بشر نہیں خالی
اور عشق نے کر دیئے ہیں گھر کے گھر خالی

اور

دل ہے خیال یار کا محشر لئے ہوئے
قطرہ ہے بے قرار سمندر لئے ہوئے
میں کیا کہوں کہاں ہے محبت کہاں نہیں
رگ رگ میں دوڑی پھرتی ہے خنجر لئے ہوئے

محبت شاہراہ زندگی ہے
محبت حاصل صد بندگی ہے
محبت افتخار آدمی ہے محبت سے وقار آدمی ہے
محبت چارہ سازی غم گساری
محبت راستی، پرہیزگاری
محبت صاف گوئی حق پسندی
محبت سربلندی فتح مندی
محبت تندرستی کی علامت
محبت دین و ایمان کی ضمانت
محبت درد دوراں کا مداوا
محبت بے سہارا کا سہارا
محبت ہجر میں، بر میں، شجر میں
محبت برگ میں، گل میں، ثمر میں
محبت انجم و شمس و قمر میں
سواد شام میں نور سحر میں
محبت گل کدوں میں، جنگلوں میں
محبت وادیوں میں، دلدلوں میں

محبت عرش پر ، تحت الثریٰ میں
طلائی جام و کشکول گدا میں
محبت پاکبازی ، پارسائی ، محبت نفس باطن کی صفائی !
محبت سرفرازی کامرانی
محبت شہر یاری حکمرانی
محبت قبلہ گاہ عارفاں ہے
محبت کی زمیں بھی آسماں ہے
محبت محور صدق و صفا ہے
محبت دست پیری کا عصا ہے
محبت ایک مینار ضیاء ہے
محبت گنبد حق کی صدا ہے
محبت سے مشام جاں معطر
محبت سے دیار دل منور
محبت کی فضا وجد آفریں ہے
محبت ارض پر خلد بریں ہے
محبت پردہ دار عاصیاں ہے
محبت دست گیر بے کساں ہے
محبت ماں کی بیٹے کو دعا ہے
محبت باغ جنت کی ہوا ہے ،
محبت سورماؤں کا چلن ہے ،
محبت غازیوں کا بانکپن ہے ،
محبت آب عیسیٰ کا پیالہ !

محبت ظلمت غم میں اجالا !
محبت دل کی ٹھنڈک آنکھ کا نور
ردائے پاک مریم ' دامن حور
محبت آب شبنم کی لطافت !
نسیم صبح گاہی کی صباحت !
محبت پتھروں کو موم کر دے
سکون مستقل پارے میں بھر دے
محبت زہر کو تریاق کر دے
تن بیمار چست و چاق کر دے
محبت خاک کو سونا بنا دے
محبت نور کے دریا بہا دے
محبت روح کی پاکی کا پرتو
چراغ منزل عرفان کی ضو !
محبت قاطع دام اسیری '
محبت میں فقیری بھی امیری
محبت آدمیت کا بھرم ہے
محبت بارش لطف و کرم ہے
محبت غنچہ نو کا تبسم
محبت اپسراؤں کا ترنم !
محبت مشکلیں آسان کر دے
سکون قلب و تسکین نظر دے
محبت قصر استبداد ڈھا دے

سمندر کو پہاڑوں پر چڑھا دے
محبت زلزلوں کو جام کر دے
قضا کے وار کو ناکام کر دے
محبت آگ میں بوٹے کھلا دے
محبت سانپ کو رسی بنا دے
محبت فطرت انساں کا خاصہ
نہیں تو آدمی زندہ جنازہ!
محبت سے پیار بزم ہستی،
محبت راہوار عزم ہستی!
محبت زینہ خودی ہے
محبت روشنی ہی روشنی ہے
محبت محضر گنج معانی!
محبت لازوال و غیرفانی!
محبت سو دکھوں کی اک دوا ہے
محبت سیمیا ہے، کیمیا ہے،
محبت دور خوشحالی کا بیمہ،
کتاب کامیابی کا ضمیمہ!
محبت قدسیوں کا فیض سایہ،
محبت زخم پر مرہم کا پھایہ
محبت بازوئے مردان حر ہے،
حوادث پر فتح پانے کا گر ہے،
محبت عظمت آدم کا پیکر!

محبت کی صدا اللہ اکبر
محبت مظہر نور خدا ہے !
محبت ورثہ خیرالوری ہے !
محبت تحفہ رب تعالیٰ ،
محبت کا جہاں میں بول بالا !

محبت عطیہ خداوندی ہے

محبت ایک ایسی چیز ہے کہ کی نہیں جاتی ہو جاتی ہے محبت کرنا انسان کے اختیار میں نہیں ہے محبت انسان کو پیار کرنے پر مجبور کرتی ہے زندگی کا حسن محبت میں ہے زندگی ایک پھول ہے

اور اس کی خوشبو محبت میں ہے محبت کا دوسرا نام انسانیت ہے محبت سے خالی دل اس غبار کی مانند ہوتے ہیں جس میں جانور بھی داخل ہونے سے خوف کھاتے ہیں دل بظاہر تو ایک ننھا سا گوشت کا ٹکڑا ہے مگر جب اس میں آرزوں ، خواہشوں ، امنگوں ، کی لہریں ٹھاٹیں مارتی ہیں تو یہ سمندر کی طرح وسیع لگتا ہے ہر کوئی اس کا متوالا ہوتا ہے اور دل ٹوٹ کر پیار کرتا ہے کیوں نہ کرے ؟ آخر دل ہی تو ہے دل زندگی کی کائنات پر چھایا ہوا اعصاب پر یوں مسلط ہے کہ ہر چیز دل ہی دل نظر آتی ہے دل بڑی ہی قیمتی شئی ہے دل کئی جیائز و ناجائز خواہشات کا منبع ہے لا تعداد تمناؤں کی آما جگاہ ہے جاں بلب

---

۱ ۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲ ۔ مزید تفصیل ہماری کتاب العشق نارااور عشق میں ہم تمہیں کیا بتائیں میں ۔ ۳ ۔ " حقیقت انسان " اور " خیر و شر " میں ملاحظہ فرمائیں

مسرتوں کا مزار ہے۔

دل کے کہنے پر شہنشاہ تاج و تخت ٹھکرا دیتے ہیں

دل کے کہنے پر عجائبات وجود میں آتے ہیں

دل میں تڑپ ہے۔

اہل دل اس کو دل نہیں کہتے

جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لئے

اور دل میں چاہت ہے چاہت میں محبت ہے محبت ایک ایسی مبرا و منزہ چیز کا نام ہے جس کا مسکن دل ہے دل پہ محبت کا قبضہ ہے محبت کی حکومت ہے ' جہاں چاہے دل کو جھکا دے دل مجبور ہے بے اختیار ہے محبت غالب ہے دل مغلوب ہے دل عرش خداوندی اس کی بندگی مقبول ہے ارشاد خداوندی ہے قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ مومن کا دل عرش خداوندی ہے

مولانا روم علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

؎ از ہزاراں کعبہ یک دل بہتراست

کہ لاکھوں کعبہ سے انسان کا ایک دل بہتر ہے کیوں ؟ اس لئے کہ ! دل گزر گاہ جلیل اکبر است

فی انفسکم ۔کہ دل انسان اللہ تعالیٰ کی گزر گاہ ہے اور وہ اللہ خود فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر ہوں ۔ اور بقول درویش لاہوری ۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است

النبی اولی بالمومنین من انفسھم

ہر حوض مسلمان کے دل میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ہے ۔ عشق کا مقام بھی دل ہے اور عقل کا مقام بھی دل لیکن عشق والا دل مقبول ہے اور عقل والا دل مردود عشق والا دل پاک و صاف ہے اور عقل والا دل خبیث و

پلید ۔ عشق والا دل اپنے محبوب حقیقی کی ہرادا سے پیار کر کے اس کے قدموں میں اپنا سر نیاز جھکا دیتا ہے اور عقل والا دل انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر بھی اکڑ جاتا ہے عشق والا دل غار ثور میں زہریلے سانپ کے ڈنگ کھاتا ہے اور جنبش تک نہیں کرتا کہ کہیں محبوب پاک کے آرام میں خلل نہ آ جائے اور عقل والا دل اپنی مٹھی میں کنکریوں سے کلمہ پڑھنے کی آواز سن کر بھی نہیں مانتا عشق والا دل کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اپنے محبوب حقیقی کی رضا پر اپنے بچے قربان کر کے خود بھی نیزے پر چڑھ جاتا ہے اور عقل والا دل قربان ہونے والے پر تنقید کر کے دنیا و آخرت کی لعنت خرید لیتا ہے

عقل دیتی رہی مجھ کو دھوکہ سدا
عشق تھا جس نے منزل پہ پہنچا دیا

اس لئے کہ

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پا گئے

اس لئے علامہ اقبال فرماتے ہیں

صبح ازل مجھ سے کہا ہے یہ جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول

۱۔ تفصیل ہماری کتاب مقام دل ' اہل دل ' قلب سلیم میں ملاحظہ فرمائیں

۲۔ ﷺ ۔

شاید اس لیے کہ۔

؎ من بندہ آزادم عشق است امام من
عشق است امام من، عقل است غلام من

غرضیکہ عشق والے دل میں نور ہوتا ہے اور عقل والے میں فتور! اور عشق والا دل حضور ہوتا ہے اور عقل والا دور کسی نے کیا خوب کہا

؎ محبت کے لئے کچھ دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہرساز پہ گایا نہیں جاتا

عقل والے دل کے بارے میں قرآنی فیصلہ ہے۔

ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم ۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے دلوں پر مہریں لگا دی ہیں اب کوئی حق بات ان کے دلوں میں نہیں جاتی۔ یہ رحمت خداوندی سے دور ہیں۔

اور عشق والے دل کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

انما المومنون الذین اذا ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم

ایمان والوں کے پاس جب محبوب حقیقی کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دلوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور محبت خداوندی میں تڑپ اٹھتے ہیں۔

اور مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ عشق سے سرشار دل کے بارے میں فرماتے ہیں

؎ گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیق باصفا

ایک صبح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھاکہ آج رات تو نے کیسی گزاری۔ تو حضرت زید نے جواب دیا

؎ گفت تشنہ بودہ ام من روزہا
شب نخفتم زعشق و سوزہا

اے میرے محبوب آقا ﷺ سارا دن تو میں روزے سے رہا اور ساری رات آپکے عشق کی آگ میں جلتا رہا۔ تو محبوب کریم ﷺ نے پھر پوچھا کہ اس کے صلے میں تجھ کو جو انعام ملا ہے وہ بھی بیان کر۔ تو حضرت زید نے عرض کی۔

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں
من یا بیسم عرش را با عرشیاں!

کہ اللہ کے حبیب ﷺ دنیا والے جس طرح آسمان کو بے پردہ دیکھتے ہیں۔ میں نے اس طرح عرش اور عرش والوں کو بے حجاب دیکھا

اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
اور آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے

اور

کے بہشتی کیست و بیگانہ کے است
پھر میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے

وانمائیم حوض کوثر را بجوش
اور میں نے حوض کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا بھی دیکھا ہے

اور

یارسول اللہ (ﷺ) بگویم سر حشر
اور یا رسول اللہ ﷺ اگر اجازت دو تو ابھی روز حشر کے تمام حالات بتا دوں

لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس
لیکن ۔ آقائے دو جہاں ﷺ نے حضرت زید کو منع فرما دیا تو پتہ چلا کہ

عقل والا دل دور ہے۔ اور عشق والا دل حضور ہے۔ اس لئے تو علامہ نے فرمایا

؎ دل مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ

کہ اے مسلمان تو اپنے مردہ دل کو محبوب کے ذکر سے محبت و عشق سے پھر زندہ کر اس لئے کہ مردہ دل کوئی دل نہیں ہے۔ کیونکہ دل کی زندگی میں ہی ساری قوم کی زندگی ہے۔ اس میں ہی امت مسلمہ کی مشکل کشائی ہے۔ اس میں ہی مسلمانوں کے دکھوں کا علاج ہے۔ اس میں ہی ملت اسلامیہ کی رہنمائی ہے۔ اسی سے ہی حق و صداقت کی راہ ملتی ہے

اس لئے تو علامہ اقبال مرحوم نے بارگاہ رب ذوالجلال میں التجاء کی کہ اے خالق کائنات۔

؎ دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر

اور

کسی نے کیا خوب کہا ہے بغیر محبت کے دل اس غار کے مانند ہے جس میں جانور بھی داخل ہونے سے خوف کھاتے ہیں۔

اور علامہ اقبال عشق والے دل کے بارے میں فرماتے ہیں۔

؎ دل بیدار فاروقی دل بیدار کراری
مس آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

اور کیا خوب مشورہ دیا

؎ عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر بنیاد ایمان رکھ

اور

گزر جا خرد سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں

اور مزید فرماتے ہیں

ساقی کی سمت کان رکھ زاہد خشک کی نہ سن
عشق کا احترام سیکھ عقل کی اقتداء نہ کر

اس لئے کہ!

خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست
خوش آں کس کہ در بند سودائے دوست
خوش آں دل کہ شیداست برروئے دوست
خوش آں دل کہ شد منزلش کوئے دوست

قابل توجہ ہیں یہ چند حروف

عشق مے بخشد حیات جاوداں
عشق باشد زندگی عاشقاں
عشق خاصہ انبیاء و اولیاء است
درحقیقت عشق ذات کبریا است
اہل دل اس کو دل نہیں کہتے
جو تڑپتا نہ ہو کسی کے لئے

اور حق تو یہ ہے کہ!

گر نبودے عشق کے بودے جہاں
عشق آمد باعث کون و مکاں

قلب المومن عرش اللّٰہ تعالیٰ

مومن کا دل عرش خداوندی ہے

اور --- دل گزر گاہ جلیل اکبر است

خدائے بزرگ و برتر کو ہر چیز سے زیادہ محبوب دل ہے ۔ صاف ظاہر ہے جس چیز کو رب کائنات پسند فرمائے وہ مبرہ و منزہ ہو گی قابل تعریف و توصیف ہو گی ۔ دل سب کچھ ہے مگر دل محبت پہ مجبور ہے

اس لئے کہ

محبت ایک پودا ہے جسے پھلنے اور پھولنے کے لئے دل کی پاک سر زمین درکار ہے جہاں یہ خون جگر پی کر دور دور تک اپنی جڑیں مضبوط کر لیتی ہے ۔

محبت کرنے والے اس زمین کی مانند ہوتے ہیں جو اپنے لہو سے کھیتیاں سینچتی ہے محبت کرنے والے اداس لمحوں سے زندگی بھر کا سودا کر لیتے ہیں محبت کا پھول وہاں کھلتا ہے جہاں آنسوؤں کا پانی ہو محبت کے بغیر چارہ نہیں جس طرح اس دنیا میں جینے کے لئے بے پناہ چیزوں کی ضرورت ہے اسی طرح محبت بھی ضروری ہے ہر چیز چھپی رہ سکتی ہے لیکن محبت کوئی سازش نہیں جو چھپی رہ سکے یہ تو اپنے آپ کو منوانا چاہتی ہے محبت اعلان کرتی ہے ۔ کہ مجھ سے یہ دنیا قائم ہے دنیا کے تمام خزانے ملکر بھی محبت کی قیمت نہیں دے سکتے محبت کشش کا دوسرا نام ہے اور کشش سے یہ دنیا قائم ہے کشش نہ ہو تو ستارے ستاروں سے ٹکرا جائیں یہ دنیا ویران ہو جائے تخت و تاج سے دست بردار ہونا ممکن ہے مگر محبت سے دست بردار ہونا ناممکن ہے چاند کا وجود چاندنی سے اور پھول کا وجود اس کی خوشبو سے ہے لیکن ۔ محبت اپنا وجود آپ ہے اپنا ثبوت آپ ہے محبت ایک ایسی بوند کی مانند ہے جو پتھر میں بھی چھید کر ڈالتی ہے محبت انسانیت کی معراج ہے ۔

ے کہتے ہیں لوگ حسن پرستی گناہ ہے

ہم کو تو اس گناہ نے انساں بنا دیا

محبت ایک فطری جذبہ ہے جو رنگ و نسل کی جگہ قید میں نہیں آتا یہ جذبہ نیلے سمندروں اور آسمانی فضاؤں میں اڑتی ہوئی فاختاؤں کی طرح معصوم اور ہمہ گیر ہے۔

جبکہ۔ مشہور عالم فلسفی حکیم بو علی سینا کا دعویٰ ہے کہ عشق مجردات ' فلکیات ' عنصریات ' معدنیات ' و حیوانات سب میں پھیلا ہوا ہے یہاں تک کہ علماء ریاضی نے کہا ہے کہ اعداد متحابہ بھی ہوتے ہیں یعنی اعداد میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ اصحاب عدد یعنی فیشا غورث اور اس کے اتباع کہتے ہیں کہ اس خاصیت کی عجیب تاثیرات ہوتی ہیں جن کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے۔ تو گویا معلوم ہوا کہ کائنات کی بقا محبت میں ہے۔ کائنات کی ہر شئے کا دار و مدار محبت ہے

؎ محبت نہ ہوتی تو مٹ جاتا دنیا کا نشان
عالم لاہوت تا بہ ملکوت و زمین پر انساں
جبروتی و قہاری نہ ہوتی نہ ہوتا انساں
مثل ماہی بے آب نہ عاشق ہی تڑپتا نہ صاحب عرفاں

حق تو یہ ہے کہ

؎ محبت یوں تو کہنے کو بلائے ناگہانی ہے
محبت ہی سے لیکن آدمی کی زندگانی ہے
محبت کی عظمت کہاں تو نے جانی
محبت سے ہوتے ہیں پتھر بھی پانی
محبت تو میرے خدا نے بھی کی ہے
محبت سے بڑھکر عبادت نہیں ہے

محبت سنت الہیہ ہے کیونکہ۔

کنت کنز مخفیا فاحبب ان اعرف

محبت سب سے پہلے اللہ جل مجدہ الکریم نے کی محبت فعل خداوندی سنت الہیہ ہے محبت عبادت ہے محبت ہی محبت ہے عبادت ہی محبت ہے ریاضت کرے جو کوئی وہ ہی محبت ہے ریاضت ہی طریقت ہے طریقت ہی عبادت ہے پس عبادت و طریقت و ریاضت ہی حقیقت ہے اور حقیقت ہی محبت ہے محبت ایک عظیم نعمت و اعلیٰ تحفہ ہے محبت ایک زندگی ہے صد سالہ زندگی ایک طرف اور محبت کا ایک لمحہ صد سالہ زندگی سے بہتر ہے

؎ یک زمانہ محبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اولیاء سے مراد جن سے محبت کی جائے یعنی جائے حب حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں۔

ایک رائی کے برابر محبت اس ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے جس میں محبت اور چاہت کی آمیزش نہ ہو

محبت ازل سے ہے اور ابد الا باد تک رہے گی۔

محبت کو زوال نہیں دائمی ہے۔ آفاقی ہے

؎ محبت نہ ہوتی تو مٹ جاتا دنیا کا نشان
عالم نہ ہوتے لاہوت تا بہ ملکوت و زمین پر انسان
جبروتی و قہاری نہ ہوتی نہ ہوتے انسان
مثل ماہی بے آب نہ عاشق ہی تڑپتا نہ صاحب عرفان

یہ زمین یہ آسمان یہ خوبصورت وادیاں یہ مرغزارو یہ چمن یہ کوہسار و دمن یہ سہر و ماہ یہ سیارگاں لہراتے کھیت یہ وادیاں رنگ برنگ پھولوں کی یہ

کیاریاں یہ حسیں مناظر یہ بستیاں یہ حسیں چہرے زرق - برق ہستیاں یہ بیاباں و صحراو دھن یہ خیاباں سبزہ و چمن یہ رخ زیبا یہ پیراہن یہ حسیں چہرے یہ گلبدن یہ ابروباد و رعد وبرق یہ زندگی زرق و برق یہ برو بحر یہ آب رواں رواں ' دواں ' یہ عمر رواں جسم میں یہ روح رواں علم ہے بحر بیکراں

یہ سب کچھ نہ ہوتا گر نہ ہوتا حب جاناں **لولاک لما خلقت الافلاک** تخلیق کائنات میں بھی محبت ہے آسمان کی بلندیوں میں بھی محبت زمین کی پستیوں میں بھی محبت ہے۔

؎ مجھے پستیوں سے کچھ گلہ نہیں کہ ملیں ہیں ان سے بلندیاں
میرے حق میں دونوں مفید ہیں گو نشیب ہو یا فراز

مہرو ماہ کی روشنی میں بھی محبت ہے آفتاب و مہتاب کی بناوٹ میں بھی محبت ہے۔

؎ میری طرح مہر وماہ بھی ہیں آوارہ
کسی محبوب کی کرتے ہیں یہ بھی جستجو

سیاروں کی چمک دمک میں بھی محبت ہے کواکب کی سجاوٹ میں بھی محبت ہے ہواؤں ' صحراؤں میں بھی محبت ہے سمندر کی گہرائیوں میں بھی محبت ہے کوہساروں ' آبشاروں میں بھی محبت ہے۔ دریاؤں کے طلاطم میں بھی محبت ہے --- دریا کی روانی میں بھی محبت ہے سمندر کی جولانی میں بھی محبت ہے دریا سمندر کے وصال میں بھی محبت ہے

جو مل جاتے ہیں دو دریا
تو ہو جاتا ہے سنگم بھی
جب مل جاتے ہیں دو دل
تو ہو جاتا ہے سنگم بھی

یہ حسرت رہ گئی دل میں
کہ آجائے تو ہو جائے سنگم بھی

جملہ خیال و احوال میں بھی محبت ہے گل قدس کی پتیوں کی نزاکت میں بھی محبت ہے گلشن کی زیبائش میں بھی محبت ہے گلاب کی رنگت میں بھی محبت ہے بلبل کے ترنم میں بھی محبت ہے پھولوں کی لطافت میں بھی محبت ہے کلیوں کے تبسم میں بھی محبت ہے شبنم کے قطروں میں بھی محبت ہے قمری کی بے قراری میں بھی محبت ہے بلبل کی آہ و زاری میں بھی محبت ہے بلکہ بلبل نے کہا

؎ غنیمت ہے گر موت آجائے زماں
کہ جی کے ہم ان کے سوا کیا کریں گے ؟

شمع کی خاموشی میں بھی محبت ہے پروانہ کے جلنے میں بھی محبت ہے

؎ کچھ سوچ کے شمع پہ پروانہ جلا ہو گا
شاید اسی جلنے میں جینے کا مزہ ہو گا

تو میرا مشورہ ہے کہ

یا تو قمری و بلبل کی آوارگی کی شورش پا لے
یاتو شمع کی خاموشی و سوزش پا لے
آنسوؤں کو آنکھوں کی وسعت نہ ملی تو
دل کے گوشے ہی میں اٹھنے کی حقیقت پا لے

میرا بھی جی چاہتا ہے کہ میں پیار کروں پھولوں سے نہیں یہ تو بہت جلد مرجھا جاتے ہیں روشنی سے نہیں اس میں اندھیروں کا درد چھپا ہوا ہے چاند سے نہیں یہ تو تنہا چھوڑ کر ڈوب جاتا ہے سورج سے نہیں اس میں تپش ہے زندگی سے نہیں یہ تو بڑی مختصر سی ہے کیونکہ جب زندگی کو سمجھنے کی

کوشش کرتے ہیں تو یہ ختم ہو جاتی ہے جان سے نہیں یہ تو بڑی بے وفا ہے شبنم سے نہیں یہ تو چھونے سے ختم ہو جاتے ہیں ہاں ہم کو پیار صرف انسانوں سے کرنا چاہیئے نہیں نہیں بلکہ محسن انسانیت ﷺ سے کیونکہ جب ہم محسن کائنات ﷺ سے پیار کریں گے تو ہمیں سکون حاصل ہو گا اور اس دنیا میں سکون قلب سے بڑھکر کیا چیز ہے --- یہ نصیب ہو جائے تو سمجھ لیں کہ ہم نے سب کچھ حاصل کرلیا ہے

بلکہ پیار کرو کس سے ؟

تاریکی سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کی زلفیں سیاہ ہیں۔

چاند سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے چہرے کا عکس ہے۔

گلاب سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے لبوں کا لمس ہے۔

موتیے سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے دانت جیسے ہیں۔

کاجل سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کی نگاہوں کا زیور ہے۔

صبر سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کو پسند ہے

ستاروں سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے لئے چمکتے ہیں۔

خاک طیبہ سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے تلووں کو چوما ہے۔

خوشبو سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کے سانسوں کی مہک ہے۔

چمن سے پیار کرو۔ کیونکہ محبوب ﷺ۔ کی مسکراہٹ کا اثر ہے۔

شبنم سے پیار کرو کیونکہ محبوب ﷺ کی نگاہوں سے گرے ہوئے موتیوں جیسے ہیں۔

مزید تفصیل ہماری کتاب محب و محبوب میں ملاحظہ فرمائیں

عشق کا مفہوم

عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ دل کا وابستہ ہو جانا۔
المنجد میں ہے۔ عشق عشقا و معشقا... تعلق بہ قلبہ۔
چنانچہ عشق بالشئی کے معنی ہیں لصق بہ۔ (وہ اس کے ساتھ چمٹ گیا)
عشق و محبت کے الفاظ اکثر ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔
لیکن اہل زبان نے ان میں فرق کیا ہے کہ محبت شدت اور محویت میں ڈھل جائے تو اسے عشق کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (**العشق افراط الحب و یکون فی عفاف و دعارۃ**)
ابن منظور نے لسان العرب میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے
العشق فرط الحب بالمحبوب یکون فی عفاف الحب و دعارتہ
عشق، محبت کی زیادتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عشق محب کا محبوب کے ساتھ والہانہ شغف ہے
جو محبت کی پارسائی اور غیر پارسائی دونوں طرح ہو سکتا ہے۔
ابن منظور نے عشق و محبت کا موازنہ کرتے ہوئے احمد بن یحیٰ کے حوالے سے لکھا ہے۔
و سئل ابو العباس احمد بن یحییٰ عن الحب والعشق ایھما احمد؟
فقال الحب لان العشق فیہ افراط۔
احمد بن یحیٰ سے جب پوچھا گیا کہ عشق و محبت دونوں میں کون زیادہ قابل ستائش

ہے ؟ تو انہوں نے کہا! "حب" کیونکہ عشق میں انسان حد افراط کو پالیتا ہے۔
ابن منظور نے اس افراط و زیادتی کی توجیہ یہ پیش کی۔

وسمی العاشق عاشقا لانه ینبل من شدة الهوی کماتنبل العشقة اذا قطعت' والعشقة شجره تحضر ثم ذدق و تصفر

یعنی عاشق کو عاشق اس لئے کہتے ہیں کہ وہ شدت آرزو اور محبت سے دبلا پتلا ہوتا جاتا ہے جیسا کہ ایک جھاڑی "**العشقة**" جب اسے کاٹ دیا جائے تو پتلی ہو جاتی ہے اور "عشقہ" وہ پودا ہے جو سرسبز و شاداب ہوتا ہے لیکن پھر پژمردہ ہو جاتا ہے اور زرد پڑ جاتا ہے اگرچہ زبان و ادب میں لفظ خلق کی طرح لفظ عشق بھی اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے لیکن اکثر یہ دونوں الفاظ اچھے معنوں میں ہی استعمال ہوتے ہیں!

چنانچہ خلق کا مذموم پہلو بیان کرتے ہوئے اہل زبان سوئے خلق" یا خلق بد" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

اور عشق کا مذموم پہلو بیان کرنے کے لئے "ہوس" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور لفظ عشق کامل وابستگی کے مثبت پہلو کو اجاگر کرتا ہے۔

علامہ اقبال رحمتہ اللہ تو بس عشق کے دلدادہ ہیں۔ ان کی نگاہ میں عشق وہ بادۂ جانفزا ہے جس سے ہاتھ کی لکیریں رگ جاں ہو جاتی ہیں۔ کیف و مستی اور جذب و شوق نہ ہو تو ان کے نزدیک من کی دنیا آباد ہی نہیں ہوتی۔ دل کی ایک مستانہ لغزش ان کے ہاں رشک صد سجدہ نظر آتی ہے۔ علم و عشق کے عنوان علامہ مرحوم نے جو نظم لکھی ہے اس کا حسب ذیل بند ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے

عشق کی گرمی سے ہے معرکہ کائنات
علم مقامِ صفات ، عشق تماشائے ذات
علم سکون ثبات ، عشق حیات و ممات
علم ہے پیدا سوال ، عشق ہے پنہاں جواب
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است برجریدہ عالم دوامِ ما

علم کا تعلق عقل سے ہے تو عشق کا دل سے۔ "عقل و دل" کے عنوان سے شاعر مشرق نے ایک مکالمہ پیش کیا ہے عقل اپنی برتری کا احساس دلاتی ہے۔ لیکن دل اس کی عظمت و احترام کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی فوقیت ان الفاظ میں ثابت کرتا ہے۔

علم تجھ سے تو معرفت مجھ سے
تو خدا جو ، خدا نما ہوں میں
علم کی انتہا ہے بے تابی
اس مرض کی مگر دوا ہوں میں
شمع تو محفل صداقت کی
حسن کی بزم کا دیا ہوں میں
تو زماں و مکاں سے رشتہ بپا
طائر سدرہ آشنا ہوں میں
کس بلندی پہ ہے مقام میرا

عرش رب جلیل کا ہوں میں

علامہ اقبال کی نظم "محبت" کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ پوری کائنات بس عشق و محبت کے دم قدم سے ہی آباد ہے۔ یہ عشق کا جذبہ ہی ہے جو دل کو سوز و گداز سے لذت آشنا کرتا ہے۔ اور یہ سوز و گداز روحانی زندگی کی جان ہے اسی سے روح پرور نغمے ابھرتے ہیں۔ حضرت بلال کے حضور ان الفاظ میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہیں

اذان اول سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا ایک بہانہ بنی

گویا یہ عشق کا ہی جذبہ اور فیضان ہے۔ جو روح کو گرماتا ہے' دل کو تڑپاتا ہے' آواز میں سوز اور مستی کی ایک نشاط آفریں کیفیت پیدا کرتا ہے۔

ہوش کا دارو ہے گویا مستی تسنیم عشق

لیکن یہ عشق اس عشق سے یکسر مختلف ہے جو ہوس کی ارتقائی صورت ہوتی ہے' جو در حقیقت عشق نہیں ہوتی لیکن عشق کا روپ دھار لیتی ہے۔ اس کا اثر محض وقتی اور عارضی ہوتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ یہ اثر زائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ ورنہ عشق حقیقی تو ہمیشہ پائندہ اور تابندہ ہوتا ہے۔
بقول مولانا روم!

زانکہ عشق مردگان پائندہ نیست
چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست

اور

عشق آن زندہ گزیں کو باقی است
وز شراب جاں فزائت ساقی است

اور

عشق مے بخشد حیات جاوداں
عشق باشد زندگی عاشقاں
عشق خاصہ انبیاء و اولیاء است
در حقیقت عشق ذات کبریاء است
گر نبودے عشق کے بودے جہاں
عشق آمد باعث کون و مکاں

یعنی یہ عشق حقیقی ہی ہے جو انسان کو اعلیٰ ارفع مقام پر لے جاتا ہے اور انگارۂ خاکی کو بال و پر روح الامین عطا کرتا ہے

رموز عشق

ملت عشق از ہمہ دیں ہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

ملت عشق تمام دینوں سے الگ ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملت صرف خدا ہے۔

؎ عشق اول در دلِ معشوق پیدا مے شود
تا نہ سوزد شمع کے پروانہ شیدا مے شود

عشق اول معشوق کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ جب تک شمع روشن نہ ہو پروانہ کیسے شیدا ہو سکتا ہے۔

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق

یعنی میں ایک مخفی خزانہ تھا تو مجھے شوق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب تمام کائنات پردہ عدم میں تھی تو اسمائے الٰہیہ اپنے ظہور و آثار کے مقتضی ہوئے پس اللہ نے تمام عالم کو پیدا کیا جو اس کے اسماء کا مظہر ہے اور ان اسما کے آثار اسی میں موجود ہیں گویا پہلے مطلوب حقیقی یعنی ذات خالق ہی کی طرف سے طلب و محبت کا ظہور ہوا۔

؎ لیک داند ہرکہ او را منظر ست
گاہیں فغان ایں سرے ہم زاں سرشت

لیکن جس شخص کو چشمِ بصیرت حاصل ہے وہ جانتا ہے کہ اس سرے کا نالہ و فریاد (آواز) اس سرے سے ہی ہے۔

؎ دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست
ہاؤ ہوئے روح از ہیتہائے اوست

اس نے کی آواز اسی حقیقی (نے نواز) کی پھونکوں سے ہے روح کا شور و غوغا اس

کی ہیتبہائے (یعنی تبھنہات سے ہے۔

ہر کہ ار زد صید را عشق است و بس
لیک او کے گنجد اندر دام کس

جو شکار کو شکار کرنے کے لیے ارزاں قیمت چیز ہے وہ بس عشق ہے لیکن یہ عشق کسی کے دام میں کیسے سما سکتا ہے۔ (اللہ تبارک و تعالے کا عشق)

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد
او ز حرص و عیب کلی پاک شد

جس شخص کا جامہ عشق سے چاک ہو گیا وہ حرص اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہو گیا

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علتہائے ما

اے عشق تو جو ہمارا اچھا جنون ہے اور اے ہمارے (اخلاق اور روحانی) امراض کے طبیب تو خوش رہ

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد

عشق سے خاکی جسم (یعنی آنحضرت ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ صلوٰۃ و السلام) آسمان پر چلے گئے اور اسی سے کوہ طور بھی ناچنے لگا اور مستعد ہو گیا۔ (ہوشیار چالاک)

جملہ معشوق است و عاشق پردہ
زندہ معشوق است و عاشق مردہ

تمام مخلوقات موجودات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے۔ معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے۔

؎ عاشقاں راشد مدرس حسن دوست
دفتر درس و سبق شاں روئے او ست

عاشقوں کے لیے ان کا درس دینے والا یعنی (مدرس) دوست کا حسن ہوتا ہے۔ ان کا دفتر درس اور سبق ان کا (چہرہ ہوتا ہے)

؎ پرسید یکے کہ عاشقی چیست
گفتم کہ چو ما شوی دانی

ایک شخص نے دریافت کیا کہ عاشقی کیا ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ جب تم میری مثل ہو جاؤ گے تو جان لو گے۔

؎ ماچہ باشد در لغت اثبات و نفی
من نہ اثباتم منم بے ذات و نفی

لفظ ما لغت (عربیہ) میں کیا ہے ما (موصولہ اثبات کے لیے) اور ما (نافیہ نفی کے لیے) میں صاحب اثبات نہیں ہوں بلکہ معدوم الذات منفی محض ہوں۔

؎ من کسی در ناکسی در یافتم
پس کی در ناکسی در یافتم

میں نے حقیقی ہستی ناکسی یعنی فنا میں پائی ہے۔ اس لیے کسی یعنی ہستی کو ناکسی نیستی میں معدوم کر دیا ہے۔ جیسے کہ حافظ شیرازی اپنے اس شعر میں یوں فرماتے ہیں۔

میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز

عاشق و معشوق کے درمیان کوئی بھی حائل نہیں ہے۔ اے حافظ تو خود ہی حجاب کا باعث ہے درمیان سے اپنے آپ کو ہٹا لے۔

ز خود شو بخیر گر وصل جاناں آرزو داری
بود از خود بریدن اندریں راہ قطع منزلہا

اگر تو اپنے جاناں سے وصل کی آرزو رکھتا ہے تو اپنے آپ سے بے خبر ہو جا کیونکہ اپنے آپ کو فنا کر دینا ہی اس راستہ میں منزلوں کو طے کرنا ہے۔

آن طرف کہ عشق سے افزود درد
بو حنیفہ شافعی در سے نہ کرد

جس طرف کہ عشق اللہ تبارک و تعالیٰ درد بڑھاتا ہے اسی طرف امام ابو حنیفہ اور اما شافعی نے بھی کوئی درس نہیں دیا

یا مینرا الخدیا یا روح البقا
اجتنب قلبی و جدلی باللقا

اے چمکیلے رخسا والے اے عالم بقا کی روح رواں میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لے اور اپنی ملاقات بخش مجھ پر

خامشند و نعرہ تکرار شاں
میرود تا عرش تخت یار شاں

وہ بظاہر خاموش ہوتے ہیں لیکن ان کے تکرار کا نعرہ عرش پر محبوب حقیقی کے تخت تک پہنچتا ہے

درس شان آشوب و چرخ وولولہ
نے زیارت ست و باب وسلسلہ

ان کا درس (وجد حال) شوخ چشمی آسمان بنی اور ولولہ ہوتا ہے۔ نہ کہ زیادات باب اور سلسلہ وغیرہ کتابوں کا درس ہے۔

سلسلہ ایں قوم جعد مشکبار
مثلہ دوراست اما دور یار

اس قوم کا سلسلہ یار کے گھنگریالے مشکبار بال ہوتے ہیں۔ ان کا زنان حال دور کا مسئلہ کیا ہے صرف محبوب کا دور ساغر

با جمال جان چو شد ہم کاسہ
باشدش ز اخبار دانش تاسہ

وہ جب جان سے زیادہ محبوب جمال کے ساتھ ہم پیالہ ہو گیا تو وہ پھر دنیوی دانش اور کتب بینی سے متنفر ہو جاتا ہے

عاشقی آنم آن آن اوست
عقل و جاں جاندا یک مرجان اوست

میں اس (ذات پاک) کا عشق ہوں کہ میری ہر شان اسی کی شان ہے کہ میری عقل اور جان اسی کے مرجان جیسے حسن کی وجہ سے جاندار ہے۔

المومنون لایموتون بل ینقلبون من دار الفناء الی دار لبقاء ○

یعنی مومن مرتے نہیں بلکہ دار البقا میں لے جاتے ہیں

من کان للہ کان اللہ لہ

جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا

دوست حق است د کے کس گفت او
کہ توئی آن من و من آن تو

دوست حقیقی صرف اللہ تبارک وتعالے ہیں۔ جیسا کہ اس شخص کے بارے میں اللہ تبارک و تعالے نے فرمایا ہے کہ تو میری آن ہے اور میں تیری آن ہوں۔ (جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

عاشق حقیقی و حق آں است کو
چوں بیاید از تو بنود تار مو

تو حق تعالے کا عاشق ہے۔ اور حق اس کا یہ ہے کہ جب اسکی تجلی ہو تو تیرا تار مو

کے برابر بھی وجود نہ رہے۔

صد چو تو فانی ست پیش اں نظر
عاشقی برنفی خود خواجہ مگر

تجھ جیسے سیکڑوں وجود اس محبوب حقیقی کی نظر میں فانی ہیں۔ تو اے صاحب شاید تم اپنی فنا کے عاشق ہو۔ کیونکہ وصال محبوب کے لیے اپنی فنا لازم ہے۔ پس طالب وصل گویا طالب فنا ہے

سایہ تو عاشقی بر آفتاب
شمس آمد سایہ لا گردو شتاب

تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آ جاتا ہے لو سایہ مورانابود ہو جاتا ہے
۔

ازدردل چونکہ عشق آید ردں
عقل رخت خویش اندازد بروں

اس انسان میں دل کے دروازے سے جب عشق داخل ہو جاتا ہے تو پھر عقل اپنا بوریا باہر ڈال دیتی ہے۔

ہم چنیں چوپائے درگاہ خدا
چوں خدا آید شود جونیدہ

اور اسی طرح خدا کی درگاہ کو ڈھونڈنے والوں کا حال ہے کہ جب ان میں خدا کی تجلی آ جاتی ہے تو ڈھونڈنے والا فنا ہو جاتا ہے۔

گرچہ آں وصلت بقا اندر بقااست
لیک ازاول بقا اندر فناست

اگرچہ وصال بقادر بقا ہے لیکن پہلے تو فنا کے اندر ہی بقا ہے۔

؎ سائے ہائے کہ بود جو یالے نور
نیست گردو چوں کند نورش ظہور

ان ہستیوں کے سائے جو نور کے ڈھونڈنے والے ہوں۔ جب اس کا نور ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ نابود ہو جاتے ہیں۔

عقل کے ماندچوں باشد سردہ او
کل شیئی ھالک الا وجھه

عقل کب سلامت رہتی ہے جب اس کا سروپا بخشنے والا خالق موجود ہو اسکی ذات واحد کے چہرہ کے آگے سب چیزیں فانی ہیں۔

؎ ہالک آمد پیش وجہش ہست
نیست ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست

فنافی اللہ ہونے والی ہستی اس کی ذات کے آگے ایک حیثت سے باقی اور دوسری حیثیت سے فانی ہے۔ پس نیستی کے اندر ہستی کا ہونا بھی عجیب بات ہے

الدنیا حرام علٰی اھل الاخرۃ والاخرۃ حرام علٰی اھل الدنیا و کلاھما حرامان علٰی اھل اللّٰہ

دنیا حرام ہے آخرت والوں پر اور آخرت حرام ہے دنیا والوں پر اور یہ دونوں حرام ہیں اللہ والوں پر۔

بادو عالم عشق رابیگانگی است
واندراں ہفتاد و دو دیوانگی است

عشق دو جہانوں سے بیگانہ ہے اور اس میں بہتر دیوانگیاں ہیں۔ کہ عاشق حق فی الحقیقت عاقل ترین خلق ہے۔ مگر لوگوں کی حقیقت میں وہ دیوانہ ہے بلکہ سب دیوانوں سے بڑا دیوانہ ہے۔

ان اللّٰہ عباد ایسوابا انبیاء لکن یغبطھم النبیون والشھداء لقربھم

ومکانتہم عنداللّٰہ عز و جل ولقد تمنی اثنا عشر نبیا انہم کانا امن امتی

یعنی اللہ تبارک و تعالے کے ایسے بندے بھی ہیں۔ جو نبی نہیں لیکن انبیاء و شہدا ان پر رشک کرتے ہیں اس قرب اور درجہ کی وجہ سے جو ان کو اللہ عز و جل کی درگاہ میں حاصل ہے چنانچہ بارہ نبیوں نے آرزو کی ہے کہ وہ اس کی امت کے ہوتے۔

سخت پنہاں ست وپیدا حیرتش
جان سلطانان جاں درحسرتش

اس امر کی حیرت بلحاظ ماہیت سخت پوشیدہ اور بلحاظ آثار۔ سخت نمایاں ہے سلاطین یعنی انبیاء اور اولیا کی جان بھی اس کے نا متناہی مراوتب میں ہے کسی ایک درجہ پہنچ کر اگلے درجہ کی حسرت میں ہے۔

وتضرف امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالو من هی یارسول اللّٰہ قال ما انا و اصحابی (مشکواۃ شریف)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ایک فرقہ کے سوا باقی سب جہنم میں جائیں گے۔ حاضرین نے پوچھایا رسول اللہ وہ کونسا مذہب ہے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

غیر ہفتادو دوملت کیش او
تخت شاہاں تختہ بندے پیش او

اس کا مذہب بہتر فرقوں سے جدا ہے بادشاہوں کے تخت اس کے آگے زبوں و حقیر ہیں۔

مطرب عشق ایں زند وقت سماع
بندگی بندو خداوندی صداع

عشق کا گویا سماع کے وقت یہی راگ گاتا ہے کہ بندہ قید ہے اور خداوندی دردسر

پس چہ باشد عشق دریائے عدم
در شکستہ عقل را آنجام قدم

پس عشق کیا ہے ایک دریائے عدم ہے جس میں تمام امتیازات غرق و نابود میں عقل کا پاؤں وہاں شکستہ اور ناکارہ ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد
زیں دو پردہ عاشقی مکتوم شد

جب غلامی اور عاشقی کا احساس ہوا تو ان دونوں پردوں سے عاشقی چھپ گئی۔ عشق میں تو زبردستی کا احساس نہیں۔

کاش کہ ہستی زبانے داشتے
تاز ہستی پردہ ہا برداشتے

کاش کہ ہستی کی زباں ہوتی تو وہ موجودات سے (یہ بلندی اور پستی کے) پردے اٹھا دیتی کہ اس مقام میں سارے امتیاز ہیچ ہیں۔

بے تفکر پیش ہر داننده ہست
آنکہ باگردننده گرداننده ہست

بے شبہ ہر اہل علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک چیز کے ساتھ اسے حرکت دینے والی ہستی موجود ہے۔

وربک علٰی کل شیئی حفیظ (سورۃ السباع ۲)

اور وہ اللہ تبارک و تعالے ہی ہے جو تمام چیزوں کا حفیظ ہے

آنکہ آرزو وصیدرا عشق ست وبس
لیک او کے گنجد اندر دام کس

جو چیز آسانی سے اس اللہ تبارک و تعالے کو شکار کر سکتی ہے۔ وہ اس سے عشق

کرتا ہے۔ لیکن وہ (یعنی اللہ تبارک و تعالے کسی انسان کے دام میں کیسے آ سکتا ہے

تو مکر آئی وصید او شوی
دام بگذاری بدام او روی

مگر ہاں تو آ اور خود اس کا شکار ہو جا۔ اپنا دام لگانا چھوڑ اور اس کے دام میں گرفتار ہو جا۔

ے عقل بائے خلق عکس عقل او
عقل او مشک است و عقل خلق

مخلوق کی عقلیں اس کی عقل کی عکس ہیں۔ اس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقلیں صرف خوشبو

عاشقاں را شادمانی و غم اوست
دست مزدو اجرت خدمت ہم واست

عاسوں کی خوشی اور غم وہی (یعنی اللہ تبارک تعالے) ہی ہوتے ہیں اور خدمت کا عوض مزدوری بھی وہی ہیں۔

ے غیر معشوق از تماشائی بود
عشق نبود ہرزہ سودائی بود

اگر تو معشوق حقیقی کے سوا کسی کا تماشائی ہوتا ہے تو یہ تیرا عشق نہیں ہے بلکہ تیری بیہودہ دیوانگی ہے۔

عشق آں شعلہ ست کوچوں بر فروحت
ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق وہ شعلہ ہے کہ جو وہ بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے سوا باقی سب کو پھونک ڈالتا ہے۔

(العشق نار یحرق ماسوی المحبوب)

؎ تیغ لا در قتل غیر حق براند
درنگر آخر کہ بعد لاچہ ماند

عشق نے ماسویٰ اللہ قتل کرنے میں جب لا کی تلوار چلائی تو غور کر کہ آخر لا کے بعد کیا رہا
۔

؎ ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

تو ہاں باقی صرف الا اللہ رہ گیا۔ اور سب کچھ فنا ہو گیا شاباش اے شرک کو فنا کرنے والے زبردست عشق شاباش۔

؎ خود ہم او بود اولین و آخرین
شرک جزازدیدہ احول مبیں

سب سے اول اور سب سے آخر میں وہی ذات اعلیٰ تو ہے۔ شرک یعنی ایک کو دو دیکھنا صرف بھینگی آنکھ والے کے اور کسی سے نہیں دیکھو گے۔

؎ اے عجب حسنے بود جز عکس آں
نیست تن را جنبشے از غیر جاں

بڑا تعجب ہے کہ کوئی حسن اس کے عکس کے سوا ہو۔ جان لو کو کسی جسم کی حرکت اس میں جو جان ہے اس کے بغیر نہیں ہوتی۔

؎ بادۂ اودر خور ہر ہوش نیست
حلقہ او سخرہ ہر گوش نیست

اس کی شراب ہر اہل ہوش کی برداشت کے قابل نہیں۔ اس کا **حلقہ** غالب کان کے قابو میں آنے والا نہیں۔

نے گناہ اوراست کو عقل کبرد
عقل جملاں عاقلاں پیش ببرد

نہ اس محبوب حقیقی کا کوئی گناہ ہے جو میری عقل کو لے گیا ہے اور ایک مجھ پر کیا منحصر ہے تمام عقلمندوں کی عقلیں اس کے آگے فنا ہیں۔

بل جنوبی فی هواک مستطاب
قل بلے واللّٰہ یجزیک الثواب

بلکہ تیرے جنون میں میرا جنون پسندیدہ ہے۔ کہو کیوں نہیں اور تجھ کو ثواب بخشے

بار دگر آمدم دیوانہ وار
رو رو اے جان زود زنجیرے

اب میں دوبارہ دیوانوں کی طرح بولنے پر آگیا ہوں۔ اے جان جان جاؤ جلدی ایک ایک زنجیر قیدی بنانے کے لیے لاؤ۔

غیر آں زنجیر زلف دلبرم
گردو صد زنجیر آری بر درم

لیکن میرے دلبر کی زنجیر زلف کے بعد اگر تم اور دو سو زنجیریں لاؤ گے تو میں سب کو توڑ دوں گا۔

ہست درپائے دلم از عشق بند
سود کے دارد مرا ایں وعظ پند

میرے دل کے پاؤں پر عشق کا بند ہے۔ لہٰذا یہ وعظ مجھے کیسے فائدہ دے سکتے ہیں

قصہ عشقش ندارد مطلعے
ہم ندارد ہچوں مطلع مقطعے

اس کے عشق کے قصے کا کوئی آغاز نہیں ہے۔ اور یہ آغاز کی طرح کوئی انتہا بھی رکھتا۔

ے لیک از لیلےٰ وجود من پرست
ایں صدف پر از صفات آں درست

لیکن میرا وجود لیلےٰ وجود سے پر ہے اور یہ یہ صدف اسی موتی جیسی صفات سے پر ہے۔

داند آں عقلے کہ او دل روشتے ست
درمیاں لیلےٰ و من فرق نیست

اس راز کو صرف وہ عقل جان سکتی ہے جس کا دل روشن ہے۔ اسے خوب معلوم ہو سکتا ہے کہ مجھ اور لیلےٰ میں کوئی فرق نہیں ہے

ے من کیم ' لیلےٰ و لیلےٰ کیست من
ما یکے روحیم اندر دو بدن

میں کون ہوں لیلےٰ۔ اور لیلےٰ کون ہے۔ میں ہوں۔ ہماری روح ایک ہے گو بدن دو ہیں۔

ے گفت معشوقے بعاشق امتحاں
در صبوحی کہ اے فلاں ابن فلاں

ایک معشوق نے اپنے عاشق کو صبح کی مستی میں بطور امتحان کے کہا کہ اے فلاں ابن فلاں۔

مر مرا تو دوست ترداری عجب
یا کہ خودرا باز گوائے بو الکرب

کہ اے عجیب محبت کرنے والے تو مجھے سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے اپنے آپ سے زیادہ محبت سے غمزدہ سچ سچ بتا۔

گفت من در تو چناں فانی شدم
کہ پرم من ازتو از سر تاقدم

عاشق نے کہا میں تجھ میں کچھ اس طرح فنا ہو چکا ہوں کہ میں سر سے لے کر پاؤں تک تجھ سے ہی پر ہوں

بر من از ہستی من جز نام نیست
درو جو دم جز تو اے خوش کام نیست

اب مجھ پر ہستی کے نام کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور اے مراد مند میرے دجود میں تیرے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ہچوں سنگے کو شدد کل لعل وناب
پر شود اواز صفات آفتاب

جیسے کہ وہ پتھر جو سارا خالص لعل بن جائے جیسے کہ وہ آفتاب کی صفات سے پر جاتا ہے

وصف آں سنگے نماند اندرو
پر شوداز وصف خوداپشت رو

چونکہ پتھر ہونے کی وہ پہلی صفت اس کے اندر باقی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ وہ پشت اور سامنے سے غرض کو پورے کا پورا آفتاب کی صفت سے پر ہو جاتا ہے

بعدازاں گر دوست دارد خویش را
دوستی خود بود آں اے فتا

اس کے بعد اپنے آپ کو اگر وہ دوست رکھے تو اے جوان وہ آفتاب ہی کی دوستی ہے۔

خواہ خود را دوست دارو لعل ناب
خواہ یا اودوست دارد آفتاب
اندریں دو دوستی خود فرق نیست
ہر دو جانت جز ضیائے شرق نیست

اب خالص لعل خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے یا وہ آفتاب کو دوست رکھے تو ان دونوں دوستوں میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں طرف سوائے نور آفتاب کے اور کچھ نہیں ہے۔

خویشتن را دوست دارد کافرست
زانکہ او مناع شمس اکبر است

جو شخص صرف اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے وہ کافر ہے۔ کیونکہ وہ آفتاب حقیقی یعنی حق تعالے سبحانہ 'کا منکر ہے۔

خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست
خوش آن کس کہ در بند سودائے دوست
خوش آں دل کہ شیدا است بروئے دوست
خوش آں دل کہ شہر منزلش کوئے دوست

اپنا حال تو یہ ہے کہ!

سب دعاؤں میں اک یہی حرف شاد پیارا لگے
میں عمر بھر چاہوں تجھے اور تو عمر بھر پیارا لگے

محبت اور علامات محبت

میری نماز ہے یہی میرا سجود ہے یہی
میری نظر کے سامنے جلوہ حسن یار ہو

گزشتہ صفحات میں ہم نے محبت کی مختصر تشریح کی ہے تھوڑی سی مزید کر دیتے ہیں - مذید شوق رکھنے والے احباب ہماری دیگر کتابوں کا مطالعہ فرمائیں تو عرض ہے -

محبت غذائے روح ہے اس سے اہل ایمان کی دنیا آباد ہے مقامات رضا میں یہ سب سے بلند اور افضل مقام ہے محبت کے معنی اور اس کی حقیقت کے کشف و بیان میں اہل محبت کی تعبیریں اور تفسیریں مختلف ہیں - در حقیقت اختلاف تعبیرات ' اختلاف احوال پر موقوف ہیں -

مواہب الدنیہ میں بعض محققین سے منقول ہے کہ محبت کی حقیقت اہل معرفت کے نزدیک ایک معلوماتی کیفیت ہے جس کی الفاظ میں تعریف و تحدید نہیں ہو سکتی اور نہ ہی ہر کوئی اسے جان سکتا ہے جب تک کہ بطریق و جدان واردنہ ہو کیونکہ اس کی تعبیر و تشریح الفاظ سے ممکن نہیں ہے اور لطف کی بات یہ ہے کہ جتنی زیادہ وضاحت کی جاتی ہے اتنا ہی مفہوم خفی ہو جاتا ہے

بعض کہتے ہیں کہ تمام احوال میں محبوب کی موافقت کرنے کا نام محبت ہے اور یہ موافقت ایثار ' بخشش اور اطاعت میں ہے - بعض کہتے ہیں کہ محبوب کی خوبیوں میں گم ہو جانے اور اسی کی ذات و صفات میں فنا ہو جانے کا نام محبت ہے

○ حضرت بایذید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرف

سے جتنا بھی زیادہ ایثار کیا جائے اسے کم تصور کرنا اور محبوب کی طرف سے بخشش کتنی ہی کم ہو اسے بہت زیادہ جاننے کا نام محبت ہے

سچی محبت کرنے والا اگر اپنی ہر اس چیز کو جس پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ محبوب پر نچھاور کر دے تو اسے کم سمجھتا ہے اور شرمندہ رہتا ہے کہ حق محبت ادا نہ کر سکا۔

جان دے دی ہوئی اس کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں

بلکہ اگر محبوب کی جانب سے کوئی تکلیف آئے تو راحت و خوشی محسوس ہوتی ہے بابا فرید صاحب بطور تمثیل فرماتے ہیں

کہتے ہیں کہ لیلیٰ کا یہ دستور تھا
بھیک دیتی تھی جو آتا تھا گدا
ایک دن مجنوں بھی کاسہ لے کے
در پہ جا پہنچا کہ کچھ للہ دے دے
آئی لیلیٰ سبوں کو کچھ دیا
لے کے مجنوں کے ہاتھ سے کاسہ
زمیں پہ دے مارا ایک بار
مجنوں ہوا رقص سے بے اختیار
لوگوں نے کہا مجنوں خام
رقص کا اس جگہ پہ ہے کیا مقام

بولا ! مجنوں ارے تم میں کوئی عاشق نہیں
عاشقوں کے رمز سے واقف نہیں
یہ جفا ہرگز نہ تھی یہ ناز تھا
یہ بھی محبوب کا ایک انداز تھا

یعنی مشہور ہے کہ ایک دفعہ مجنوں کو خبر ملی کہ لیلیٰ بیمار ہو گئی ہے ۔ اور طبیبوں نے اس کی از سرنو صحت یابی کے لئے تازہ خون کی فراہمی کی شرط کو لازم قرار دیا ہے ۔ مجنوں کشاں کشاں ۔ لیلیٰ کے ہاں پہنچا اور ہر روز مکمل صحت یابی تک اپنا تازہ خون لیلیٰ کو دیتا رہا ۔ لیلیٰ نے صحت یابی کے بعد بطور شکرانہ خیرات کرنے کا فیصلہ کیا اور کچھ کھانا تیار کر کے یہ اعلان کیا کہ شہر کے فقراء ' مساکین اور درویش آ کر کھانا کھا لیں ۔ چنانچہ شہر بھر کے فقراء ' مساکین اور درویش آ پہنچے ۔ ان میں مجنوں بھی شامل تھا ۔ جس نے جان پر کھیل کر لیلیٰ کی صحت یابی کا سامان کیا تھا ۔ مجنوں کاسہ گدائی لئے دروازے پر بنی قطار میں اپنی باری کا منتظر رہا ۔ لیلیٰ بلا امتیاز و تخصیص ہر بڑھنے والے کاسہ کو معمور کرتی رہی ۔ مگر جب مجنوں کی باری آئی اور اس نے اپنا کاسہ خیرات کے لئے آگے کیا تو لیلیٰ نے الٹا ہاتھ مار کر کاسہ نیچے گرا دیا اور پھر دوسرے فقیروں کو خیرات دینے میں مصروف ہو گئی مجنوں نے ٹوٹے ہوئے کاسہ کے ٹکڑے اٹھائے ۔ اور ناچنے لگا

؎ چلے ہی جاتے ہیں تیری محفل سے جان من خفا نہ ہو
ٹکڑے تو چن لینے دے دل پاش پاش کے

اور

؎ بچاؤ لاکھ دامن میرا پھر بھی دعویٰ ہے

تیرے دل میں میں ہی میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے

مجنوں نے ٹوٹے ہوئے کاسہ کے ٹکڑے اٹھائے اور دیوانہ وار ناچنے لگا

لوگوں نے کہا کہ تو واقعی پاگل ہے کیونکہ بھری بزم میں لیلےٰ نے تیری بے عزتی کی ہے اور تو ہے کہ اسے عزت افزائی سمجھ کر جھوم رہا ہے۔

بولا مجنوں ارے تم میں کوئی عاشق نہیں
عاشقوں کی رمز سے واقف نہیں
یہ جفا ہرگز نہ تھی یہ ناز تھا یہ بھی محبوب کا اک انداز تھا

مجنوں نے کہا کہ نادانو! پاگل میں نہیں بلکہ تم ہو۔ لیلیٰ کو میری ذات سے کوئی خاص تعلق ہے۔ تبھی تو اس نے میرا پیالہ توڑا ہے کسی اور کا پیالہ کیوں نہیں توڑا۔ توڑنے کے لئے اس نے میرے ہی پیالے کا جو انتخاب کیا ہے وہ لیلیٰ کے میرے اور تمہارے ساتھ تعلق خاطر کی نوعیت کو واضع کرتا ہے۔

یہ تو مجازی عشق والوں کا حال ہے کہ ان سے بھی جب محبوب کوئی چیز چھین لے تو انھیں زیادہ سرور آتا ہے تو ان لوگوں کی خوشی اور کیف و مستی کا کیا حال ہوتا ہو گا جو عشق حقیقی کے مسافر ہیں ان سے ان کا محبوب حقیقی کوئی نعمت چھین لے یا وہ اضافہ کرے محبوب حقیقی کی خصوصی توجہ کے تصور سے ہی جھوم جھوم جاتے ہیں ان کی نظر محبوب کی چھنی ہوئی نعمت پر نہیں ہوتی بلکہ وہ محبوب کی خوشی و رضا پر ہوتی ہے

مجھے موت دی کہ حیات دی یہ سوال نہیں کہ کیا دیا
تیری نگاہ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

○ اور کہتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب پر اپنی ہر چیز کو قربان کر دیا جائے۔ اور اپنے لئے کوئی چیز باقی نہ رہے

ے عقل والوں کے نصیبوں میں کہاں ذوق جنوں
عشق والے ہیں جو سب کچھ لٹا دیتے ہیں

ے سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پا گئے

دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے اور یہی کمال محبت کا تقاضا ہے تاکہ دل میں غیر کے آنے اور غیر کی محبت سمانے کی جگہ ہی نہ رہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ محبوب کو پانے اور اس کے دیدار کے شوق میں دل کے سفر کرنے کا نام محبت ہے

ے خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست
خوش آں کس کہ بند سودائے دوست
خوش آں دل کہ شیداست بر روئے دوست
خوش آں دل کہ شد منزلش کوئے دوست

دیگر

ے عید شد ہر کس زیا رے عیدئے دارد ہوس
عید ماو عیدی ما دیدن روئے تو بس
عید مر دم دیدن مہ ' عید ما دیدار تو
ایں چنیں عیدے نہ بیند در دو عالم ہیچ کس

○ حضرت ابراہیم خواص رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا محبت یہ ہے کہ ارادے مٹ جائیں تمام صفات و درجات جل کر راکھ ہو جائیں اور بحر اشارات میں اپنے آپ کو غرق کر دیا جائے

عشق اول عشق آخر عشق کل
عشق شاخ و عشق نخل و عشق گل

○ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت کو محبت اس لئے کہا گیا کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے

○ حضرت عبد اللہ قرشی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کلیتہ محبوب کے حوالے کر دے یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے

○ حضرت ابن عطار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت وہ ٹہنیاں اور شاخیں ہیں جنھیں دلوں میں لگایا جاتا ہے اور ان پر ان کی عقلوں کے مطابق پھل آتا ہے

○ حضرت محمد بن فضل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے سچ تو یہ ہے کہ محبوب کی محبت میں روتا تو دل ہے لیکن برستی آنکھ ہے

○ یارب چہ چشم ایست محبت کہ من ازو
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

یارب کریم یہ چشم محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے اس سے ایک قطرۂ محبت پیا اور اب تک آنکھوں کی راہ کئی دریا بہا چکا ہوں۔

مقامات محبت

محبت کے چھ درجے بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ رجحان۔ ۲ میلان۔ ۳ دلچسپی۔ ۴۔ محبت۔ ۵۔ عشق۔ ۶۔ جنون

داناؤں کے تین شعروں میں اشارہ ہی کافی ہے۔

پہلے اکھ ملدی پھر دل ملدا
پھر ہوندے قول قرار میاں
محبت دکھاندی اثر ہولے ہولے
دلاں دے اندر کریندی اے گھر ہولے ہولے
فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
خدا تیرے جنوں کا سلسلہ دراز کرے

مزید وضاحت:۔

جب تک کسی حسین چیز کو دیکھا نہ ہو محبت پیدا نہیں ہوتی ضروری ہے کہ پہلے آنکھ ملے آنکھ کسی حسین شئ کا نظارہ کرے جب آنکھ کسی حَسین چیز کو دیکھتی ہے تو خیال رجحان پیدا ہوتا ہے اور پھر دل کے دروازے پر دستک ہوتی ہے اور پھر دل بھی محبت کے قفس میں بند ہو جاتا ہے۔

عُشاق نے اپنے اپنے انداز میں اس طرح اس کی ترجمانی کی

تجھ سے ملے نہ تھے تو کوئی آرزو نہ تھی
دیکھا تجھے تو تیرے طلب گار ہو گئے

اب رجحان تو ہو گیا یعنی طلب پیدا ہو گئی اور یہ طلب بڑھتے بڑھتے اس مقام پر پہنچی۔

آرزو یہ ہے کہ ان کو ہر نظر دیکھا کریں
وہی اپنے سامنے ہوں ہم جدھر دیکھا کریں

یعنی ہر وقت اس کا خیال اسی کا نظارہ رہتا ہے اور اگر دوری ہو تو

دوری نے تجھے کر دیا اور بھی قریب
تیرا خیال آ کے نہ جائے تو میں کیا کروں

اور کبھی مستی میں آ کر یوں گویا ہوتا ہے۔

دنیا تو تیرے وجود کو کرتی رہی تلاش
ہم نے تو تیرے خیال کو یزداں بنا لیا

اور بڑھتے بڑھتے۔ دوسرے درجہ میلان پہ پہنچتا ہے۔ یعنی دل راغب ہوتا ہے۔ دل مل جاتا ہے دل اس حسین محبوب کی طرف میلان کرتا ہے۔ اور آرزوئیں کرتا رہتا ہے۔

آرزو ہے کہ تو یہاں آئے اور پھر عمر بھر نہ جائے کہیں
آج دیکھا ہے تجھ کو دیر کے بعد آج کا دن گزر نہ جائے کہیں

اور دل اتنا جم جاتا ہے کہ کہتا رہتا ہے

وہ روٹھا ہے مجھ سے مجھے منظور ہے لیکن
یارو اسے سمجھاؤ میرا شہر نہ چھوڑے

اور اگر وہ محبوب محفل سے کہیں چلا جائے تو دل بھی ساتھ جاتا ہے

اٹھ کے محفل سے وہ کیا گئے ساتھ ہی دل ہمارا گیا
موت سے بھی جو نہ مر سکا اس کو نظروں سے مارا گیا

اور رجحان۔ میلان۔ دلچسپی اپنے اپنے منزلوں کو تہہ کر کے محبت کے مقام پر آ پہنچتے ہیں اور محبت ایک خاص کیفیت کا نام ہے اور اس کے لئے کسی خاص برتن کی ضرورت ہے۔

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے کہ ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا

اور محبت کے لئے پھر خاص دل تیار ہو جاتے ہیں خاص دل چُن لیئے جاتے ہیں
اور یہ خاص دل مصائب و آلام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

محبت میں تیری کیا کیا نہ دنیا کے عذاب آئے
مگر نہ بدلے تیرے دیوانے ہزاروں انقلاب آئے

اور

گرفتہ دل عندلیب گھائل گلاب
محبتوں نے سبھی رتوں میں عذاب دیکھے

اور یہ محبت پھر عشق کی دہلیز پہ قدم رکھتی ہے
اور عشق کے منزل میں اس کا یہ حال ہوتا ہے

اے صنم تیرے ہجر میں نہ وطن کے رہے نہ سفر کے رہے
بدن کے ہوئے ٹکڑے نہ کفن کے رہے نہ دفن کے رہے

محب جب مصائب و آلام برداشت کر کے عشق کے آگ میں سوائے محبوب کے تمام کائنات کو راکھ کر دیتا ہے عقل و خرد سے گزر کر مقام جنوں کو چھوتا ہے اور کہتا ہے

فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
خدا تیرے جنوں کا سلسلہ دراز کرے

اور

سب کچھ بھول گئے ہم جنونِ عشق میں
ایک تمہاری یاد ایسی ہے کہ ہم سے بھلائی نہ گئی

سب کچھ لٹا کر یوں محسوس کرتا ہے جیسے کہ دولت کو پا گیا ہوں

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پا گئے

کوئی آرزو نہیں ہے کوئی مدعا نہیں ہے
تیرا غم رہے سلامت میرے دل میں کیا نہیں ہے

(تفصیل ہماری دوسری کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)

محبت، نام ہے ایک جذبے کا۔

محبت بڑا خوبصورت جذبہ ہے پتہ نہیں چلتا کہ کب اور کیسے دل میں یوں ابھر آتا ہے جیسے برسات کی اندھیری رات میں جگنو **جلملا** اٹھیں۔

محبت نام ہے ایک خلش کا۔

ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے

دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اس کی کسک روح کی گہرائیوں تک محسوس ہوتی ہے۔ جو شعور بن کر پردہ ذہن پر ابھرتی ہے۔ اور لاشعور میں حسین یادوں کا روپ دھار لیتی ہے

انہیں حسین یادوں کو محبت کا نام دیا جاتا ہے

دل کی امنگوں آرزوں، تمناؤں، آہوں، جذبات واحساسات کا نام محبت ہے اس کی نوعیت ہر دل، ہر جگہ اور ہر سینے میں مختلف ہوتی ہے محبت کے مختلف روپ ہیں۔

محبت

وطن سے ہو تو جزو ایمان بن جاتی ہے۔

مذہب سے ہو تو دین بن جاتی ہے

خدا سے ہو تو بندگی بن جاتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو تو نجات کا سامان ہے اور اصل ایمان۔ مغز ایمان۔ روح ایمان ہے۔

اولاد سے ہو تو ممتا کا روپ دھار لیتی ہے۔
والدین سے ہو تو۔ فرض جاں بن جاتی ہے۔
محبت عشق بن جائے تو امر ہو جاتی ہے۔
لفظ محبت 'کا ماخذ' حُب ہے اور حُب میں حرف 'ح' روح اور حرف 'ب' بدن کی مانندگی کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ
کسی کو روح اور بدن یعنی جسم و جان سے چاہنا

محبت سب کچھ سہہ لیتی ہے۔

محبت اس جذبہ حصولِ منزل کا نام ہے جو انسان کو ہر وقت سیماب کی طرح بے قرار رکھتا ہے
محبت اللہ جل مجدہ الکریم سے ہو یا
محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو یا کسی بھی مخلوق خدا سے ہو
ماں کو اولاد سے محبت ہو۔ یا کسی کو کسی حسینہ کی اُلفت' سپاہی کو وطن سے محبت ہو
یا مرید کو شیخ سے عقیدت۔ وادی عشق میں قدم رکھنے والے اپنے محبوب سے والہانہ
محبت ہی کی بناء پر منزل عشق کی راہ میں حائل تمام مشکلات اور آلام و مصائب کو بخوشی برداشت کر لیتے ہیں
اور طاقتور سے طاقتور حریف بھی محب کو اپنے محبوب کے ساتھ والہانہ وابستگی سے باز نہیں رکھ سکتا

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزہ مجھے

چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر جو سرزمین عراق پر توحیدِ خداوندی کا اعلان کرتے ہوئے۔ نہ صرف بُت پرستی سے انکار ہی کر دیتے ہیں۔

بلکہ اس قوم کے مندر میں گھُس کر تمام بت بھی توڑا پھوڑ ڈالتے ہیں جس پر نمرود نے (شاہ عراق جو خدائی کا دعویدار تھا) آپ کو دہکتی ہوئی آگ کے بہت بڑے الاؤ میں پھینکنے کی دھمکی دے کر عشق حقیقی سے باز رہنے پر مجبور کرتا ہے آفرین ہے آپ کے جذبہ عشق حقیقی پر آپ بلا خوف و خطر آگ میں چھلانگ لگا دیتے ہیں۔

مگر محبوب حقیقی کی یاد سے غفلت کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرتے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی وادی عشق میں سب کچھ برداشت کر لینے کی ایک عمدہ مثال ہے آپ نو برس کے تھے جب آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خداوند قدوس کی طرف سے حکم ملا۔ کہ۔ آپ اس وقت تک نیکی نہیں پا سکتے جب تک کہ راہ محبوب میں وہ چیز خرچ نہ دیں جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اس حکم کی

تعمیل کرتے ہوئے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو محبوب کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے کے لئے میدان منا میں لے جاتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے لخت جگر سے فرماتے ہیں۔ بیٹا میں تجھے خدا کی راہ میں قربان کرنا چاہتا ہوں۔

قال یٰبنی انی اراک فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ

اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام جذبہ عشق میں سرشار اپنے والد محترم سے استدعا کرتے ہیں

قال یابت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین

کہ آپکو خداوند کریم کی جانب سے جو حکم ملا ہے۔ اسے کر گزریئے۔

ان شاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے بلاشبہ تعمیل محبت کی یہ ایک عمدہ مثال ہے

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

حضرت ایوب علیہ السلام کا جذبہ عشق

حضرت ایوب علیہ السلام بہت مالدار تھے۔ ایک دن رضائے الٰہی سے آپ کا تمام مال و اسباب جل کر راکھ ہو گیا۔ پھر آپ کے چار بیٹے اور چار بیٹیاں معلم کے پاس پڑھنے کے لئے گئے۔ معلم کسی غرض سے مکان سے باہر نکلے تو چھت گر پڑی اور بچے دب کر مر گئے۔ اس کے بعد آپ کے جسم اطہر پر ایک زخم ہوا جو آہستہ آہستہ بڑھتا گیا حتیٰ کے آپ کے جسم مبارک میں کیڑے پڑ گئے۔ چنانچہ آپ کو شہر سے باہر نکالا گیا آپ نے اٹھارہ برس تک یہ تکلیف برداشت کی مگر ایک لمحہ بھی محبوب حقیقی کی یاد سے غفلت نہیں برتی آپ نے راہ محبت میں حائل تمام آلام و مصائب کو برداشت کرتے ہوئے صبر و استقامت کا عملی

نمونہ پیش کیا

حضرت سمیعہ رضی اللہ عنہا پر مشق ستم

حضرت سمیعہ ابو جہل کی لونڈی تھی جو دولت اسلام سے مالا مال تھی اور ہر وقت یاد محبوب حقیقی میں مشغول رہتی تھی ابو جہل نے آپ کو اس ذکر محبوب سے باز رکھنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا وہ آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیتا اور ظالم ہر گھڑی عذاب میں مبتلا رکھتا تاکہ کسی نہ کسی طرح وہ آپ کو اس یاد سے باز رکھ سکے تاریخ کے ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے بی بی پاک دامن کو ذکر خداوندی کی پاداش میں اوندھا لٹکا کر زیر ناف حربہ مار کر شہید کر دیا آپ نے حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں مگر آپ کے پایہ استقامت میں لغزش نہ آئی

عشقِ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمیہ بن خلف

زباں پہ شکوہ رنج و الم لایا نہیں کرتے
محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیوا غم سے گھبرایا نہیں کرتے

عرب کا صحرا ہے۔ گرمیوں کا موسم اور دوپہر کا وقت۔ گرمی اس قدر شدید کہ خدا کی پناہ زمین بھٹی کی طرح جل رہی ہے ریت کے زروں پر چنگاریوں کا گماں ہوتا ہے لو کے جھونکے آگ کے لپکتے ہوئے شعلے نظر آتے ہیں انسان تو انسان پرندے اور چوپائے بھی باہر نکلنے سے گھبراتے ہیں اس عالم میں شہر سے باہر عاشق صادق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے آقا امیہ بن خلف نے زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے آپکو جلتی ہوئی ریت پر چت لٹایا گیا ہے سینے پر بھاری پتھر رکھے ہوئے ہیں آپ کا ظالم آقا کوڑا لیئے آپ کے سر پر کھڑا ہے آپ کی بدن کی کھال ریت کی

گرمی سے جل رہی ہے زنجیروں کی وجہ سے حرکت کرنا ممکن نہیں اس پر مزید یہ کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد کوڑے بھی برسائے جاتے ہیں لیکن آفرین ہے اس محب صادق کی محبت و الفت اور صبر و استقلال پر آپ نہ آہ و بقا کرتے ہیں نہ گلہ و فریاد اور اپنے محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کی بناء پر سب کچھ برداشت کئے جا رہے ہیں آپ کی زبان پر صرف ایک ہی کلمہ جاری ہے۔ احد۔ ' احد۔ یعنی۔ میرا محبوب ایک ہے۔ ایک ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کفار و مشرکین کا دستِ ستم زیادہ دراز ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ راہی مدینہ ہوئے اس مختصر قافلہ کی پہلی منزل غار ثور تھی عاشق باصفا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غار میں پہلے داخل ہو کر اس کو درست کیا۔ جو سوراخ اور بھٹ نظر آئے اور ان کو بند کیا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس غار میں داخل ہوئے اور رفیق مونس کے زانو پر سر انور رکھ کر مشغول استراحت ہوئے اتفاقاً اسی حالت میں ایک سوراخ سے جو بند ہونے سے رہ گیا تھا ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا لیکن اس خادم جانثار نے اپنے آقا کی راحت میں خلل انداز ہونا گوارا نہ کیا اور خود اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اس پر پاؤں رکھ دیا۔ سانپ نے کاٹ لیا زہر اثر کرنے لگا درد و کرب کے باعث آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے لیکن قربان جائیں محب صادق کی اس پیاسی ادا پہ اس نے اپنے جسم کو حرکت تک نہ دی کہ اس سے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب راحت میں خلل اندازی ہو گی اتفاقاً آنسو کا ایک قطرہ ڈھلک کر محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ انور پر ٹپکا جس سے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیدار ہوئے اپنے رفیق غار مخلص غمگسار کو بے چین دیکھ کر فرمایا

مایبکیک یا ابابکر

ابوبکر کیا بات ہے۔ آپ کو کس چیز نے رلایا۔

عرض کیا۔

فداک ابی و امی یارسول ﷺ سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

حب محبوب میں بوسہ حجر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حجر اسود کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ تو ایک پتھر ہے تجھ میں میرے لئے نفع و ضرر کی کوئی صلاحیت نہیں تیری ذات سے میرے لئے کوئی منفعت و مضرت نہیں۔ میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا اگر میری آنکھوں نے محبوب خدا ﷺ کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا۔

حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ عشق رسول ﷺ میں

فطری بات ہے کہ ہر محب محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے محبوب کی اداؤں کو اپنانا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا ہے۔

عزوہ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کے دو دانت مبارک شہید ہو گئے اس بات کا علم جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ہوا تو آپ کے جذبہ عشق نے کروٹ لی آپ نے اپنے سامنے کے دوا دانت مبارک نکال دیئے خیال آیا کہ ممکن ہے کہ محبوب ﷺ کے یہ دو دانت شہید نہ ہوئے ہوں اس طرح انہوں نے دو اور دانت بھی نکال دیئے پھر سوچا ہو سکتا ہے کہ محبوب ﷺ کے یہ دو دانت مبارک نہ شہید ہوئے ہوں چنانچہ اس عاشق صادق نے ایک ایک کر کے تمام دانت نکال دیئے۔

فرہاد عشق شیریں میں

فرہاد نامی ایک عاشق کی داستان کتابوں میں ملتی ہیں۔

فرہاد شاہ ایران کی ملکہ شیریں پر عاشق ہو گیا اس عاشق کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا کہ۔ اگر وہ کوہ بے ستون سے شاہی محل تک ایک نہر کھود کر لائے گا تو شیریں اسے دے دی جائے گی اس پر فرہاد کے جزبہ عشق نے کروٹ لی اور وہ اس مشکل ترین کام کی تکمیل کے لیئے اٹھ کھڑا ہوا جب نہر تیار ہو گئی تو فرہاد کو شیریں کی موت کی غلط خبر سنا دی گئی چنانچہ اس نے مایوس ہو کر اپنے تیشے سے خود کشی کر لی۔

اس لیے کہ

غنیمت ہے گر موت آ جائے زماں
کہ جی کے ہم ان کے سوا کیا کریں گے

غرضیکہ ۔ محبت ایک ایسا لازوال جذبہ ہے۔ جو بے شمار آلام و مصائب کے باوجود تازہ رہتا ہے۔ گویا محبت سب کچھ سہہ لیتی ہے۔

اور محب سب کچھ برداشت کر کے منزل عشق کی راہ پر ثابت قدمی سے گامزن رہتا ہے۔

محبوب اور اسکی یاد

حقیقت میں وہ لطف زندگی پایا نہیں کرتے
جو یاد محبوب ﷺ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے

مجازی محبوب اگر حاصل ہو جائے تو محبت سرد پڑ جائے گی کیونکہ جب تک یہ جدائی ہوتی ہے ایک دوسرے کے لئے نیک تمنائیں اور شدت جذبات ان تمام خامیوں ' کوہتاہوں ' اور کمزوریوں پر پردہ ڈالے رکھتے ہیں جو ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہو جانے یا محبوب کے شریک زندگی بن جانے کے بعد ایک ایک کر کے

نمودار ہونے لگتی ہیں عشق و محبت کا وہ سارا طلسم رفتہ رفتہ ٹوٹنے لگتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عشق کی راہ میں پیدا ہونے والے سوز و گداز صبر و برداشت انتظار و تصور آہ و فغاں اور جوش و جذبے سے ہی زندگی کی کٹھن راہیں طے کی جاسکتی ہیں اور مسافر زیست کے لئے بہترین رفیق بن جاتے ہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو مجازی محبوب کے تعاقب میں دو خرابیاں نظر آتی ہیں۔

اگر محبوب حاصل نہ ہو سکے تو حسرت ،

اور اگر حاصل ہو جائے تو محبت کا خون ،

آپ کہیں گے کہ محبت کرنا تو فطری تقاضا ہے ۔ پھر کیا کیا جائے اس کا آسان جواب ہے کہ اس سے محبت کریں جس سے آپ اپنی عمر کے آخری سانس تک بھی محبت کریں گے تو محبت کم نہ ہو گی اور نہ ہی سرد پڑے گی ۔ بلکہ ہر روز جوان ہو گی وہ ایسا پیارا محبوب ہے کہ اسے دنیوی معنوں میں حاصل نہیں کیا جا سکتا بس اس کی یاد ہے جو بے چین رکھے گی اور ہر آن نیا عزم اور حوصلہ عطا فرمائے گی اور وہ ہے خالق ارض و سما کی ذات مقدس جو محبت کا سرچشمہ ہے جو اس قدر مہربان اور شفیق ہے کہ پکار پکار کر فرماتا ہے

اے میرے بندوہ جنھوں نے اپنے جانوں پر ظلم کیا ہے میری رحمت سے مایوس نہ ہوں میں تمہارے سارے گناہ معاف فرما دوں گا آپ ان عاشقوں کی سوانح حیات کا مطالعہ فرمائیں ۔ جنوں نے اللہ جل مجدہ الکریم سے محبت کی اور محبت حقیقی کا لطف اٹھایا اور اس راہ میں جان جان تک قربان کر دینے میں کوئی پرواہ نہ کی بلند کہا۔

؎ چوں رسی بکوئے دلبر سپار جان مضطر
کہ باشی بار دیگر نہ رسی بدیں تمنا

جب محبوب کے کوچے میں پہنچ جائے تو جان قربان کر دے ممکن ہے کہ دو بارہ

تجھے آنا نصیب نہ ہو۔

قربان ان لبوں کے ہو جن پہ نام تیرا
خوش بخت ہے وہ دل جس میں قیام تیرا
بس رہا ہے میری آنکھیں میں وہی جان بہار
جس کا ہم رنگ کوئی پھول دنیا میں نہیں

خوبان جہاں کی ہے تیرے حسن سے خوبی
تو جو خوب نہ ہوتا تو کوئی خوب نہ ہوتا

○

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

مزید تفصیل ہماری دیگر تصانیف میں ملاحظہ فرمائیں

صبر حسین بھی ہے عشق

کربلا کے خونیں میدان اور کوفہ کے تپتے ہوئے ریگستان میں آل محبوب ﷺ پر جو کچھ گزری اس کے تصور سے بھی ایک درد مند انسان تڑپ اٹھتا ہے۔ حوض کوثر کے مالکوں اور چادر تطہیر کے وارثوں کے تین دن تک پیاسا تڑپا کر پھر جس ظلم و ستم کی تلوار سے انہیں ذبح کیا گیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش پہ گھوڑے دوڑائے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو قلم کئے گئے۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوانی لوٹی گئی حضرت عون و محمد کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ معصوم علی اصغر کے حلق پہ تیر چلایا گیا اور پھر پاک بیبیوں کے خیمے جلا کر اور حضرت علی عابد بیمار کے پاؤں میں بیڑیاں پہنا کر انہیں قیدی بنایا گیا۔ کیس یہ کوئی اتفاقی حادثہ تھا یا حالات کی پیدوار تھی ؟۔ نہیں۔ یہ جو کچھ بھی ہوا ۔ منشائے الٰہی کے عین مطابق ہوا۔ اور ارادہ فطرت کے پیش نظر ہوا۔ اس لئے کہ ان کی شہادت عطیہ خداوندی ہے اور یہ سب کچھ روز ازل ہی سے لکھا جا چکا تھا۔

لوگوں کی عقل حیران ہے۔ کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے ؟ اس لئے لوگ اس واقعہ کربلا کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس سانحہ عظیم کو ہوش و خرد کے ترازو میں تول کر حضرت امام حسین و یزید کا موازنہ کرنے میں سرگرداں ہیں حالانکہ حق و باطل کے اس معرکہ نیکی وبدی کے اس تصادم اور انسانیت و بربریت کے اس مقابلہ میں نہ عقل کو کوئی دخل تھا اور نہ ہی خرد کا کوئی حصہ۔ اول سے لے کر آخر تک۔ ابتدائے سے لے کر انتہا تک۔ آغاز سے لے کر انجام تک۔ مدینہ سے لے کر کربلا تک اور پھر حضرت حر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی قربانی سے لے کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت تک عشق کار فرما تھا

لوکاں روکیا عقل نے ہتھ بدھے پڑ عشق نے پیش نہ جان دتی
جھتے جھتے شہیداں دا خون ڈھلیا ذرے ذرے نے اوتھے اذان دتی

ہر قدم پر عشق کا ظہور تھا۔ ہر گھڑی عشق کی جلوہ نمائی تھی۔ اور ہر سانس میں عشق کی ہوا تھی۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ زاہد ہے نہ ملا نہ حکیم

اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ کہ ہمارے اسلاف۔ بزرگان دین۔ علمائے حق۔ محدثین و مفسرین۔ اولیائے عظام اور صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں۔ کہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں عشق کا ظہور ہے اور اگر کسی وقت بھی اس کارخانۂ ہست وبود سے عشق علیحدہ ہو جائے۔ تو یہ کائنات باقی نہیں رہ سکتی۔

عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات عشق سے نار حیات

اور پھر اس نظریئے کے ثبوت میں ہر ایک نے اپنی اپنی دسترس اور اپنے اپنے علم و ادراک کے مطابق بہت کچھ لکھا اور کہا ہے۔ عارف رومی

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے عشق تو خوش رہے۔ خدا تیری زندگی دراز کرے اور تو ہمیشہ اپنی کار فرمائی پر قائم رہے۔ اس لئے ہماری تمام بیماریوں کا تو ہی علاج ہے۔ چاہے وہ بیماری مذہبی ہو یا سیاسی۔ اقتصادی ہو یا معاشی۔ شرعی ہو یا اخلاقی اندرونی ہو یا

بیرونی اور جسمانی ہو یا روحانی ۔ لوگ غلط کہتے ہیں کہ عشق ایک خطرناک بیماری ہے۔ نہیں بلکہ ہر بیماری کا علاج ہے۔

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد

معراج کریم ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا روم کہتے ہیں کہ ظاہری طور پر پیدا کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ کی خاکی جسم پاک عشق کی بدولت ہی آسمانوں پر پہنچا اور آپ کے جسد اطہر کو عشق ہی لے گیا تھا اور عشق ہی کی جلوہ نمائی سے پہاڑ رقص کرتے ہیں ۔ اور کائنات کی ہر شے عشق ہی کے اثر سے ناچتی ہے۔

درویش لاہوری اقبال مرحوم کہتا ہے

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ما ممکن است

کہ مرد مومن عشق سے زندہ ہے اور عشق مرد عشق سے آشکارا ہے اور عشق غیر فانی ہے اور ہم فانی ہیں۔

یا عشق کے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے اور اس کے لئے نہ ہونے والی چیز بھی ہونی ہے۔

عشق با نان جویں خیبر کشاد
عشق در اندام مہ چاک نہاد

کہ جو کی روٹی کھا کر خیبر کے قلعہ کو توڑنے والا بھی عشق تھا اور انگلی کے اشارہ سے چاند کو ٹکڑے کرنا والا بھی عشق تھا

عشق سلطان است و برہان مبیں
ہر دو عالم عشق را زیر نگیں

ساری کائنات پر عشق کی سلطانی و حکومت ہے اور دونوں جہان اسی کے مطیع و فرمانبردار ہیں

عشق را از تیغ و خنجر باک نیست
جسم اوواز آب و باد و خاک نیست

کہ عشق شمشیر و سناں اور تیغ و خنجر سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ اس کا جسم اور وجود پانی۔ ہوا اور مٹی سے مرکب نہیں ہے۔ اربعہ عناصر یعنی مٹی ہوا' پانی اور آگ سے انسان کا جسم بنایا گیا۔ ان اربعہ عناصر سے جو بھی جسم تیار ہو گا اسے ہر زخم کا درد ہو گا۔ تلوار چلے گی تو تکلیف ہو گی۔ تیغ و سناں کے وار ہوں گے تو دکھ ہو گا اور تیر و تفنگ برسیں گے تو خون نکلے گا۔ جسم کے ٹکڑے ہوں گے۔ بدن لہولہان ہو گا اور انسان تڑپے گا۔ لیکن عشق جب پانی مٹی اور ہوا سے مرکب ہی نہیں ہے تو پھر شمشیر و سناں کس پر چلے گی و خنجر کا وار کہاں ہو گا۔ اور تیر و تفنگ کس کے بدن پر برسیں گے۔

کیوں کہ

عشق زاو صاف خدائے بے نیاز
عاشقی بر غیر اوباشد مجاز

کہ جب عشق ایک صفت خداوندی ہے تو وہ نظر نہیں آیا۔ اور جب وہ جسم و بدن سے پاک ہے۔ اعضا سے منزہ ہے اور عوارض جسمانی سے مبرا ہے تو پھر کوئی تیرا انداز اپنا نشانہ کس کو بنائے گا۔ شمشیر کا دھنی کس پر شمشیر چلائے گا۔

اور تیغ و خنجر کا ماہر کس کو بنائے گا۔ شمشیر کا دھنی کس پر شمشیر چلائے گا۔ اور تیغ و خنجر کا ماہر کس پر وار کرے گا! محبوب کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ **الشھید الایجد الم القتل** کہ میدان جہاد میں شہید ہونے والے مسلمان کو کافر کی تلوار کے زخم کا درد اتنا ہوتا ہے جتنا کہ چیونٹی کا۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ اس وقت مسلمان شوق شہادت میں بیخود ہوتا ہے۔ اور اس کے سینہ میں عشق محبوب ہوتا ہے اور اس کے دل میں عشق محبوب کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ اور اس کی نگاہ میں حسن یار کے جلوے ہوتے ہیں۔

یہ تو اس انسان کی کیفیت ہے جس کا جسم بھی ہے اور بدن بھی جس کے ہاتھ ہیں اور پاؤں بھی اور جو پانی مٹی آگ اور ہوا سے مرکب ہے اور نظر بھی آتا ہے۔ مگر جو نہ نظر آئے نہ اس کا جسم ہو نہ بدن اور جو آگ مٹی ہوا اور پانی سے مرکب بھی نہ ہو تو پھر اسے تیغ و خنجر کا خوف کیا ہو گا۔

سلطان العارفین حضرت باہو فرماتے ہیں

ایمان سلامت ہر کوئی منگدا عشق سلامت کوئی ہو
جس منزل نے عشق پہنچا وے ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رکھیں باہو میں ایمان دیاں دھروئی ہو اور۔

غوث قطب سب ارے اریرے عاشق جان اگیرے ہو
جس منزل تے عاشق پہنچے اوتھے غوث نہ پاندے پھیر ہو
عاشق وچہ وصال دے رہندے جنہاں لامکانی ڈیرے ہو

عارف کھڑی میاں محمد کہتے ہیں۔

جنہاں ولاں وچہ عشق نیئں رچیا کتے اس تھیں چنگے
مالک دے در راکھی کر دے صابر بھکے ننگے

رفیق شاعر کہتا ہے

عشق دی ریت سارے جہاں تو جدا نہ یہ راہ دیکھدے نہ کراہ دیکھدے
جتھے چاہوے جھکا دیندا عاشق دا سر نہ ایہ کعبہ تے نہ کربلا دیکھدے

درویش لاہوری اقبال مرحوم فیصلہ کرتے ہیں ۔ کہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دیدار الہٰی کی تمنا پوری نہ ہو سکی۔ اس لئے کہ وہ رب ارنی کہہ کر التجائیں کرتے رہے اور آواز آگئی لن ترانی۔ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا۔ مگر خلیل اللہ علیہ السلام نمرود کے دہکتے ہوئے آگ کے شرلوں میں بغیر کسی تامل کے کود پڑے اور آتش نمرود کو حکم ربانی آتا ہے

یا نار کونی بردا وسلا ما علی ابراھیم

اور۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
انتہائے ہے اس کی حسین ابتدائے ہے اسماعیل

ابتدائے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی اور انتہا میں حضرت امام حسین کی شہادت ۔ قربانی منا میں ہوئی اور شہادت کربلا میں ۔ خواب مکہ میں دیکھی گئی ۔ تعبیر کوفہ میں ۔ آیت منا اتری اور تفسیر کربلا میں

عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفےٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

غرضیکہ جدھر دیکھو اور جہاں دیکھو عشق ہی عشق ہے وہی کار فرما ہے۔ اسی کی جلوہ نمائی ہے اور اسی کا ظہور ہے اور وہ کبھی کسی رنگ میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی کسی ڈھنگ میں۔ کبھی کسی لباس میں آتا ہے اور کبھی کسی صورت میں کبھی جبریل بن کر فرش پر آتا ہے اور کبھی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن کر عرش پر جاتا ہے۔ کبھی خدا کا رسول بن کر فاران کی چوٹی پر سے نمودار ہوتا ہے اور کبھی اللہ کا کلام بن کر قرآن پاک کی صورت میں غار حرا میں نازل ہوتا ہے۔ کبھی شیخ منصور میں آکر پھانسی کے تختہ پر انا الحق بولتا ہے اور کبھی بایزید بسطامی میں سما کر سبحانی ما اعظم شانی کی صدا دیتا ہے۔ کبھی بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جلوہ گر ہو کر تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر اللہ احد کے نعرے لگاتا ہے اور کبھی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نمودار ہو کر غار ثور میں سیاہ و زہریلے سانپ کے ڈنگ پہ ڈنگ کھاتا ہے کبھی اسمٰعیل میں سما کر اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لئے لیٹ جاتا ہے۔ اور کبھی حسین میں کار فرما ہو کر نیزہ پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ کیونکہ۔

معرکہ وجود میں بدر حنین بھی ہے عشق
صدق خلیل بھی ہے عشق اور صبر حسین بھی ہے عشق

آپ پوچھیں گے کہ عشق کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

میں کہوں گا۔ ازل سے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد مرحوم شاہ عبد الرحیم اپنی کتاب انفاس رحیمیہ میں لکھتے ہیں۔ کہ جب خداوند تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ تو ساتھ یہ بھی فرما دیا **انت عشقی وانا عشقک**
اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں

غرضیکہ اس وجود کائنات کی اصل کیا ہے۔ عشق اور اس کا ماحاصل کون ہے حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مطلب یہ کہ عشق ازل سے چلا اور کربلا میں آیا

پھر جب کسی مرد مومن کے حصہ یہ آجائے اور خدا تعالیٰ یہ دولت جسے عطا کر دیتا ہے تو پھر وہ آزماتا ہے۔ اور اپنے بندوں کا امتحان لیتا ہے پرکھتا ہے اور دیکھتا ہے۔ مگر اس کے دیکھنے کے انداز علیحدہ علیحدہ ہیں۔ کسی کو کسی رنگ میں دیکھتا ہے اور کبھی کسی رنگ میں۔ کبھی حضرت یوسف کو کنوئیں میں گرا کر دیکھتا ہے اور کبھی مصر کے بازار میں بکا کر دیکھتا ہے۔ کبھی جیل میں بند کرا کر دیکھتا ہے اور کبھی اسے مصر کے تخت پر بٹھا کر دیکھتا ہے۔

کبھی اپنے محبوب کو پتھر مروا کے دیکھتا ہے اور کبھی غار ثور میں چھپا کر دیکھتا ہے۔ کبھی میدان احد میں دانت تڑوا کر دیکھتا ہے اور کبھی اسے عرش پر بلا کے دیکھتا ہے۔

اور کبھی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فاطمہ کی گود میں دودھ پلا کر دیکھتا ہے اور کبھی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلی میں انگلی پکڑا کر دیکھتا ہے۔ کبھی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر بٹھا کر دیکھتا ہے۔ اور کبھی اسے نیزے پر چڑھا کر دیکھتا ہے۔

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پا گئے

اور

عقل دیتی رہی مجھ کو دھوکہ سدا
عشق تھا جس نے منزل پہ پہنچا دیا

حقیقت محبت

محبت اور عشق ---- دو ایسے کلمے ہیں ---- جن کا تعلق قال سے زیادہ حال کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ---- ان کا ادراک علم اور کتاب' اقوال اور الفاظ کے بجائے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔ خواجہ یحییٰ معاذ کا قول ہے کہ

المحبة لا يعبر عنها مقالة

محبت ایک کیفیت اور حال کا نام ہے ---- جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جاسکتی ۔ البتہ محبت اور عشق ---- کے ماخذ ہائے اشتقاق سے ان کے احوال کے بارے میں روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔

لفظ محبت کے مختلف معانی و مفہوم

جہاں تک لفظ محبت کا تعلق ہے ---- علماء لغت و ادب کے علاوہ صوفیائے کرام نے بھی باعتبار اصل مادہ محبت کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں۔ قرآن حکیم اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مختلف مادوں میں استعمال ہوا ہے

لیکن ہم یہاں اختصار کے پیش نظر اہل تصوف اور اہل لغت کے ہاں مراد لیئے جانے والے چید اہم ترین مفاہیم کو زیر بحث لاتے ہوئے۔ تصور محبت پر روشنی ڈالیں گے۔(مذید تفصیل کے شوق رکھنے والے احباب ہماری دوسری کتاب العشق نار کا مطالعہ فرمائیں)

محبت کا پہلا معنی۔

عام طور پر کیا جاتا ہے کہ ------ محبت -- **والحب واطجة** سے ماخوذ ہے ---- عربی زبان میں ----- **حبة یا حب** گندم' جو' خوشبو دار پودوں اور پھلوں کے بیج کو کہتے ہیں ---

قرآن مجید کی متعدد آیات اس معنی کی تصدیق کرتی ہیں۔
مثلاً۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان اللہ فالق الحب والنوی۔ (الانعام ۔۔ ۹۴)

بے شک خدا ہی دانے اور گھٹلی کو پھاڑ کر۔ (اس سے ایک تن آور) درخت بناتا ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

کمثل حبۃ انبت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ (البقرہ ۲۶۱)

(راہ خدا میں خرچ ہونے والے مالوں کی) مثال اس دانے کی سی ہے۔ جس سے سات بالیں اگتی ہیں اور ہر بال میں (پھر) سو سو دانے ہوں۔

اور ایک صحیح حدیث مبارکہ میں بھی۔ **حبۃ بمعنی بیج** استعمال ہوا ہے۔
اس طویل حدیث پاک کی متعلقہ عبارت یوں ہے۔

کما تبنت الحبۃ فی حمیل السیل

(مفردات امام راغب ۱۰۵

جیسے گھاس پات کے بیج جو سیلاب کے بہاؤ میں اگ آتے ہیں

بیج جس طرح اپنی نشوو ارتقاء کے لیے زرخیز زمین کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اسے ایک عرصہ تک اندرون زمین رہنا پڑتا ہے بعینہ محبت کا بھی جہاں باطن انسان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے وہاں اس کے پروان چڑھنے کے لئے چاہنے والے دل درکار ہوتے ہیں بیج کی طرح جذبہ محبت بھی پھلتا پھولتا ہے۔

محبت دکھاندی ، اثر ہولے ہولے
دلاں دے انور کریندی گھر ہولے ہولے

اس کی نشوونما ہوتی ہے احوال مختلفہ اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے بایں ہم جس طرح بیجوں کی مختلف قسمیں ہوتی محبت بھی کئی انداز اور متنوع روپ رکھتی ہے ماحول ، سوچ ، اور فکر کے اعتبار سے جذبہ عشق و محبت کا

استعمال بھی مختلف طریقوں کے ساتھ کیا جاتا ہے محبت کا صحیح اور عزت رہا بیج وہی ہے۔ جس سے گلزار حیات میں بلند' اخلاقی و شرافت' نیکی' اور احسان کے پھول کھلیں

؎ یوں جہاں میں رہو کہ زمانہ کرے آرزو
ایسی چلن چلو کہ دنیا دے مثال
عشرت کے آسمان پر چاند بن کر چمکو
جس باغ میں بھی جاؤ پھول بن کر مہکو

یہ حقیقت ہے کہ کسی درخت یا پھل کا بیج ہی اس کی اصل ہوتا ہے اور پودے پودے کا مغز بھی۔ یہی بیج دراصل اس پودے سے حاصل ہونے والا دانا ہے جو بیج کی صورت میں پودے کی اصل بن جاتا ہے اس پودا اپنی ننھی سی سے کونپل سے بڑھ کر اگر ایک تناور درخت بھی بن جائے اس پر پھل پھول لگ جائیں۔ الغرض اس کی شاخیں پتے اور اس درخت سے جو چیز بھی حاصل ہوتی ہے وہ اس بیج کے دانے سے نکلتا ہے اس سے بھی دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اس درخت کا جس طرح آغاز یعنی پیدائش اس بیج سے ہوتی ہے اور اس درخت کے پھل جب پکتے ہیں تو کھانے کے بعد آخر میں بچنے والا بھی وہ بیج ہی ہوتا ہے جس سے اس کی ابتداء ہوئی تھی گویا اس درخت کی ابتداء وانتہا بھی وہی بیج بنا۔ اس لئے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ بیج ہی درخت کا سارا کچھ ہوتا ہے

محبت ہی سب کچھ ہے

لفظ محبت کا مادہ اشتقاق اگر **حبۃ یا حبۃ** مانا جائے حبۃ کے اس لغوی مفہوم کے اعتبار سے محبت انسانی سیرت و کردار کے پورے درخت کی اصل قرار پائی ہے جس طرح بیج پودے کا مغز اور نچوڑ ہوتا ہے اسی طرح محبت کو بھی اسی لیے محبت

کہتے ہیں کہ وہ بھی پوری حیات انسانی میں سب سے موثر شے ہے انسانی زندگی کے ساتھ محبت کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ

اے دوست ہم نے ترک تعلق کے باوجود
محسوس کی ہے تیری ضروت کبھی کبھی

انسان کے ہر عمل اور اس کی سیرت و کردار کے ہر گوشے میں محبت کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے انسانی سیرت و کردار کا پودا جو بعد میں تناور درخت بن کر مخلوق خدا کو اپنی فیض رسانی کے پھل فراہم کرتا ہے از ابتداء تا انتہا اسی محبت سے تشکیل پار یا ہوتا ہے۔ حیات انسانی میں اس کے شجر کردار پر حسن سیرت کے شیریں پھل لگیں

یا مروت و احسان کے خوشنما پتے' اخوت و بھائی چارے کی پر بہار شاخیں ہوں یا تقویٰ و پرہیز گاری کے پر مہک پھول سب میں محبت کے بیج کی اثر آفرینی اور دل ربائی ہوتی ہے ـــــ انسانی جسم میں محبت کا یہ بیج دل کی زمین پر پھوٹتا ہے ـــــ اور حدیث صحیح کے مطابق دل چونکہ پورے جسم کا مرکز ہے اس لئے اس مرکز میں پلنے والا محبت کا ہر پودا پورے انسان احساسات و جذبات پر فوقیت رکھتا ہے اور انسانی سیرت و کردار کے سارے درخت میں اول سے آخر تک اس کا رنگ نمایا طور پہ نظر آتا ہے

محبت کا معنی بیان کرتے ہوئے امام ابو قاسم القشیری جو متقدمین متصوفین میں سے ہیں نے بھی اسی حقیقت کی تصدیق فرمائی ہے وہ فرماتے ہیں یہ لفظ (محبت) حبتہ سے ماخوز ہے جس کے معنی جنگلی بیج کے ہیں۔ چنانچہ جس طرح بیج نباتات کا مغز ہے اسی طرح محبت بھی زندگی کا مغز ہے اس لیے اس کا نام حب رکھا گیا ہے۔ا۔

محبت کا دوسرا معنی

مزکورہ بالا پہلے معنی کی بنا پر حب و حبتہ کی جمع حبب کا معنی دانتوں کی برابر قطار کا کیا جاتا ہے اور حبب الاسنان کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔۔۔ جس کے معنی دانتوں کی ہمواری اور موزونیت ہے۔۔۔۔۔ اس طرح شکل و صورت میں مشابہت کی بنا کر پانی کے بلبلوں کو بھی حبب الماء کہا جاتا ہے۔ ۲

اور پانی کے بلبلے چونکہ تیز بارش یا آبشار کا پانی گرتے وقت جوش سے بنتے ہیں۔۔۔۔ یا پھر پانی کو آگ پر رکھا جائے تو تپش کی شدت سے بھی بلبلے بنتے ہیں۔۔۔۔ اس لئے محبت کو بھی حباب الماء سے مشق سمجھ لیا جاتا ہے کیونکہ محبت بھی محبوب کے فراق میں تڑپنے اور مضطرب رہنے کو

ے یہ جدائی ایسی چیز ہے جس کا نام ہے تڑپنا
انھیں خط میں لکھا تھا کہ دل مضطرب ہے
تو جواب انکا آیا محبت نہ کرتے
تمھیں دل لگانے کو کس نے کہا تھا
بہل جائے گا بہلتے بہلتے

اور جس طرح پانی پر اٹھنے والے بلبلے پانی کے جوش کو ظاہر کرتے ہیں اس طرح جب کوئی دل کسی طرف جھکاؤ اور میلان پیدا کر لے اور اس کو ملنے اور دیکھنے کی رغبت اور شوق شدت اختیار کرے اور بالاخر جب یہ اشتیاق جوش مارنے لگے تو دل کے اس جوش کی کیفیت کو محبت کا نام دیا جاتا ہے چنانچہ آگ کے بھڑکنے کو بھی عربی میں **حبحبہ النار** کہا جاتا ہے اس لئے جب کسی نے دل میں محبوب کے ہجر و فراق اور جدائی کے الاؤ دہک رہے ہوں تو اس حالت کو بھی محبت کہا جاتا ہے

سلطان العارفین فرماتے ہیں۔

اندر ھو ' تے باہر ہو وت باہو کھنہ پھیندا ہو
ہو دا داغ محبت والا ہر دم پیا سڑ یندا ہو

اور

شاید اسی کا نام محبت ہے شیفتہ
اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی

عشق دی بھاہ ہڈاں دا بالن عاشق بیھ سیندے ہو
گھت کے جان جگر وچ آرا دیکھ کباب تلیندے ہو
عشق ماہی دے لایاں آگیں ان ہاں لگیاں کون بجھاوے ہو
میں کی جاناں ذات عشق دی کھیئے جہڑا در در جا جھکاوے ہو

(تفصیل ہماری دوسری تصنیف 'عشق نار میں ملاحظہ فرمائیں)

اس معنی سے بھی صاف ظاہر گیا کہ محبت خالصتا دل کی کیفیت ہے اس لیے کہ اگر محبوب کے دیکھنے اس سے ملنے اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لیے دل میں اشتیاق پیدا نہ ہو اور جذبات پر خوشی نہ ہوں تو اس کیفیت کو جو چاہیں کہہ لیں۔ محبت نہیں کہا جاسکتا

اس معنی کی تصدیق حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری نے کشف المجوب میں فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

بعض لوگ کہتے ہیں محبت مشتق ہے حبب الماء (پانی کا بلبلہ) سے کہ شدید بارش کے۔ جوش میں نمودار ہوتا ہے محبت کا نام حب کر دیا کیونکہ وہ بھی دل کا جوش ہوتا ہے دوست اشتیاق دید میں اہل محبت کا دل ہمیشہ شوق دید میں بے قرار و مفطرب رہا کرتا ہے جسم روح کے لئے بیقرار ہوتا ہے اور اس کا قیام ہے روح پر منحصر ہے اسی طرح دل محبت پر قائم ہے اور محبت کا قیام محبوب کے

دیدار اور ملاقات پر موقوف ہے۔

اس طرح امام ابو القاسم قشیری نے رسالہ قشیریہ میں فرمایا بعض کہتے ہیں کہ سخت بارش کے وقت جو بلبلے اٹھتے ہیں انہیں حباب الماء کہا جاتا ہے اس بنا پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بھڑکنے کا نام محبت ہے۔

غالب گمان ہے کہ۔ "حباب لفظ جس کا مطلب "بلبلہ' ہے محبت میں فنائیت کا معنیٰ لیا جا سکتا ہے (زمان)

محبت کا تیسرا معنی

لفظ محبت۔ ' چاہنے یا ترجیح دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اور کبھی کبھار اس کلمہ کا اطلاق 'ارادہ پر بھی ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھا الذین امنوا لا تتخذوا اباء کم واخوانکم اولیا ان استحبو الکفر علی الایمان

اہل ایمان۔ اپنے ان والدین اور بھائیوں کو قریبی نہ سمجھو' جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

فیہ رجال یحبون ان یتطہروا۔ ۳

ان میں ایسے مرد ہیں انکا ارادہ پاکی ہے۔

تو گویا معلوم ہوا کہ ارادہ رکھنا' چاہت ' رکھنا اور ترجیح' دینا محبت ہے

ارادہ تھا ترک محبت کا لیکن فریب تبسم میں پھر آ گئے ہیں
ابھی کھا کے ٹھوکر سنبھلنے نہ پائے تھے۔ کہ پھر کھائی ٹھوکر سنبھلتے سنبھلتے

البتہ یہ یاد رہے کہ محبت کی ہر قسم میں ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ارادہ محبت ہو بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ جب محبت چھوٹوں کی طرف

ہو تو پسند اور چاہنے کا مطلب رکھتی ہے۔ اور اگر نسبت بڑوں کی طرف ہو تو معنی انعام و اکرام ہوتا ہے

محبت کا چھوتھا معنی

محبت کا یہ معنی مفہوم مذکورہ بالا تینوں مفاہیم سے منفرد اور عجیب تر ہے اس معنی کے مطابق کسی کے ثابت قدم رہنے اور کسی حالت پر مصر ہو جانے کے لیئے بولا جاتا ہے جس طرح اونٹ جب کسی جگہ اتنا جم کر بیٹھ جائے کہ سو بار کوشش کرنے سے بھی وہاں سے نہ اٹھے بلکہ بدستور اسی جگہ ڈٹا رہے تو عربی محاورے میں اس کی اس حالت کو **احب** البعیر کہا جاتا ہے **لہٰذا** اسی محاورے کی مناسبت سے اگر محبت کو حب البصبر اور چاہت کسی کے دل میں اتنی شدت سے جم جائے اور جڑیں پکڑ لے کہ محبت کو اگر لاکھ خطرات کا مقابلہ کیوں نہ کرنا پڑے وہ برابر اسی محبت میں محو و مستغرق رہے اس کی اپنی مطلوبہ شے کے لیے اس استقامت کو محبت سے تعبیر کیا جائے گا۔

کہا جاتا ہے کہ جب اونٹ جم جائے۔ مست ہو جائے یعنی اونٹ کو جب محبت ہو جاتی ہے تو چالیس دن تک وہ گھاس وغیرہ کچھ نہیں کھاتا اور اس پر پہلے سے دوگنا بوجھ لاد دیا جائے تو وہ بھی اٹھالیتا ہے۔ کیونکہ اس کا دل اپنے محبوب کی یاد میں تڑپتا ہے نہ کہ چارے کی خواہش میں۔ بہر حال۔

محبت کے اس معنی کی عملی مثال انبیاء علیہ السلام کی پاکیزہ زندگیاں ہیں جنہیں اللہ کی محبت کی وجہ سے بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ آگ میں پھینکا گیا۔ سروں پر آرے چلتے رہے کسی کو اپنا وطن اور اپنا خاندان چھوڑ کر رخت سفر باندھنا پڑا کسی کو سالہا سال بیماری کی حالت میں کیڑوں کی خوراک بننا پڑا اور کسی کو اپنے عزیز بیٹے کی قربان دینے کو کہا گیا مگر ہر ایک اپنے دعوئ محبت میں مستقل مزاج اور

کامیاب رہا اس سے آگے بڑھیں تو ہمیں حضور امام الانبیاء ﷺ کی حیات مقدسہ میں ایک عاشق صادق اور سچے محب کی اعلیٰ ترین مثال نظر آتی ہے جنہوں نے آپنے محبوب حقیقی کی محبت میں ہر وہ قربان دی جو دیگر انبیاء کو اپنے اپنے دور میں دینا پڑیں دینائے محبت میں قربانیوں کا یہ سلسلہ پیہم رواں دواں رہا تا آنکہ شمع رسالت کے پروانوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور عشق کے باب میں ناقابل فراموش داستانین رقم کیں تاریخ محبت صدیق و عمر ' عثمان و علی ' حسن و حسین ' بلال و یاسر۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبانہ استقامت اور صبر و استقلال کے واقعات اپنے دامن میں سمیٹے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔

؎ صدق خلیل بھی ہے عشق ' صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

حضور ﷺ سے محبت و رغبت اور اشتیاق دید ان کے دلوں میں اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ اس حبشی غلام سیدنا بلالؓ کو سردار ان قریش تپتی ریت پر لٹاتے ' ان کا جسم اطہر ننگا کر کے گھسیٹتے ' عشق کی بھٹی میں پلے ہوئے اس جسم پر وہ کوڑے مارتے ' لوہے کی گرم سلاخیں لگاتے اور اس قدر ایذائیں دیتے آپ نے بے ہوش ہو جاتے موت و حیات کے اس کشمکش میں جب کبھی تھوڑا ہوش آتا تو کفار سمجھتے اب یہ اسلام سے باز آجائے گا مگر اس حالت میں بھی آپ کی زبان اگر کھلتی تو ' احد ' کے کملات بلند ہوتے اور جب آپ سے کہا جاتا کہ رب محمد کا نام لینا چھوڑ دو۔ تو آپ برابر کلمہ حق جپتے اور حضور ﷺ کی رخ زیبا سے شاد کام ہونے کے لیئے دوڑ پڑتے چنانچہ اس طرح کسی یاد کا دل کی گیرائیوں میں اتر جانا اور محبت میں اتنا رسوخ پیدا کر لینا کہ انسان کی جان جاتی ہے تو جاتی رہے

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
پھر بھی خوش ہیں جیسے کہ دولت کونین پاگئے

مگر محبوب کی یاد سے کسی پل غفلت نہ برتے اور تعلق نہ ٹوٹے لہٰذا رسوخ کی اس کیفیت کو بھی اس لیے محبت کہتے ہیں۔
مصائب و آلام سے گھبرا کر اگر کسی کے قدم ڈگمگا گئے تو وہ محبت میں کامل نہیں۔

شبلی سے دعویٰ محبت

چند لوگ شبلی کے پاس آئے جو ان سے محبت کا دعویٰ کرتے تھے آپ نے انھیں دیکھ کر پتھر مارے تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس پر آپ نے انھیں فرمایا تم تو محبت کے دعویدار ہو میری اتنی تکلیف کو بھی برداشت نہ کیا پھر آپ نے فرمایا اہل محبت نے الفت کا جام پیا تو یہ وسیع زمین اور شہران پہ تنگ ہو گئے انھوں نے اللہ کو ایسے پہچانا جیسے پہچاننے کا حق ہے۔

محبت کا پانچواں معنیٰ

محبت میں تیری جنت کی صورت بھی نہ دیکھوں گا
میری انکھیں جہاں ہونگی وہیں صورت تیری ہو گی

محبت کا ایک مفہوم یہ بھی بیاں کیا جاتا ہے کہ اس کا مادہ حب ہے اور حب اس مٹکے کو بھی کہتے ہیں جو لبالب پانی سے بھرا ہوا ہو اگر اس مٹکے میں مزید پانی ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس میں بھرا ہوا پانی مذید پانی کو مٹکے میں نہیں آنے دیتا بلکہ منہ سے باہر ہی گرا دیتا ہے جب مٹکے کی اس کیفیت کو 'حب' کہتے ہیں تو اس معنیٰ کی مناسبت سے اب محبت کا مفہوم یہ ہو گا۔۔۔۔

دل کا مٹکایا برتن کسی کی یاد سے یوں بھر جائے کہ اس میں مذید کسی اور کی یاد کے دھول کی گنجائش نہ رہے اور کوشش کے باوجود بھی کسی کا خیال دل میں جگہ نہ پکڑ سکے اور دل کا ہر گوشہ محبت کے پانی سے یوں پر ہو کہ اسے مذید کسی چ

کی حاجت نہ رہے بس ہر وقت محبوب قرب و وصال کی تڑپ اسے بے چین رکھے

ہم تو محبت میں بھی یکتائی کے قائل ہیں
ایک ہی ہستی کو محبوب بنا رکھا ہے

محبت میں کمال تب پیدا ہو گا جب اغیار سے منہ پھیرا کہا جائے اور صرف محبوب کی غلامی اختیار کی جائے ظہوری نے کیا خوب کہا ہے

؎ شدہ است سینہ ظہوری پر از محبت یار
برائے کینہ اغیار در دلم جانسیت

عجیب نکتہ بیان کر گیا۔ وہ کہتا ہے کہ ۔۔ جس دل میں محبوب جلوہ آرا ہو اس دل میں اغیار کی محبت تو در کنار ان کی دشمنی بھی جگہ نہیں پا سکتی کہ دشمن بھی تعلق کی ایک صورت ہے سبحان اللہ یہ کمال محبت ہے کہ خانۂ دل میں محبوب کے سوا کوئی نہ ہو

؎ نہ راس آئی انہیں فضائے حرم نہ آب و ہوائے جنت
تیرے اسیروں نے تیرے کوچے کو اپنا مسکن بنا لیا
بے حجابانہ در آ در کاشانہ ما
کسے نیست بجز درد تو در خانہ ما

جب تک محبت میں کمال پیدا نہیں ہوتا زندگی زندگی نہیں بنتی

اے کہ تو کہ از نام تو می بارد عشق
از نامہ و پیغام تو می بارد عشق
عاشق شود آنکھے کہ بکویت گزرد
آرے زد روبام تو می بارد عشق

جب سے دیکھا ہے جلوہ تمہارا کوئی آنکھوں میں جچتا نہیں ہے
لاکھ دیکھے ہیں جہاں میں حُسن والے کوئی عالم میں تجھ سا نہیں ہے

محبوب حقیقی کی محبت اس وقت ملتی ہے جب دل میں اور کوئی نہ رہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے پیارے عیسیٰ علیہ السلام میں دیکھتا ہوں کہ جب کسی بندے کا دل دنیا و آخرت کی محبت سے پاک و صاف ہو جائے تو اسے اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے دل میں اس وقت تک داخل نہیں ہوتی جب تک بندہ اپنے دل سے دنیا و آخرت کی تمام انعام و اکرام کی حصول کی محبتیں نکال نہ دے اور جب ہر محبت سے دل خالی ہو جائے تو اللہ اپنی محبت سے دل کو بھر دیتا ہے پھر اس بندے کی نظر نہ دنیا کی کوئی خوشی اور نعمت جچتی ہے اور نہ جنت کی کوئی اور نعمت اس کے لیئے باعث کشش ہوتی ہے۔

محبت میں جنت کو فراموش کر دینا

یہ کہہ دینا تو بظاہر آسان ہے کہ بندہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتوں سے صرف نظر کر کے صرف محبوب کی محبت کے لیئے دل کو خالی کر لے لیکن فی الحقیقت فطرت انسانی کے لئے ان نعمتوں سے در گزر کرنا نا بہت مشکل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ

براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں۔

پہلے تو انسان کے لیے دنیوی نعمتوں سے چھٹکارہ پانا بڑا مشکل ہے اور بفرض محال اگر کوئی معیار پر پورا اتر بھی آئے تو وہ آخروی نعمتیں کبھی فراموش نہیں کر سکتا اسے وعدہ ہائے حور و قصور رہ رہ کر جنت کے تصورات میں مگن رکھتے ہیں ان حالات میں کسی کو یہ کہنا کہ وہ فقط اللہ کی محبت کے لیے دل کو ہر قسم کی

نعمتوں کے حصول کی امید سے پاک کرے کچھ قدرے دشوار نظر آتا ہے لیکن محبت کے سامنے یہ سودا کوئی مہنگا نہیں، محبت کے پیش نظر تو محبوب کی رضا اور خوشنودی ہر نعمت سے بہر حال عزیز ترین متاع ہے

؎ مجھے موت دی کہ حیات دی یہ سوال نہیں کہ کیا دیا

تیری نگاہِ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

صوفیاءؒ کے ہاں آخرت کے نعمتوں کے عوض اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا اس سے ڈرنا اس کے اوامر ونواہی پر ایمان لانا اور تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرنا خدا کے ساتھ سودے بازی کے مترادف ہے ایسی بندگی محض تجارت کے سوا کچھ نہیں جس کی بنیاد سودوزیاں کے اندیشوں پر رکھی گئی ہو لیکن جنت دوزخ سے قطع نظر ہو کر اگر ان کے خالق و مالک کی رضا پیش نظر ہو تو ہر اخلاص مبنی ہر محبت ہو گا

عُشاق کے نزدیک سب سے بڑی نعمت اپنے محبوب کا دیدار ہوتا ہے، جنت کی رنگینیاں اور حور وقصور ان کے ہاں اس نعمت عظمٰی کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے وہ محبوب کی رضا چاہتے ہیں ان کے لیے جنت وہی ہے جہاں ان کا محبوب ان سے راضی رہے وہ ایسی جنت کو بھی دوزخ سمجھتے ہیں۔ جہاں انھیں اپنے محبوب کی قربت اور دیدار میسر نہ ہو۔

چنانچہ ابو یذید فرماتے ہیں کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں اگر جنت میں انھیں اللہ تعالیٰ اپنے دیدار سے مجوب رکھے گا تو وہ جنت سے بچنے کی اسی طرح فریاد کریں گے جس طرح دوزخی دوزخ سے بچنے کی کریں گے۔

مٹکے کی اس بھری ہوئی کیفیت سے محبت کا معنی اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے اس کی تصدیق بھی عشاق کے طرز عمل سے ملتی ہے جو محبوب کے علاوہ کبھی کسی غیر کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتا۔ اگر دنیا کی بڑی سے بڑی کشش اور لالچ بھی ان کی راہ میں حائل ہو تو وہ پائے حقارت کی ٹھوکر سے اسے ایک طرف کر کے

آگے نکل جاتے ہیں محبت کا یہی معنی رسالہ قشیریہ میں بھی بیان کیا گیا ہے اور محبت کے اس مفہوم سے ملتا جلتا ایک مفہوم حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری نے بھی بیان فرمایا ہے آپ رحمتہ اللہ علیہ ایک مثال کے زریعے وضاحت فرماتے ہوئے یوں بیان فرماتے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ لفظ حب (محبت) حبی سے ماخوز ہے جس کا معنی ایسا گھڑا ہے جس میں پانی بہت ہو پانی نظر کی راہ میں حائل ہو اور آنکھ اس میں دیکھ نہ سکتی ہو اسی طرح جب محبت دل میں جاگزیں ہو کر دل کو لبریز کر دیتی ہے تو اس میں بجز محبوب کے کسی چیز کے لیئے جگہ نہیں رہتی۔

؎ میری نظر میں تو ہی تو ہے کوئی دوسرا نہیں ہے
مجھے بس تیرا ہی خیال تھا تیرا روپ تیرا جمال تھا
نہ کبھی نگاہ تھی حور پر ' نہ کبھی نظر میں پری رہی

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنی محبت کی خلعت سے سرفراز فرمایا تو وہ محض طاعت حق کے لیئے دنیا سے الگ ہو گئے اور سب اہل عالم ان کے سامنے
ایک پردہ حائل کی شکل ہو کر رہ گئے آپ اس حائل شدہ پردہ سے بیزار تھے اللہ کریم نے ان کے اس حال اور مقام کو یوں بیان فرمایا

فانهم عدو لی الا رب العالمین

بے شک تمام جہانوں کے پروردگار کے سوا سب میرے دشمن ہیں اور اس موضوع پر شبلی فرماتے ہیں محبت کا نام اس لئے محبت ہے کہ وہ دل سے محبوب کے سوا ہر چیز کو مٹا دیتی ہے۔

العشق نار یحرق ماسواء المحبوب

محبت کا چھٹا معنی

بعض کتب میں حب سے مراد وہ چار لکڑیاں کی جاتی ہیں جن پر مٹکا رکھا جاتا ہے اور وہ لکڑیاں ہر حالت میں اس مٹکے کے بوجھ کو برداشت کرتی ہیں اور محبت بھی محبوب کی طرف سے ہر عزت و ذلت کو برداشت کرتی ہے۔

حضرت داتا صاحب اس معنی کی حقیقت اس طرح واضع فرماتے ہیں بعض ہیں کہ حب دراصل وہ چار چوبہ ہے جس پر پانی کا برتن رکھا جاتا ہے محبت حق کو حب اس لئے کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی من اللہ ہو یعنی عزت' راحت تکلیف' آفت آسائش' وفا اور جفا سب بطیّب خاطر برداشت کرنا ہوتا ہے اور کسی حالت میں بھی کوئی چیز گراں نہیں گزرتی کیونکہ محبت کا مقصود ہی یہ ہے جیسے کہ وہ چار چوبہ جو پانی کے مٹکے کا بوجھ برداشت کرتا ہے محبت کی تکلیف اور خلعت ہی دوست کا بوجھ اٹھانے کے لئے ہے

الغرض بہت سے دیگر معانی و مفاہیم ہیں جو علماء لغت و ادب اور صوفیاء کرام نے با اعتبار لغت واضع فرمائے ہیں لیکن ہم نے مندرجہ بالا چھ معانی کو ہی محبت کا مفہوم سمجھانے کے لئے کافی سمجھا ہے محققین نے عشق و محبت کے بارے میں بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔

اہل ذوق ہماری دوسری کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں اب ہم آپ کی توجہ ایک اور سمت مبذول کرنا چاہتے ہیں۔

عشق کا مفہوم

عشق کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ 'عشق' عشقتہ سے ماخوز ہے۔ جو ایک بیل کا نام ہے اس بیل کی خصوصیت یہ ہے کہ جس درخت کے ساتھ لپٹ جائے پہلے وہ زرد ہوتا ہے پھر وہ سوکھ جاتا ہے افراط محبت کو عشق سے اس لیئے تعبیر کیا جاتا ہے کہ محبت جمال محبوب کی تجلیات میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ذات فنا ہو جاتی ہے اسے بجز معشوق کے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی

شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں

عاشق شش نشاں اے پسر
آہ سرد ، رنگ زرد چشم تر
کم خور ، کم گفت و خفتن حرام

غرض کہ لگاؤ، تعلق اور رضا کا پہلا درجہ محبت ہے اور آخری عشق ہے جس میں لگاؤ اور تعلق بے قراری اور بے تابی میں بدل جاتے ہیں اور عاشق وصال محبوب کے لیئے تڑپنا اور پھڑکنا شروع کر دیتا ہے

عشق عشقا وغیرہ چمٹ جانے اور کسی چیز میں فٹ ہو جانے کے مضمون میں بھی استعمال ہوتے ہیں

اگر عشق کا مفہوم یہی لیا جائے تو پھر محبوب سے دل کی گہرائیوں سے وابستگی اور اس کی اتباع اور اطاعت کو عشق کہا جائے گا

اے عشق دریغا کہ بیان از تو محال است
خط تو زخود باشد و خط از تو محال است
المحبتہ حالتہ لا یعبر عنھا مقالہ
محبت حالیت و حالت ہرگز قالت نباشد

یعنی محبت ایک حال ہے اس کے تعبیر قول یا الفاظ سے ہرگز نہیں ہو سکتی اور اگر

عشق نہایت محبت کا نام ہے تو پھر محبت کن مدارج کو طے کر کے عشق پر منتہی ہوتی ہے راہ محبت کے سالکین نے اپنے ذوق و جدان سے ان مراتب کی خوب نشان دہی کی ہے اختصار سے ہم ان مراتب کا ذکر کرتے ہیں۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے محبت کے گیارہ درجے قرار دیئے ہیں ان میں سے دو کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے باقی کا تعلق خلق سے ہے پہلے ہم ان مراتب کا ذکر کرتے ہیں جس کا تعلق خلق سے ہے

۱۔ محبت یا حب کا پہلا درجہ میل ہے اور وہ مطلوب کی طرف سے قلب کا انجذاب ہے جب یہ زیادہ ہوتا ہے تو اس کو رغبت کہتے ہیں۔

۲۔ اور جب رغبت زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کو طلب کہتے ہیں۔

۳۔ اور جب طلب میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کو ولع کہتے ہیں

۴۔ اور جب ولع سخت اور دائمی ہو جاتی ہے تو اس کو صبابہ کہتے ہیں

۵۔ اور جب یہ قوی ہو جاتی ہے تو اس کو ہویٰ کہا جاتا ہے

۶۔ اور جب ہویٰ دل پر چھا جاتی ہے تو اس کو شغف کہتے ہیں اب محب نفس سے فانی ہو جاتا ہے

۷۔ اور جب شغف میں ترقی ہوتی ہے اور محب اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے تو اس کو غرام کہتے ہیں

۸۔ اور جب غرام سے یہ مستحکم ہو جائے اور پر ہو جائے اور متمکن ہو جائے اور محب اپنے نفس اور محبوب سے بھی فنا ہو جائے تو حب مطلق ہے اور اسی کو عشق کہا جاتا ہے۔ اور محبت خلق کا یہ آخری مقام ہے اس مقام میں محب محبوب ہو جاتا ہے اور حبیب محب اور ہر ایک دوسرے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور ہر ایک دوسرے کی صورت کیونکہ روح عشق صورت معشوق سے متمکن ہو جاتی ہے اور یہ صورت روحانیہ اس کے دل سے متعلق ہو جاتی ہے اور ان میں

جدائی و مفارقت و انفصال محال ہو جاتا ہے جیسا کہا گیا ہے

رق	الزجاج	ورقتہ	الخمر
فتشابھا	و	تشاکل	الامر
فکانما	خمر	ولا	قدح
وکانما	قدح	ولا	خمر

یعنی شیشہ اور شراب غایت صفائی و لطافت کی وجہ سے ایک دوسرے کے رنگ میں ہو گئے اور ان میں تمیز باقی نہیں رہی گویا شراب ہی شراب ہے جام ہی جام ہے شراب نہیں ۔ یہ نو مرتبے خلق کے لیے حقیقی ہیں اور انھیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے لیئے ہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلق کا سارا وجود حق ہی کے لیئے ہے

لیکن حب اور ارادت حقیقتہ صرف خدا ہی کے لیئے حب کا ایک اور مرتبہ ہے جو خلق اور حق دونوں میں ظاہر ہوتا ہے اس کو ودود کہتے ہیں اور ودود اللہ جل مجدہ الکریم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں میں سے جس کو چاہیں دوست و محبوب رکھتے ہیں اور بندے اس کو دوست و محبوب رکھتے ہیں۔

قرآن کریم اس محبت کی عکاسی یوں فرماتا ہے۔

فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ

اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا فرمائے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو گی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گی بہرحال یہ دو مرتبے مشترک ہیں اور یہ نہایت مراتب عشق ہیں اور ان کا وقوع جانبین میں ہوتا ہے خلق میں کوئی مرتبہ عشق سے اعلیٰ نہیں جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جاتی ہے اور جو ہر قلب میں اتر

جاتی ہے اور نفس ناطقہ پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کو نسبت عشق سے تعبیر کرتے ہیں کاملین اہل فنا و بقا کے نزدیک اس نسبت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اس کا ظاہر تو روح میں ایک کیفیت مستقرہ ہے دوسری کیفیات نفسانیہ کی طرح اور اس کا باطن محبت ذاتیہ ہے جس کا حامل نفس مجردہ ہوتا ہے بلکہ یہ روح کے موجود ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو جانب اسفل میلان ہوتا ہے اور ہوا اور آگ کو فوق کی طرف طیران ہوتا ہے اس طرح ہر چیز کے واسطے خواہ وہ محسوس ہو یا معقول ایک اصل اور کمال ہوتا ہے جس کی یہ مشتاق ہوتی ہے اور جب تک اس کو پا نہیں لیتی بے تاب و بے قرار رہتی ہے اور جب پالیتی ہے تو الفت و انس محسوس کرتی ہے

مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

محبت کے دس مراتب ہیں اور پچاس درجات ہیں

نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم یہاں ذکر کریں گے

محبت کا پہلا مرتبہ الفت

محبت کا پہلا مرتبہ الفت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ الفت ' مالوف کی طرف میلان قلب کا نام ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

والف بين قلوبهم الخ

اور ہم نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ ا

بد خلق جو تھے وہ نیک ہوئے لڑتے تھے ہمیشہ ایک ہوئے
جھگڑے ' تو نے آکر میٹ دیئے تیرے حسن و ادا کا کیا کہنا

یا یوں کہہ لیجئے کہ۔

کوئی شخص کسی سے کسی صاحب جمال کا ذکر سنتا ہے اس کے دل میں اس صاحب جمال کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اسکی طلب کا داعیہ زور پکڑتا ہے اس نفسیاتی حادثہ کو شاعر نے یوں کہا ہے۔

ے ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے
حدیث حسن او ناگہ فرو خواندند بر گوشم
درآمد عشق ویکبارہ ببرد از عقل و از ہوشم

محبت کا پہلا مرتبہ 'الفت ہے اور الفت کے پانچ درجے ہیں الفت کا پہلا درجہ۔

میلان

کسی کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کر اس کی طرف راغب ہونا دل فریفتہ ہونا۔ کہ اس حسن و ادا جمال و کمال والے پیکر کو دیکھ لوں حسن و جمال کا نظارہ کرنے کی طلب پیدا ہونا۔

بہ آب جو نگرم خویش را نظارہ کنم
بہ ایں بہانہ مگر روئے محرے بینم
ے تصور میں چلے آؤ یونہی دیدار تو کر لوں
تمنا تم سے ملنے کی تو پوری ہو نہیں سکتی

الفت کا دوسرا درجہ

کتمان میلان

الفت کا دوسرا درجہ کتمان میلان ہے۔ یعنی اس میلان قلبی کا پوشیدہ رکھنا اور اس سلسلہ میں تمام مشقتوں کا برداشت کرنا۔

ے دل میں کسی کی یاد چھپائے ایک زمانہ بیت گیا
اپنے دل کو دکھ لگائے ایک زمانہ بیت گیا
من از طبیب و پرستار ہر دو آزادم
دوائے درد من ایں درد بے دوائے من ست

الفت کا تیسرا درجہ

تمنا' ۔یا۔ 'حسرت'

الفت کا تیسرا درجہ 'تمنا' کا پیدا ہونا

یہ مقام ہوس ہے 'تمنائے قربت محبوب و آرزوئے دیدار مشتعل ہوتی ہے۔ نہ جان کی پرواہ رہتی ہے نہ ہلاکت ہی کا کوئی اندیشہ ہوتا ہے۔

اگر حصول یار دشوار یا محال ہو تو اس کی آرزو میں مرجانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ے غنیمت ہے گر موت آ جائے زمان
کہ جی کے ہم ان کے سوا کیا کریں گے

بلکہ

فرقت میں تو مرنا بھی گوارہ نہیں مجھ کو
تم سامنے آجاؤ تو آجائے قضا بھی

چنانچہ فرہاد نے شیریں کی تمنا میں اپنی جان ہی دے دی تھی۔

ے اگر فرہاد را حاصل شد پیوند با شریں
ہم آخر جان شریش بر آمد در تمنایش

اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں اختصار مد نظر ہے۔

الفت کا چوتھا درجہ اخبار و استجبار

الفت کے چوتھے درجہ کو اخبار و استجبار کہتے ہیں۔

تمنائے قرب و آرزوئے دیدار محبوب میں محب اپنے محبوب سے پوری طرح باخبر رہنا چاہتا ہے۔ اسی دریافت حال کہا جاتا ہے۔

؎ ہر چند دورم از تو ' کہ دور از توکس مباد
لیکن امید وصل تو ام عنقریب است

الفت کا پانچواں درجہ

تضرع

الفت کے پانچویں درجے کو تضرع کہتے ہیں ' تملق ' خوشامد '
آہ وزاری۔ عاشق روتا ہے۔ مضطرب ہوتا ہے
اور دل ہی دل میں کہتا ہے

؎ بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ نمانم
پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد
اے بادشہ خوباں داد از غم تنہائی
دل بے تو بجان آمد و قست کہ باز آئی
میرے گھر کی شمع گواہ ہے کٹی رات جس پس و پیش میں
کبھی آہ کی کبھی خط لکھا ' کبھی خط کو لکھ کر جلا دیا

محبت کا دوسرا مرتبہ

صداقت

اور وہ قلب کا وفا و خطا' جفا و منع و عطا میں برابر رہنا ہے اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

'صداقت کا پہلا درجہ

صفا

صداقت کا پہلا درجہ صفا کہلاتا ہے

اس کے پائے جانے کی علامتیں یہ ہیں
نفس اور خواہش نفس کا دشمن رکھنا ' آرزو ' مراد کی مخالفت ترک شہوات ' یا خواہشات شہوانیہ
دل کا دنیا کی محبت سے خالی ہونا
اور محبوب کی جانب سے نقمت سزا بدلہ نعمت سمجھی جاتی ہے اس کی بلا کو عطا سمجھا جاتا ہے۔

ے زہرا ز کف دست دوست چوں شہد
باشوق فرو برم دگر ہم
ہر درد و رنج کز تو رسد بردل حزیں
آں محض راحت است مرا عین عافیت
مجھے موت دی کہ ' حیات دی ' یہ نہیں سوال کہ کیا دیا
تیری نگاہ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

صداقت کا دوسرا درجہ

غیرت

صداقت کا دوسرا درجہ غیرت ہے اس مقام میں محب غیور ہو جاتا ہے اور غیرت کے بارے نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے محبوب کا نام بھی لے یا اس کو ایک نظر دیکھے

بہ گلشن میرود آں شاخ گل می میرم از غیرت
کف خاکے بدست آرائے صبا در چشم من گل کن
حدیث عشق تو باکس نمی توانم گفت
کہ غیر تم نگذارد کہ بشنود اغیار

غیرت کے اس مقام میں آگے چل کر محب کو خود اپنی ذات پر غیرت آنے لگتی

ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ شبلی نے دعا کی تھی۔

الھم احشرنی اعمی، فانک اجل واعظم من ان تراک عینی

یا الٰہی اندھا اٹھانا کیونکہ توں بزرگ و برتر ہے اس سے کہ میری آنکھیں تجھے دیکھیں

چنانچہ اس مفہوم کو امیر قاسم نے اپنے ان الفاظ میں ادا کیا

ز دل رشک آیدم چوں بگذرد در دل خیال تو
چسا بینم کہ افتد چشم غیرے بہ جمال تو

یعنی شاعر اپنے ہی دل کو اپنا غیر تصور کر رہا ہے اور اپنے محبوب کے خیال کا دل میں گزرنا بھی اس کو غیرت کے مارے گوارہ نہیں غیرت کی نفسیاتی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے۔

زغیرت خلوت دل را از غیرت کردہ ام خالی
کہ غیرت رانمی زیبد دریں خلوت سرا رفتن

صداقت کا تیسرا درجہ

اشتیاق

صداقت کا تیسرا درجہ اشتیاق ہے اس مقام میں آتش شوق و آرزو بھڑک اٹھتی ہے اور عاشق بے چارہ بے اختیار ہو کر فریاد کرتا ہے۔

مشتاقی و صبوری ارحد گزشت یارا
گر تو شکیب داری طاقت نماند مارا

اے بے تو حرام زندگانی خود بے تو کدام زندگانی
بے روئے خوش تو زندہ بودن مرگیست بنام زندگانی

طبیعت اداس ہے۔

صداقت کا چوتھا درجہ

ذکر محبوب

صداقت کا چوتھا درجہ ذکر محبوب سے منسوب ہے۔

جیسا کہ مشہور ہے۔ **من احب شئی اکثر ذکرہ** یعنی جو شخص جس کو چاہتا ہے اس کا اکثر ذکر کیا کرتا ہے۔

دل جب کسی شے کی تمنا کرتا ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے
خدا گواہ جہاں کوئی خوبرد دیکھا
میری زباں پہ تیرا نام بار بار آیا

ایک عاشق بیمار ہوا' دوستوں نے پوچھا' کیا تمہارے لیے طبیب کو بلائیں۔ اس نے کہا طبیبی ذکر حبیبی ---

؎ اے نام تو ام شفائے امراض
وز نام توام حصول اغراض

صداقت کا پانچوں درجہ

تحیر

صداقت کا پانچواں درجہ تحیر' ہے۔ نبی کریم روف و رحیم ﷺ باجود شان

جلالت کے التجا کی ----- **یا دلیل المتحیرین**

یعنی۔ اے رہنمائے متحرین

اور آخر میں دعا کی ---- **رب ذدنی تحیرا**

اے میرے رب میری حیرت اور زیادہ فرما۔۔

محبوب بلند قدر ہو' اس تک پہنچنا محال ہو تو حیرت و دہشت کے سوا کیا حاصل ہو سکتا ہے

؎ توی سلطان ملک حسن من بیچارہ درویشم
بجز حیرت دگر نبود نصیب جان بے خویشم ۔

محبت کا تیسرا مرتبہ

مودت

محبت کا تیرا مرتبہ مودت کہلاتا ہے ----- اور وہ ----

هیجان القلب و اتصافه بالهویٰ

یعنی وہ قلب کا برا نگیختہ ہونا اور خواہش سے متصف ہونا ہے۔

یعنی اس میں خواہش پیدا ہوتی ہے اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

مودت' کا پہلا درجہ

نیاحت و اضطرار'

مودت کا پہلا درجہ نیاحت ' اضطرار ' ہے --- اس مقام میں نوحہ وزاری فریاد و بیقراری ہوتی۔

؎ کبھی شکوہ محبت کبھی غم کی بات دل سے
کبھی ہم سنا کے روئے کبھی تم سنا کے روئے
کوئی دل لگائے روئے کوئی غم اٹھائے
کہیں کیا کہ رونے والے سر طور جائے روئے

در هوائے تو اے بت مہ روئے
می کند نوحہ برتنم ہر موئے

مودت کا دوسرا درجہ

گریہ وبکا

مودت کا دوسرا درجہ گریہ و وبکا ہے خود آقائے دو جہاں ﷺ کے بارے میں ہے۔

کان علیہ السلام دائم الحزن و البکاء'

یعنی آپ ﷺ ہمیشہ غمگین و گریان رہا کرتے تھے۔

اور اپنی دعا میں عرض کرتے

الھم ارزقنا عینا باکیتہ

یعنی اے اللہ ہمیں چشم گریاں عطا فرما۔

جاناں من از فراق تو چنداں گریستم
کیں آپ چشم من ہم روئے زمین گرفت
سر شکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن
بیا در کشتی ' چشم نشیں و سیر دریا کن

' مودت کا تیسرا درجہ

حسرت'

مودت کا تیسرا درجہ حسرت' ہے۔

اس مقام پر پہنچ کر صاحب عرفان اپنے ان اوقات پر حسرت کی نگاہ ڈالتا ہے۔

جو ضائع گئے اور ہر لحظہ جو بغیر محبوب کے بسر ہوا اس پر نادم ہوتا ہے۔

تیرے ساتھ جو گزری جو گزر کے پھر نہ لوٹی
وہی شام تھی سوہانی وہی رات تھی فروزاں

تیرے بغیر یوں بسر کی جیسے کوئی گناہ کیے جا رہا ہوں

عمرے کہ بے توئی رود از مرگ بد تر است
روزے کہ بے تو بگذرد روز محشر است

مودت کا چوتھا درجہ

تفکر قرب محبوب

مودت کا چوتھا درجہ محبوب کی فکر ہے ۔۔۔۔ تفکر قرب محبوب کا موجب ہے۔ اسی کے لئے ایک ساعت کے تفکر کو ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔

تفکر ساعة خیر من عبادہ ستین سنته

کسی عارف نے اس خیال کو اس طرح شعر میں ادا کیا ہے

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر درد گر کردن
کہ در ہر دو جہاں جاناں ندارم چوں تو دلدارے

مودت کا پانچواں درجہ

مراقبہ محبوب

مودت کا پانچوں درجہ مراقبہ محبوب ہے ۔۔۔۔ یہ بہت بڑا مقام ہے ۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی' لوگوں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا چہرہ زرد ہو گیا' آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا ۔۔۔۔۔

راقبت اللّٰہ فی صلوتی فالسر تحییت من تقصیری

میں نے نماز میں حق تعالیٰ کا مراقبہ کیا' مجھے اپنی تقصیر پر حیا آئی

تفکر اور مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ تفکر کا تعلق عقل سے ہوتا ہے اور مراقبہ میں لطیفہ روح پر محبوب کی تجلی ہوتی ہے۔

محبت کاچوتھا مرتبہ

ہوا

محبت کاچوتھا مرتبہ ہوا ہے -----

وھوان یھوی الی المحبوب دائما

یعنی ہمیشہ محبوب کی طرف مائل ہونا ----- آرزو مند رہنا ----- اس مقام کے بھی پانچ درجے ہیں۔

ہوا کا پہلا درجہ

خضوع

ہوا کا پہلا درجہ خضوع ہے ---- یعنی عاجزی و فروتنی حسن کا قول ہے کہ وصال یار کے لیے اس کے دروازہ پر عاجزی و انکساری سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں۔

(ما اعلم فی وصال احن عن الخضوع علی بابہ

ے نسبت خود بسگت کر دم و بس منفعلم
زانکہ نسبتِ سگ توئی شد بی ادبی
یک جاں چہ متابعت کہ سازیم فدایت
اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

کروں تیرے نام پہ جاں فدا یہ جاں تو کیا کروڑوں جہاں فدا

ہوا' کادوسرادرجہ

اطاعت محبوب

ہوا کادوسرادرجہ اطاعت محبوب میں اوقات حیات کا بسر کرنا ہے
نقد عمر کو راہ یار میں صرف کرنا ہے۔

؎ مرا تا جاں بود عشق تو بازم
مرا تا سر بود گوئے تو سازم

؎ مانقد عمر صرف رہ یار کردہ ایم
کارے کہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

ہوا" کا تیسرا درجہ

صبر

ہوا کا تیسرا درجہ شدائدو محن میں صبر ہے۔
جیسا کہ کہا گیا ہے اصبرو تجرع البلوی من غیر شکوی
یعنی صبر کر اور بلا کو بلا شکایت پی جا------ عاشق کے لئے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں (المحبوب یفعل مایشاء) محبوب جو چاہتا ہے کرتا ہے
حدیث پاک میں ہے

اذا احب اللّٰہ عبدا ابتلاہ فان صبر احبتباہ وان رضی اصطفاہ۔

جب اللہ کریم کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں ۔

اب اگر بندہ صبر کرے تو اس کو اللہ کریم اپنا محبوب بندہ بنالیتا ہے۔
یعنی انواع نعمت سے سر فراز فرماتا ہے جس میں بندہ کی سعی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔

اگر بندہ اس بلا سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کو تمام ناشائستہ صفات و افعال سے پاک کردیتا ہے۔

(یہی اللہ تعالیٰ کی محبت ہے بندہ سے) سچ کہا ہے کسی عارف نے

؎ جز صبر نیست صیقل دلہائے بیقرار
چوں ایستاد آب بائینہ می رسد

ہوا کا چوتھا درجہ

تضرع

ہوا کا چوتھا درجہ تضرع ہے یعنی عاجزی کرنا گڑگڑانا ہے

قرآن حکیم فرماتا ہے۔

ادعو ربکم تضرعًا و خفیه

اپنے رب کو عاجزی و خوف کے ساتھ پکار'

عاشق مہجور کی جب یہ حالت ہو جاتی ہے کہ نہ وصل یار اس کے امکان میں ہوتا ہے۔

نہ گلبن قرب کی ہوا اس تک پہنچتی ہے نہ اس کے جسم میں طاقت آواز باقی رہتی ہے اور نہ روح میں قوت پرواز تو سوا تضرع و زاری کے کیا کر سکتا ہے۔

؎ چوں نیست دست ز درم و یارائے طاقتم
اینک رہ تضرع و زاری گرفتہ ایم

'ہوا' کا پانچواں درجہ

رضا، تسلیم

ہوا کا پانچواں درجہ رضاء و تسلیم ہے ----- کسی عارف نے خوب کہا ہے۔

شرط الرضا ان یکون العبد بین یدی مولاہ کالمیت بین یدی الغاسل یقلبه کیف یشاء شرط رضا یہ ہے کہ بندہ اپنے محبوب کے سامنے ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ غسال کے آگے ہوتا ہے وہ اس کو جس طرف چاہے الٹتا پلٹتا ہے۔

؎ اے سرو بلند بوستانے
درپیش درخت قامست پست

چشمت بکرشمہ خون ماریخت
بادات بجل ز مات پیوست
گر سر نہ نہم بر آستانت
دیگر چہ کنم در دگر ہست

محبت کا پانچواں مرتبہ

شغف

محبت کا پانچواں درجہ شغف ہے--
شغف کا لفظ قرآن مجید میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے لیئے یوں استعمال ہوا---

۱۔ قد شغفها حبا

یوسف علیہ السلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا

ع محبت دکھاندی اثر ہولے ہولے
دلاں دے اندر کر ہندی اے گھر ہولے ہولے

اس کے بھی پانچ درجے ہیں

شغف کا پہلا درجہ

امر محبوب کی مطاوعت

شغف کا پہلا درجہ امر محبوب کی مطاوعت یعنی فرماں برداری ہے۔
اور اس کے حکم کا امتثال خوشی سے اور بے اختیاری سے
قرآن مجید حکم دیتا ہے۔

۱۔ فاستقم کما امرت

جس طرح تجھ کو حکم ہوا اس پر قائم رہ
جانتے ہو کہ حکم کس امر کا ہوا

۲۔ تبتل الیہ تبتیلا

سب سے قطع ہو کر اس کی طرف متوجہ رہ

؎ مشغول ترا خبر ز عالم نبود
مجروح تیرا حاجت مرہم بنود
در عشق تو گر ہزار غم پیش آیند
چوں در نظر تو ام ازاں غم نبود

شغف کا دوسرا درجہ

غیر محبوب سے باطن کی محافظت

شغف کا دوسرا درجہ غیر محبوب سے باطن کے محافظت ہے

کسی عاشق نے کیا خوب کہا۔

من حفظ باطنه عن الاغیارت ملاء اللّٰه قلبه بالانوار

یعنی جو شخص اپنے باطن کی اغیار سے حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو انوار سے بھر دیتے ہیں

اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے

اللّٰه وتر و یحب الوتر

اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور یگانگی کو پسند فرماتا ہے۔

اس لیے سچے عاشق کی دعا یہیں ہوتی ہے۔

؎ جز عشق تو عیشہا فراموشم باد
حزن تو بجائے جاں در آغوشم باد

عش بی وق قلبک عن سوای

یعنی مجھ سے زندہ اور اپنے قلب کو میرے غیر سے محفوظ رکھ کے یہی معنی ہیں۔

؎ جز دوست نہ بینیم و نخواہیم و نجوئیم
از خویش بگز شتیم ز اغیار برستیم

شغف کا تیسرا درجہ

محبوب کے اعداء سے عداوت

شغف کا تیسرا درجہ محبوب کے اعداء سے عدوات ہے۔

عشق کا چوتھا درجہ

محبوب کے دوستوں سے محبت ہے۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنی دعا میں اس کا اظہار فرمایا ہے

اسئلک حبک و حب من احبک

میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور اس کی محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔

اور اپنے طریقہ کو یوں ظاہر فرمایا۔

نحن حب بحبک من اطاعت من خلقک

تیری محبت ہی کی وجہ سے ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ جو تیری اطاعت کرتے ہیں

اور قرآن مجید نے شغف کے تیسرے اور چوتھے درجے کا ذکر صحابہ کے بارے میں یوں فرمایا

محمد الرسول والذین امنو معه اشدا علی الکفار رحماء بینھم۔ا

۔

محمد ﷺ کے محبوب رسول ہیں۔ اور وہ لوگ جو میرے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ محبت کرتے ہیں وہ دشمنوں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔

بلکہ۔ محبوب کے در و دیوار سے بھی بے حد محبت ہوتی ہے۔ عشق و محبت کی مستی کا یہ عالم ہوتا ہے۔ کہ اسے راہ شوق کے خار بھی عزیز ہوتے ہیں۔ اور وہ

ان کی لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے مجنوں کے وہ شعر ہماری تاریخ ادب میں کس قدر افادیت کے حامل ہیں جنکے ذریعے اس نے لیلیٰ کے شہر کے درو دیوار کو چومنے کی حکمت بیان کی تھی اس دیوانگی کو وہ عین حکمت قرار دیتے ہوئے بولا کہ مجھے اس شہر کی جاذبیت اور کشش نے مسحور نہیں کیا۔۔
بلکہ مشغولیت کی وجہ وہ ذات ہے جو شہر میں قیام پزیر ہے

وما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن ذوالجدار و ذوالجلار

اور میرے دل کو اس شہر کے درو دیوارے مائل نہیں کیا۔
بلکہ اس شہر کے قیام پزیر محبوب کی کشش نے مجھے اپنے محبوب کے شہر کے درو دیوار بھی محبوب لگتے ہیں
علامہ اقبال نے بھی اس مفہوم کو یوں ادا کیا

؎ خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

یعنی مدینہ منورہ کی مٹی دو جہاں سے بہتر و افضل ہے
اس لیئے کہ اس مقدس شہر میں ہمارے محبوب جلوہ فرما ہیں
سعدی شیرازی دیوانگی کی حالت میں یوں گویا ہیں۔

؎ گلے خوشبو در حمام روزے
رسید از دست محبوب بدستم

ایک روز جب میں حمام میں گیا تو ایک خوشبو دار مٹی ایک دوست کے ہاتھوں مجھ کو موصول ہوئی۔

؎ بدو گفتم کہ مشکی یا عنبری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

میں نے متعجب ہو کر اس مٹی سے کہا کہ کیا تو مشک ہے یا عنبری کہ تیری بے پناہ خوشبو سے میں مست ہو گیا

بگفتا من گل نا چیز بودم
ولیکن مدے باگل نشستم

اس مٹی نے زباں حال سے جواب دیا کہ نہ تو میں مشک ہوں نہ عنبر ہوں میں تو ایک بے قسمت مٹی ہوں لیکن حسن اتفاق سے مجھ کو گلاب کے پھول کے ساتھ مجالست نصیب ہو گئی

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگر نہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس دوست کے حسن نے میرے اندر ایسا اثر پیدا کر دیا ہے۔ ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔ عاشق صادق کو محبوب کے حسن و جمال سے ہی شغف نہیں ہوتا

بلکہ ان آثار و نقوش سے بھی دلچسپی ہوتی ہے جو محبوب کے حسن و جمال کا آئینہ دار اور پر تو ہوتے ہیں۔ اور عاشق صادق تمام کائنات کے مقابلے میں کوئے دوست کے ذرہ خال کو ترجیح دیتا ہے

باغ بہشت ، سایہ طوبٰی و قصر حور
با خاک کوئے دوست برابر نمی کنم

اس لیئے کہ۔ عاشق صادق وصال محبوب کے مقابلہ میں بہشت اور اسکی نعمتوں کی طرف متوجہ ہونا آئین محبت کے خلاف خیال کرتا ہے اور عالم مستی میں یوں نغمہ زن ہوتا ہے

چونکہ اندر ہر دو عالم یار می باید مرا
با بہشت و دوزخ و باحور و غلماں چہ کار

شغف ' کا پانچواں درجہ

اخفائے احوال

شغف ' کا پانچواں درجہ اخفائے احوال کہلاتا ہے

جو عاشق و معشوق میں پیدا ہوتے ہیں

ے میان عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین را خبر نیست

اس لئے کہ !

ازل سے محبت کی دشمن ہے دنیا
کہیں دو دلوں کو ملنے نہ دے گی
من نمی دانم چہ شد بر جان من
خلق مے گویند چے شد اے خستہ تن
حال دل باکس چہ گویم اے خدا
سو ختم در ہجر اور چوں کو ہکن

خواجہ شیخ شبلی کا قول ہے۔

شرط المحبة كتمان الاحوال

محبت کی شرط حالات کا پوشید رکھنا ہے

اور کسی عارف نے کہا

لولا الدموع الفاضحة فكتمان الحال من منازل الرجال

یعنی اگر آنسو نہ ہوتے جو فضیحت کا باعث ہوتے ہیں۔ تو احوال کا پوشید رکھنا مردوں کے مراتب میں داخل ہے

اور کسی عاشق نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے

؎ غمت ہر چند می پوشم بدامن
فضیحت می کنم چشم روانم
رخ زردم ندارد طاقت ہجر
بروں می افگند راز نہانم

محبت' کا چھٹا مرتبہ

خلت

محبت کا چھٹا مرتبہ 'خلت' کہلاتا ہے

خلت کا لفظ تخلیہ سے ماخوز ہے۔ یعنی محبوب کا اس کے ماسوئی سے خالی ہونا۔

اس کے بھی پانچ درجے ہیں

خلت کا پہلا درجہ

معاندت

خلت کا پہلا درجہ معاندت ہے۔

ہوتا یہ ہے کہ محب جس کسی مجلس میں بیٹھا ہے۔

اغیار سے پریشان خاطر ہوتا ہے۔ اور لوگوں کی ایذا رسانی سے ڈرتا ہے

لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہے۔ اور درپے آزار ہوتے ہیں۔
اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے

ازل سے محبت کی دشمن ہے یہ دنیا
کہیں دو دلوں کو ملنے نہ دے گی

خلت کا دوسرا درجہ
صدق

خلت کا دوسرا درجہ صدق ہے

المحبۃ صدق و الصادق حبیب اللہ

محبت راست بازی ہے اور راست باز اللہ کا دوست ہوتا ہے۔
قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے

والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ھم المتقون

جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں
شیخ سعدی فرماتے ہیں

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

خلت کا تیسرا درجہ
اشتہار

خلت کا تیسرا درجہ اشتہار ہے۔ یعنی محب کی تشہیر لیکن اس مقام میں محب اپنی انانیت ' خودی سے باہر نکل آتا ہے
وہ شہرت و خمو رسوائی میں فرق نہیں کرتا محبوب اپنے محب کے حال کو شائع کرتا ہے اور شہرت دیتا ہے
کسی عاشق عارف نے خدا سے التجا کی

الھم استرنی' فاحبیب یافلاں الحق لا یستر شیئا

یا الٰہی مجھے پوشیدہ رکھ' اس کو جواب ملا کہ اے شخص' حق تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں کر سکتی

لیکن اس مقام میں بہت آفتیں ہیں

'خلت' کا چوتھا درجہ

'شکوہ'

خلت کا چوتھا درجہ شکوہ ہے۔ یعنی گلہ و شکایت۔

چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے عرض کی'

اس پر قرآن شاہد و ناطق ہے۔

انما اشکو بثی و حزنی الی اللّٰہ

میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں

اور سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

لک الحمد و الیک المشتکی

تیرے لیئے ہی تمام خوبیاں ہیں اور تجھ سے گلہ و شکوہ ہے

محب اپنے محبوب کی شکایت کس طرح کر سکتا؟

لیکن وہ اپنی عجز و بے چارگی کا اظہار اس کے سامنے کرتا ہے۔ غیر کے سامنے ہرگز نہیں کرتا اور اسی کو شکوہ کہا جاتا ہے

؎ پناہے بود ہر کسے را و بندہ
بجز آستانت پناہ ندارم

جب حضرت ایوب علیہ السلام نے درد و بیماری کی حالت میں فریاد کی۔

انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین

مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

تو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا

انا وجدناہ صابرا نعم العبد انہ اواب

بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے کہ بہت رجوع ہوتے تھے

عاشق کی شکایت بس اتنی ہے کہ آپ کے سوا میرا ہے کون کس کے سامنے اپنے درد و دکھ کو پیش کروں اور کہتے ہیں کہ گلے شکوے آپنوں سے کیئے جاتے ہیں غیروں سے نہیں۔

ے ہر کسے در جہاں کسے دارد
من ترا دارم و تراو ترا
پیچ باب ازیں در طریق رفش نیست
کجا رویم ازیں در ' کدام درد اریم
از دست تو ہم پیش تو فریاد کنم زانکہ
چوں جز تو نمی بیسم فریاد رسے را

خلت کا پانچوں درجہ

حزن

خلت کا پانچواں درج حزن ہے۔ کہا گیا ہے

ان اللّٰہ یحب قلبا حزینا لاجلہ وقال جل ذکرہ

بے شک اللہ دوست رکھتا ہے اس قلب کو جو اس کے لیے مخزون ہوتا ہے۔

انا عند المتکرہ قلوبھم لاجلی

میں ان قلوب میں ہوں جو میرے لیے ٹوٹے ہوئے ہیں۔

عاشق کی دعا ہی یہ ہوتی ہے

جز عشق تو عیشہا فراموشم باد
حزن تو بجائے جان در آغوشم باد

محبت کا ساتواں مرتبہ

محبت

محبت کا ساتواں مرتبہ محبت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ نہایت شریف مرتبہ ہے

اس کا ذکر قرآن مجید میں

یحبھم و یحبونہ

اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں

سے ہوا ہے۔

اس کے بھی پانچ درجہ ہیں۔

محبت کا پہلا درجہ

حسن اخلاق

محبت کا پہلا درجہ حسن اخلاق

جو خلاو ملا یعنی تنہائی یا سوسائٹی میں ہو، تنگی و فراخی میں ہو

یہاں محب کے اقوال و احوال حرکات و سکنات تمام مستحسن ہو جاتے ہیں

اس کی آنکھیں دوست کے سوا کسی شے کو نہیں دیکھتیں، اور اس کا دل محبوب کے سوا کسی کو جانتا تک نہیں۔

ہر ایک سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔

بایں ہمہ جب وہ خلق کے ساتھ بیٹھتا ہے تو یہ جان کر کہ یہ اس کے محبوب ہی کی مخلوق ہے، مکارم اخلاق سے پیش آتا ہے

و ذالک من احسن الاخلاق و اشرف الاوصاف

گو وہ خلق کے درمیان ہوتا ہے اور ان سے حسن اخلاق سے پیش آتا ہے۔

لیکن باطن سے وہ خلق سے منقطع اور اپنے محبوب ہی سے وابستہ ہوتا ہے۔

اس کا حصول کار یہ ہوتا ہے۔

کن جمعانیا و واحدانیا

جمع و وحدت دونوں کا وہ جامع ہے۔ کسی عارف نے محبوب کے زبانی سے کہلوایا ہے

گر باہمہ، چو با منی بے ہمہ

در بے ہمہ چوں بے منی باہمہ

محبت کا دوسرا درجہ

ملامت و اظہار

محبت کا دوسرا درجہ ملامت و اظہار شکر و حیرت کا ہے۔

اس مقام میں محب مدہوش ہوتا ہے اور محبت کے جام مالا مال سے بے ہوش۔

نہ فضیحت سے ڈرتا ہے۔ نہ رسوائی خوف کرتا ہے۔

دیوانہ وار نکل پڑتا۔ اور مستانہ وار خراباتی کی راہ لیتا ہے

؎ عشق تو مرا خراباتی کرد

ورنہ من بیچارہ بسا ماں بودم

اس مقام میں نوازش بھی بہت ہوتی ہے اور جانکاہی بھی بہت زیادہ ہے۔

کبھی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا جاتا ہے۔

واصطنعتک لنفسی (القران

میں نے تجھ کو اپنے لیئے منتخب کیا

اور کبھی فرمایا جاتا ہے

لن ترانی

تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے

کبھی آدم صفی اللہ علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے

انی جاعل فی الارض خلیفہ

اور کبھی فرمایا جاتا ہے

وعصیٰ ادم ربہ فغویٰ

اور اپنے محبوب ﷺ کے لئے فرمایا

لولاک لما اظہرت الربوبیۃ (حدیث قدسی)

اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں ربوبیت کا اظہار نہ کرتا

کبھی محب کا درجہ بڑھاتے ہیں اور کبھی اس کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔

لیکن اگر محبوب کامل ہوتا ہے تو وہ کبھی محبوب سے اپنی نظر نہیں ہٹاتا۔ اور اپنے تمام احوال میں مراد محبوب ہی کا مرید ہوتا ہے

؎ اگر مراد تو اے دوست نامرادی ماوست
مراد خویش ازیں بیش من نخواہم داشت

محبت کا تیسرا درجہ

مشاہدہ

محبت کا تیسرا درجہ مشاہدہ غیوب کا ہے۔

اس مقام تک پہنچ کر محب صاحب مکاشفہ ہو جاتا ہے اور محبوب اپنے بعض اوصاف و احوال اس پر ظاہر کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنی محبت کے انوار سے مملو کر دیتا ہے۔

اور اس کے سر کو لوح محفوظ کے محازی کر دیتا ہے۔

لیکن اس مقام میں مکرو افتنان بھی بہت ہیں۔

بہت سے سر خاک میں مل جاتے ہیں۔ اور بہت سی جانیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔

لیکن اگر محبوب کی عنایت و دستگیری ہوتی رہے۔

اور محب اپنی آنکھیں غیر محبوب سے بند کرلے

ما ذاغ البصر وما طغٰی

نگاہ نہ تو ہٹی نہ جھپکی

کے مصداق قائم رہے۔ تو دولت قاب قوسین اور 'ادنیٰ عطا ہوتی ہے۔ ۲۔

اور سعادت **الم ترنی ربک** سے نوازا جاتا ہے۔

چوں از جملہ بریدی من ترا ام

اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت پاک میں

واذا اعتزلتموھم وما یعبدون الا اللّٰہ فاؤ الی الکھف

اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے۔ مگر اللہ سے مل گئے ء تو تم غار میں چل

کر پناہ لو' یہاں کیف سے مراد کہف الوصال ہے۔

محبت کا چوتھا درجہ

آرزوئے ملاقات

محبت کا چوتھا درجہ آرزوئے ملاقات کا ہے

محب اپنے خون میں ہزار بار نہائے۔

اور بلا کی دار پہ سینکڑوں مرتبہ کینچا جائے۔

تاہم اشتیاق وصال محبوب اور اس کی ملاقات کی آرزو اس کے دل میں تیز تر ہوتی جاتی ہے۔

ردو قبول کا اندیشہ اس کے دماغ میں گزرتا نہیں

اگر لن ترانی کی ضرب اس کی جان پر ستر مرتبہ بھی لگائی جائے۔ تو وہ ارنی انظر الیک کی صدا بلند کرتا ہی رہے گا۔

اگر بہ تیر زنندم و گر بہ تیغ کشند

بہ ہیچ ضرب وسیاست زتو ندارم دست

محبت کا پانچواں درجہ
طلب انس

محبت کا پانچواں درجہ استنباس یعنی طلب انس و التماس لقا بتلایا گیا ہے

علامتة المونسة بالحبیب التوحش عن غیرہ

محبوب سے انس کی شناخت اس کے غیر سے وحشت ہے۔

؎ بادشاہ حسن خدا را بسو ختیم
یکرہ سوال کن کہ گدا راچہ حاجت است

محبت کا آٹھواں مرتبہ
عشق

محبت کا آٹھواں مرتبہ عشق ہے۔ عشق افراط محبت اور شدت محبت کا نام ہے۔ یہاں عقل و ہوش رخصت ہو جاتے ہیں۔

؎ کتاب حسن تو روزے قضا می خواند در گوشم
شدم از عشق بیگانہ نہ عقلم ماند نے ہوشم

عشق وہ آگ ہے جو خرمن وجود کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور نہال ہستی کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے

حضرت خواجہ شیخ شبلی فرماتے ہیں

العشق نار یقع فی القلب فاحترقت ماسوٰی المحبوب

عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لا ابالی
حاصل عشق ایں سخن بیش نیست
سو ختم و سو ختم و سو ختم

ایمان بغیر عشق کے کامل نہیں ہوتا

والزین امنو اشد حبا للّٰہ

اور جو ایمان والے ہیں اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

محبت ہی جب شدید ہو جاتی ہے۔ اور نہایت قوی ہو جاتی ہے تو عشق کہلاتی ہے

(والمحبۃ اذا اشدت و قویت سمیت عشقا)

لیکن عشق، آمدنی ہے آوردنی نہیں

یعنی عشق کی آگ لگ جاتی ہے۔ لگائی نہیں جاتی

واللّٰہ یوتی ملکہ من یشار۔

اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں۔

؎ عشق از مواہب است نہ از مکاسب

(کشف المجوب)

غالب نے اس حقیقت کے بارے میں کہا ہے

عشق پر زور نہیں، ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

عشق بازی اختیار مانہ بود
ہر کرا خواہند برسر می نہند

تمام صوفیائے، محبت و عشق کے وہبی ہونے کے قائل ہیں

عشق کے بھی پانچ درجے ہیں۔

عشق کا پہلا درجہ

فقدان دل

عشق کا پہلا درجہ فقدان دل ہے۔ مشہور قول ہے

(من لیس بمفقود القلب لیس بعاشق)

جو گم کردہ قلب نہ ہو وہ عاشق نہیں

ے ز دلم نشاں چہ خواہی کہ ز دل خبر نہ دارم
تو بگو کہ دل چہ باشد من ازو اثر ندارم

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص دل رکھتا ہے۔ وہ دل کی خبر رکھتا ہے۔ اور عشق سے بے خبر رہتا ہے

کہ گفت من خبرے دارم از حقیت عشق
دروغ گفت کہ از خویشتن صبر دارد !!

حضرت ذو النون مصری سے کسی نے پوچھا عاشق صادق کون ہے!
فرمایا۔ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو پریشان صورت دل ہو مغلوب العقل بہت رونے والا۔ موت کا طالب۔ فنا کا مشتاق۔ تو سمجھو لو کہ وہ عاشق صادق ہے

عشق کا دوسرا درجہ

تاسف

عشق کا دوسرا درجہ تاسف ہے۔ عاشق بے دل اس مقام میں بے معشوق ہر دم اپنی زندگی پر افسوس کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال قرآن کریم نے یوں فرمایا

یا اسفٰی علٰی یوسف وبیفت عیناہ من الحزن فھو کظیم

کہنے لگے ہائے افسوس اور غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں

؎ ہر لحظہ کہ بے تو مرا می رود عمر
واللہ ازاں حیات مرا مرگ خوشتر است
بے روئے تو زندہ می تواں بود ولیک
آں زندگی از ہزار مردن بتر است

عشق کا تیسرا درجہ

وجد

عشق کا تیسرا درجہ وجد ہے۔ اور وجد ایک ایسا عجیب حال ہے کہ نہ زبان اس کا بیان کر سکتی۔ نہ قلم۔ صاحب وجد کے لئے تمام دنیا حلقہ خاتم کی طرح تنگ ہو جاتی ہے۔ بلکہ عالم ملکوت کی وسعت بھی اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوتی ہے اس کو نہ کسی جگہ آرام ملتا ہے۔ نہ کسی مقام پر قرار

عشق کا چوتھا درجہ

بے صبری

عشق کا چوتھا درجہ بے صبری ہے۔ اس مقام میں عاشق کی طاقت جواب دے دیتی ہے۔ اور اس کی جان اشتیاق یار میں جل جاتی ہے۔ آتش شوق اس کو جوش میں رکھتی ہے اور وہ شب دروز خروش میں مصروف رہتا ہے۔

؎ تا بود مرا طاقت بود بہ شکیبائی
چو کار بجاں آمد ' زیں پس من و رسوائی
سر پنجہ صبررا پچپید و بروں شد دل
اے صبر ہمیں بودت بازوئے توانائی

(العشق و الصبر ضدان لا یجتمعان)

عشق و صبر ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ دو ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔

ے دلے کہ عاشق صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تابہ صبوری ہزار فرسنگ است

عشق کا پانچواں درجہ

صیانت

عشق کا پانچواں درجہ صیانت ہے۔ اس مقام میں عاشق کی حالت ایک دیوانے کی سی ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں گریاں' دل بریاں' ہر گلی کوچے میں رواں دواں ہوتا ہے۔ اور ہر صحرا میں پویاں و جولاں! محبوب کے سوا کوئی چیز نہیں جانتا۔ معشوق کے نام کے سوا کوئی لفظ اس کی زبان پر نہیں آتا۔

مجنوں کے بارے میں مشہور ہے کہ۔ مجنوں سے جب کوئی پوچھتا تیرا نام کیا ہے تو مجنوں جواب دیتا۔۔۔ میرا نام لیلیٰ ہے۔

جنوں میں سنگ و گیاہ سے گفتگو کرتا ہے۔ اور نسیم صبا کو پیغام دیتا ہے۔

اہل عشق معشوق کی بو ہی سے زندہ ہوتے ہیں
اور معشوق کا نام ہی لیکر قبر سے اٹھتے ہیں

از بہر تو میرم برائے تو زئم

ے بوئے محبوب جو بر خاک احبا گزرد
چہ عجب گر بشود زندہ از وغظم رمیم

محبت کا نواں مرتبہ

تیم

محبت کا نواں مرتبہ تیم کہلاتا ہے۔ تیم کا معنی غلام بنا دینا۔ تابعدار کر دینا۔ محبت کے دام میں گرفتار کر دینے کو کہتے ہیں۔ اس مقام میں عجز و بندگی کا طوق عاشق کے گردن میں ڈالا جاتا ہے اور بیچارگی و غلامی کی زنجیریں اس کے پاؤں میں پہنائی جاتی ہیں۔

اس کے بعد بھی پانچ درجے ہیں۔

تیم کا پہلا درجہ

تفرد

تیم کا پہلا درجہ تفرد ہے اس منزل میں دوست غیر دوست سے مجرد ہو جاتا ہے۔
اس کو اپنے محبوب سے اتحاد حاصل ہو جاتا ہے۔

در خویش گمم کہ من چہ نامم
معشوقم و عاشقم کدامم

اس جا عاشق اپنی خود ہی سے فارغ ہو جاتا ہے

حدیث من ورقے باز کن کہ من نہ منم
ہمہ تو گشتم وایںک حدیث شد گوتا

یہاں عاشق و معشوق ایک ہو جاتے ہیں تعدد رفع ہو جاتا ہے

عاشق و معشوق و عشق ہرسہ یک داں در اصل
فرق میان من و تو است ہو است

مولانا روم نے فرمایا ہے

عاشق محو در عشق و عشق محو در معشوق

حضرت منصور حلاج کا یہ شعر مشہور ہے۔

اما من اھویٰ ومن اھویٰ انا
نحن روحان حللنا بدنا

مقام تفرد ہی میں حلاج کی زبان سے یہ چیخ نکلی

لو انت ام انا ھذا لعین فی العین۔

تو ہو یا میں دونوں ایک ہیں۔

حاشای حاش من اثبات اثنین

دوی کے اثبات سے ہمیں کوئی تعلق نہیں
اس جگہ غیرت معشوق

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربلک ذوالجلال والاکرام

جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے رب کی ذات جو بزرگی و احسان والی ہے رہ جائے گی
کی تجلی کرتی ہے اور غیریت کے حجاب کو چاک کر دیتی ہے۔

عشق و عاشق محو گر دوزیں مقام
خود ہماں معشوق ماند والسلام

تیم کا دوسرا درجہ
استتار

تیم کا دوسرا درجہ استتار کہلاتا اس مقام میں پوشیدگی چاہی جاتی ہے۔
اور یہ ہر دو جہت سے مطلوب ہوتی ہے۔ یہاں غیرت معشوق عاشق کی غیرت سے زیادہ ہوتی ہے
مصطفی کریم ﷺ نے فرمایا

انا غیور واللہ اغیر منی

میں غیرت دار ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت دار ہے
پس معاملہ یہ ہوتا ہے

دل پیش توام دیدہ بجائے دگر ستم
تا خلق ندا ند کہ ترا می نگرستم

یہ عجیب مقام ہے نبی کریم ﷺ نے حقیقتہ الحقائق کی خبر رمز و اشارت ہی کی زبان میں دی ہے۔

راز کنیت مرا باشب و سریست عجب
شب داند و من دانم و شب

الم المص اور دوسرے مقطعات بھی اس قسم کے اشارات ہیں۔

فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ

پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔

تیم کا تیسرا درجہ

بزل روح

تیم کا تیسرا درجہ بزل روح کا ہے یعنی جان کے بازی لگانے کا۔ اس منزل میں جان کا کوئی اختیار نہیں رہتا

کسی عاشق کی زبان سے اسی منزل میں یہ کلمات نکلے

از من گمان مبر کہ دل از دوست برکنم
تا جاں دریں تن است دم از عشق برزنم
گر بشنوی کہ قافلہ مرد در غمت
اول کسے کہ جاں دہد از بہر تو منم

تیم کا چوتھا و پانچواں درجہ

خوف و رجاء

تیم کا چوتھا اور پانچواں درجہ خوف و رجا ہے۔ اس مقام میں عاشق قطع محبت کے خوف سے لرزاں رہتا ہے۔ اور امید وصال سے شاداں۔ عاشق اللہ تعالیٰ کی صفات جباری، عزت واستغنا کو پیش نظر رکھ کر خوف یہ کھاتا ہے۔ کہ اس کا دل کہیں عشق الٰہی سے کسی آن اس کے غیر کی طرف منتقل نہ ہو جائے کہیں

معشوق حقیقی اس کے کسی فعل سے ناراض نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز سے شدید محبت رکھتا ہے۔ وہ اس کے جاتے رہنے سے خائف بھی رہتا ہے۔ اور اگر محبوب ایسا ہو کہ اس کا جاتا رہنا ممکن ہو تو محب کو خوف ضرور ہو گا۔ عارفین کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف محبت ہی کی اساس پر کرتا ہے۔ اور اس سے ڈر اور خوف چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ نازک وجہ سے زیادہ پاؤں پھیلانے کے سبب سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص صرف خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے۔ اور محبت نہیں رکھتا وہ اس سے متوحش ہو کر بعید ہو جاتا ہے۔ اور کٹ جاتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محبت اور خوف دونوں ہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب اور مقرب بنا لیتے ہیں۔ لہٰذا محب کو خوف ضروری ہے اور خائف کو محبت

رسول کریم ﷺ نے فرمایا

(الایمان بین الخوف والرجاء)

ایمان امید اور خوف کی درمیانی کیفیت میں مضمر ہے۔

عشاق اسی حدیث نبوی ﷺ کے مظہر ہوتے ہیں۔

وہ اپنی محبت کو اللہ تعالیٰ کے خوف میں رونے دھونے آہ وزاری کرنے اور ذکر و فکر کی کیفیات سے تقویت دیتے ہیں۔ اور جب انھیں اللہ کی رحمتوں اور کرم نوازیوں کا خیال آتا ہے تو انھیں امید لگ جاتی ہے۔ کہ ممکن ہے اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی مستحق بخشش ہونے کے اکرام سے نواز دے۔ گویا اللہ جب اللہ تعالیٰ کے عدل کا خیال کرتے ہیں تو ان پر خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

لیکن جب اس کے فضل کا خیال کرتے ہیں تو بوجہ امید خوش ہو جاتے ہیں اسی تصور کو میاں محمد بخش نے اس طرح واضح فرمایا ہے۔

عدل کریں نے تھر تھر کبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں نے بخشے جاوں میں جیئے منہ کالے

اسی طرح عشاق پوری زندگی خوف اور امید کے اندر بسر کرتے ہیں۔

جے میں ویکھاں اپنے عملاں ولے تے کچھ نہیں میرے پلے
جے میں ویکھاں تیری رحمت ولے تے بلے بلے بلے

حضرت حسن بصری فرماتے تھے۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جتنا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی رحمتوں اور مہربانیوں کا انعام و اکرام ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا قول مبارک

حضرت سیدنا صدیق اکبر کے متعلق بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اگر قیامت کے دن یہ اعلان کیا جائے کہ ایک شخص کے علاوہ باقی سب کی بخشش ہوگئی ہے تو مجھے ڈر ہے کہ بخشش سے محروم شخص۔ میں ہی ہو سکتا ہوں ۔ اور اگر یہ اعلان کیا جائے کہ صرف ایک ہی شخص کی مغفرت ہوئی تو اللہ کی رحمت اور فضل پر امید کرتے ہوئے یقین کرلوں گا۔ کہ وہ خوش قسمت میں ہی ہوں گا

(مزید تفصیل ہماری دوسری تصانیف میں)

رجاء کی تعریف

کسی ایسی محبوب و مرغوب چیز کی طرف دل کا لگا رہنا جو آئندہ حاصل ہونے والی ہو رجاء کہلاتا ہے۔ اور جس طرح خوف کا وقوع آئندہ کے ساتھ متعلق ہے اس طرح رجاء کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کی آئندہ زمانے میں امید ہو دلوں کی زندگی اور استقلال کا دارومدار رجاء پر ہی موقوف ہے۔

خوف ورجاء کا باہمی تعلق

جو خوف کی معرفت حاصل نہ کرے وہ رجاء کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور جو مقام خوف میں کھڑا نہ ہو اسے صحت و صفاء کے مطابق اہل رجاء کے مقامات تک رسائی حاصل نہیں ہو سکتی ہر بندے کو اس کے خوف کے مطابق ہی رجاء کا مقام ملتا ہے۔ اور اسے جس قدر خوف دلانے والی صفات کا کشف حاصل ہو اس قدر اسے رجاء کے اخلاق میں سے حصہ ملتا ہے

رجاء کی علامت

بندے میں صحت رجاء کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے رجاء کے بارے میں اندر ڈرتا رہے اس لیے کہ جب اسے ایک بات کے بارے میں امید آگئی اب دل میں جس کی امید رکھے ہوئے ہے اس کی عظمت اور شدت فرحت کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ وہ بات ہی جاتی رہے اس طرح اہل رجاء سے اپنی امیدوں میں فوت رجاء کا خطرہ کبھی جدا نہیں ہوتا اور رجاء تو اصل میں خائفین کے لئے ایک ذرا سا آرام ہے اس لیئے اہل عرب لوگ رجاء کو بھی خوف کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایسے اوصاف ہیں جو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کسی دوسری چیز کے لیے لازم ہو یا اس کا وصف ہو یا اس کا سبب ہو تو اس کو بھی اس سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں۔

چنانچہ کہا جاتا ہے۔

مالک لا ترجوا کنا

۔ تجھے کیا ہے کہ ایسی امید نہیں رکھتا اور مراد یہ ہوتی ہے کہ تجھے کیا ہے کہ ڈرتا نہیں ؟

اس لغت پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مالک لا ترجون للّٰہ وقارا

اس کی تفسیر پر اجماع ہے کہ تمیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت شان سے نہیں ڈرتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فمن کان یرجوا لقاء ربہ پس جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جو اس کی ملاقات کے بارے میں ڈرتا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔

اللہ سے ایسے خوف کھا کہ تو اس کی گرفت سے بے خوف نہ ہو اور اپنے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھ۔

اس نے عرض کیا

میں یہ کیونکر کرسکتا ہوں میرا تو ایک ہی دل ہے۔

فرمایا

تمہیں خبر نہیں کہ مومن دو دل والے کی طرح ہوتا ہے۔ ایک کے ساتھ ڈرتا ہے اور دوسرے سے امید رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے دو اوصاف ہیں خوف اور امید اور مومن کا دل ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی خالی نہیں ہوتا گویا یہ دو دلوں والے کی طرح ہو۔

(الایمان بین الخوف والرجاء) کے یہی معنی ہیں۔

ء کہ نترسدز بے نیازی او

کہ نناذد زکا رسازی او

محبت کا دسواں مرتبہ

ولہ

ولہ کے لغوی معنی ہیں۔ حیران ہونا۔ ڈرنا محبت و عشق میں دیوانہ ہو جانا

(ولہ قلوبھم)

یعنی ان کے دلوں کو دیوانہ کرنا۔

محبت کا دسواں مرتبہ ولہ ہے۔ اس مقام میں عظیم الشان خطرات ہیں چنانچہ کہا گیا ہے۔

فی البعد تعذیب و فی القرب حیرۃ

دوری میں عذاب اور قرب میں حیرت ہے

اس مفہوم کو عاشق کی زبان میں یوں سمجھو۔

گر بیسمت جاں میرود ود ننگرم خود چو زیم
حیرانم اندر کاز خود کت جاں دہم یا ننگرم

شیخ احمد غزالی نے اپنے رسالہ سوانح میں لکھا ہے کہ معشوق ہر حال میں معشوق ہے۔ لہٰذا افتقار یا احتاج کی صفت رہے گی۔ اور معشوق کو کسی چیز کی ضرورت نہیں لامحالہ استغناء اس کی صفت رہے گی۔ اس مفہوم کو کسی عاشق نے یوں ادا کیا ہے

ہموارہ تو دل ربودہ معزوری
غم ہیچ نیازمودہ معزوری
من بے تو ہزار شب بخوں در بودم
تو بے تو شبے نبودہ معروزی

یعنی ذات معشوق، بے ملاحظہ وصف معشوقیت، عاشق کی محتاج نہیں ہاں وصف معشوقی کا لحاظ کیا جاتا تو وہ بھی عاشق و عشق کی محتاج سمجھی جا سکتی ہے لیکن معشوق فی نفسہہ ثابت ہے۔ اور اس کو اپنے وجود کے ثبوت میں کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ عاشق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا

خواجہ ابو فاخوارزمی فرماتے ہیں۔

کنت کنز مخفیا فاحبت ان اعرف فخلقت الخلق

کی حدیث قدسی کو پیش نظر رکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت احدیت کے کارخانہ محبت میں عارفوں اور محققوں کا بھی کام ہے۔ اور آیت قرانیہ **یحبھم و یحبونہ** سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب صمدیت کے حریم مودت میں محبوں اور عاشقوں کی بھی قدر یا اعتبار رہے۔ لیکن طمع خام کو سر سے دور کرنا ہی بہتر ہے۔ کہ وہ غیر کی پرواہ نہیں کرتا۔

آئینہ در روئے خود می داشتہ است
تا بخود عاشق زار آمدہ است
او زجملہ فارغ ست وہر کسے
اندریں دعوی پدیدار آمدہ است
اوست عاشق اوست عاشق ' اوست معشوق اوست عشق
کیتی تو جملہ چوں یار آمدہ است

اب حیرت و دہشت کے سوا کیا رہ جاتا ہے

حیرت اندر حیرت است و والہی در والہی
اندریں رہ صد ہزاراں عقل عاقل مبتلا است

اس مرتبہ کے بھی پانچ درجے ہیں

ولہ کا پہلا درجہ

سوال

ولہ کا پہلا درجہ سوال کہلاتا ہے۔ جو محبوب سے تضرع و ابتہال کی زبان سے کہا جاتا ہے جانتے ہو کہ معشوق سے معشوق کے سوا کوئی اور سوال نہیں کیا جاتا تجھ کو

دونوں عالم میں بس تم ہی تم ہو
دونوں عالم میں اور کچھ بھی نہیں ہے
تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیے پھرتے ہیں
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

افسوس اس عاشق کے حال پر معشوق سے معشوق کی سوا کسی اور چیز کا سوال کرتا ہے وہ صحیح معنی میں عاشق ہی نہیں۔ عاشق کا منشیائے طلب تو صرف معشوق ہی ہوتا ہے۔

ایک منہتی طلبی اس کی چیخ ہوتی ہے

مرا لباں تو باید شکر چہ سود
بجائے یاد تو یاد دگرچہ سود

انتہائے بیچارگی کی حالت میں وہ چیختا ہے۔

من چوں زیم کہ روئے دگر خوش نمی کند
ایں چشم روسیہ کہ بروئے تو خو گرفت

ولہ کا دوسرا درجہ

شراب سلسبیل عشق پینا

ولہ کا دوسرا درجہ شراب سلسبیل عشق کا پینا ہے۔ اس مقام میں عاشقوں کے مذاہب و مشارب مختلف ہوتے ہیں۔ بعض اس شراب کو کاسئہ درد میں نوش کرتے ہیں۔ اور بعض کاسہ اشتیاق میں، اور کہتے ہیں

شربت الحب کاس بعد کاس
فما نفقت شراب وما رویت

یعنی محبت کی شراب کے پیالے پر پیالے میں نے نوش کیئے۔ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا اور بعض اس کو حزن کے پیالے میں پیتے ہیں۔ اور بعض رجاء کے پیالے میں اس طرح ہر ایک ایک حزن و آفت میں مبتلا ہوتا ہے

ولہ کا تیسرا درجہ

سکر

ولہ کا تیسرا درجہ سکر ہے۔ چنانچہ کسی عارف کا قول ہے

من سکر بکاس المحبته لا یصحوا الا بمشاهده محبوبه

یعنی جو شخص کہ ساغر محبت سے مست ہوا وہ مشاہدہ محبوب ہی سے ہشیار ہوگا۔(

المحبة سکرة فی حیرة و حیرة فی سکرة والمحب سکران)

محبت بے ہوشی ہے حیرت میں اور حیرت ہے بیہوشی میں ' اور محب مست ہوتا ہے اس واسطے مانگنے والوں نے مانگا تھا

ساقی ازاں مے کہ دین و آئین من است
بے خویشم کن کہ مستی آئین من است

ولہ کا چوتھا درجہ

اضطراب و بخودی

ولہ کا چوتھا درجہ اضطراب و بخودی کا ہے۔ کسی عاشق کے بارے کہا جاتا ہے کہ تنہائی میں رو رہا تھا اور چیخ رہا تھا ' آگ ' آگ ' لوگ ' دوڑے ' دیکھا تو آگ موجود نہیں۔ پوچھا آگ کہاں لگی ہے۔ بہت رویا اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بولا۔

نار اللّٰہ الموقدة التی تطلع علی الافئده

وہ اللہ کی آگ جو سلگائی گئی ہے۔ جو دلوں تک جا پہنچی ہے

عاشق کی بیماری طویل ہوتی ہے۔ اور شفا علیل لقائے خلیل ہی سے ممکن ہے۔

محبت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ محب کو ہمیشہ تعب و اضطراب میں رکھے اور نواع اسقام میں مبتلا کرے

خاصیت سیماب بود عاشق را
تا کشتہ نگرد و اصطرابش نرود
کہ دارد ایں چنیں عیشے کہ در عشق تو دارم
شرابم خوں ' کبابم دل ' ندیم درد ' و نقلم غم

ولہ کا پانچواں درجہ
'تلف'

ولہ کا پانچواں درجہ تلف ہے۔ کسی عارف سے منازل کے بارے سوال کیا گیا کہا

اولھا بذل والرضا بالقتل - نقس مابعدہ

اس کی ابتداء صرف کرنا اور قتل پر راضی رہنا ہے۔ بعد کی حالت قیاس کرلو

در رہ عشق تواضع نبود غیر فنا
دست بر داشتن از خویش سلام ایں جا است

اب عاشق مرتبہ فنا تک پہنچتا ہے اور فنا سے بھی فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں بقائے ابدی وحیات سرمدی پالیتا ہے

لا یزوقون فیھا الموت الا الموتہ الاولٰی اور دوسرے مقام فرمایا **فلنحینہ حیبۃ**

تا مرد زخود فانی مطلق نہ شود
اثبات زنفی اور محقق نہ شود
از خویش بروں آی کہ او تو باشی
ورنہ بگزاف آدمی حق نہ شود

اس مقام میں محبت کی تعریف سمجھ میں آتی ہے۔

المحبۃ محو الحبیب بصفاتہ واثبات المحبوب بذاتہ

محبت یہ ہے کہ محب اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور ذات محبوب کا اثبات کرے یعنی اب محب الٰہی صفت سے قائم نہیں ہوتا بلکہ ذات محبوب ہی سے باقی رہتا ہے کہتے ہیں کہ کسی نے دیکھا کہ مجنوں نے اپنا نقش اور لیلیٰ کا نقش ایک ساتھ زمین پر بنایا اور پھر لیلیٰ کے نقش کو مٹا دیا پوچھا گیا کہ یہ خوب عشق ہے کہ محبوب کے نقش ہی کو مٹا دیا جاتا ہے۔ جواب میں مجنوں نے کہا اگر لیلیٰ کو تم مجھ میں نہ پاؤ تو پھر اس کا نقش علیحدہ بنا لو اس واقعہ کو شاعر نے یوں کہا

؎ چوں عاشق را کسے بکارد
معشوق ازو بروں آرد

عاشق کا وجود معشوق کے وجود ہی سے قائم و ظاہر ہے۔ خود اس کا کوئی علیحدہ و مستقل وجود ہی نہیں

من آنکہ خود کسے باشم کہ در میدان حکم او
نہ دل باشم نہ جان باشم نہ سر باشم نہ تن باشم

عاشق کی بقا معشوق ہی کی بقا سے ہے۔ وہ فانی زخویش وباقی بہ معشوق ہے

چو ہست بقائے من باقی بہ بقائے تو
پس ہم تو بماں باقی خود راچہ بقا خواہم

محبت کے مراتب و درجات کی اوپر ہم نے تفصیل پیش کی ہے۔ اس کو اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ۔ محب صادق جذب محبت کے زور سے خود کو محبوب میں کلیتہ ضم کر لیتا ہے۔ اپنی جان و تن کو محبوب کی راہ میں صرف کرتا ہے۔ اور ظاہر و باطن کی پوری قوت سے۔ محبوب طلب کرتا ہے۔ اور **من طلب شیشا وجد** اپنی طلب میں کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ اور **من طلبنی وجدنی** کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

اس لئے صوفیا کرام نے راہ عشق کو 'اقرب الطریق قرار دیا ہے۔
اس پر تفصیل ہماری دوسری تصنیف 'العشق نارا میں ملاحظہ فرمائیں

محبت کے دس مراتب و پچاس درجات ایک نظر میں

محبت کے دس مراتب

(۱) الفت

(۲) صداقت

(۳) مودت

(۴) ہوا

(۵) شغف

(۶) خلت

(۷) محبت

(۸) عشق

(۹) تیم

(۱۰) ولہ

محبت کے پچاس درجات

(۱) میلان

(۲) کتمان میلان

(۳) تمنا یا حسرت

(۴) اخبار و استخبار

(۵) تضرع

(۶) صفا

(۷) غیرت

(۸) اشتیاق

(۹) ذکر محبوب

(۱۰) تحیر

(۱۱) نیاحت و اضطرار

(۱۲) گریہ و بکا

(۱۳) حسرت

(۱۴) تفکر قرب محبوب

(۱۵) مراقبہ محبوب

(۱۶) خضوع

(۱۷) اطاعت محبوب

(۱۸) صبر

(۱۹) تضرع

(۲۰) رضاء و تسلیم

(۲۱) امر محبوب کی مطاوعت

(۲۲) غیر محبوب سے باطن کی مخافظت

(۲۳) محبوب کے اعداء سے عداوت

(۲۴) محبوب کے دوستوں سے محبت

(۲۵) اخفائے احوال

(۲۶) معاندت

(۲۷) صدق

(۲۸) اشتہار

(۲۹) شکوہ

(۳۰) حزن

(۳۱) حسن اخلاق

(۳۲) ملامت و اظہار

(۳۳) مشاہدہ

(۳۴) آرزوئے ملاقات

(۳۵) طلب انس

(۳۶) فقدان دل

(۳۷) تاسف

(۳۸) وجد

(۳۹) بے صبری

(۴۰) حیات

(۴۱) تفرد

(۴۲) استتار

(۴۳) بزل روح

(۴۴) خوف

(۴۵) رجاء

(۴۶) سوال

(۴۷) شراب سلسبیل

(۴۸) سکر

(۴۹) اضطراب و بیخودی

(۵۰) تلف

عشق و محبت کے بارے میں چند اکابر صوفیاء کا خیال

محبت کا مفہوم صوفیاء کے ہاں۔

بقول حضرت داتا صاحب رحمتہ اللہ علیہ
حقیقت محبت سے متعلق مشائخ کبار کے بیان کردہ رموز اتنے ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔
تاہم قرون اولیٰ کے چند نامور صوفیاء اور صلحاء امت کے اقول میں سے اقتباسات درج کیئے جاتے ہیں۔
جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری ریسرچ مطالعہ اور جو کچھ میں نے سمجھا میرے نزدیک محبت قدرت کا انمول تحفہ ہے

○ محبت ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انسان اپنی اصل شکل دیکھتا ہے
○ محبت ایک ساز ہے جس کی سر ایک لمحے میں ہر طرف پھیل جاتی ہے۔
○ محبت ایک گہری جھیل کی مانند ہے جس کی گہرائی کوئی نہیں جانتا۔
○ محبت ایک وسیع آسمان ہے جو ہر طرف چھایا ہوا ہے
○ محبت ایک زمین ہے جو دکھ سہنا جانتی ہے دکھ دینا نہیں۔
○ محبت ایک ایسی چاندنی ہے جو اپنی روشنی ہر طرف پھیلائے رکھتی ہے مگر یہ وہ چاندنی ہے جو کبھی غروب نہیں ہوتی۔
○ محبت ایک خوشبو ہے جو روح تک کو مہکا سکتی ہے۔
○ محبت ایک فتح ہے ایسی فتح جس میں انسان سب کچھ کھو کر بھی سب کچھ پالیتا ہے۔

سب کچھ لٹا کے محبت میں اہل دل
خوش ہیں جیسے دولت کونین پا گئے

○

اللہ یہ دنیائے محبت کے قرینے
ہر طور ، ہر انداز ، ہر اسلوب حسین ہے

○ محبت انسانیت کا دوسرا نام ہے۔
○ زندگی ایک پھول ہے اور محبت اس کی خوشبو
○ محبت وہ کھیل ہے جس میں عقل ہار جاتی ہے ،
○ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ محبت سے پیش آئے
○ اگر کسی سے محبت نہیں کر سکتے تو نفرت بھی نہ کرو
○ کائنات کی ہر چیز ٹھکرا دو مگر کسی کے خلوص کو نہ ٹھکراؤ ورنہ یقیناً سزا پاؤ گے
○ زندگی دوسروں کے لئے جینے کا نام ہے اپنے لیئے تو ہر کوئی جی لیتا ہے مزا تب ہے دوسروں کے لیے جیا جائے
○ انسانوں سے محبت کرنا دو حقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے
○ خوش مزاج آدمی ٹوٹے دلوں کی دوا ہے

عرض زماں

اگر ہو سکے تو شکستہ دلوں سے پیار کرو
اور محبت حال دل پر خندہ زا بھی
محبت ٹوٹے دل کا اسرا بھی
محبت غم بھی ہے اور غم فزا بھی
محبت درد بھی ہے اس کی دوا بھی
محبت ناخدائے کشتی دل

محبت عالم دل کا خدا بھی
محبت وحدت و یک رنگئ ذوق
محبت میں ہے رنگ ماسوا بھی
محبت رنگ و بو کی ایک دنیا
محبت بے کسی سے آشنا بھی
لب گل کا تبسم بھی محبت
محبت چشم غنچہ کی حیاء بھی
محبت تند طوفاں تیز آندھی
محبت نرم رفتار صبا بھی
محبت شعلہ خورشید بھی ہے
محبت ہے ستاروں کی ضیاء بھی
محبت منزل مقصود بھی
کسی منزل کی جانب راستا بھی
محبت آتش جاں سوز بھی
محبت شبنم و رنگ حنا بھی
محبت اتصال موج و گرداب
محبت درو گوہر کی جلا بھی
محبت نوک خار و سنگ خارا
محبت برگ گل بھی آئینہ بھی
محبت بے نیاز کج کلاہاں
محبت بے نوائی کا صلا بھی
محبت داستان دیدہ و گوش

محبت روح و دل کا ماجرا بھی
محبت سوزبانوں کی خاموشی
محبت بے زبانوں کی نوا بھی
خروش ابتدء بھی ہے محبت
محبت ہے سکوت انتہا بھی
محبت میں یہ منزل لازمی ہے
یہ گہرے پانیوں کی خامشی ہے
محبت ہی بنائے ہر خوشی ہے
محبت خلد ساماں زندگی ہے
محبت باعث تزئین عالم
محبت وجہ خلق آدمی ہے
محبت آدمیت کی ہے تفسیر
محبت شاہکار معنوی ہے
محبت سے ستاروں میں ضیائیں
محبت سے ہواؤں میں نمی ہے
محبت سے چھٹے ظلمت کے بادل
محبت چاندنی ہے روشنی ہے
محبت اول و آخر محبت
محبت مبتدی ہے منتہی ہے

اور عشق

زیست کی شمع راہ عشق زیست کا سنگ میل عشق
عالم ہست وبود کی سب سے قوی دلیل عشق
حسن حدود نقش و رنگ حسن قیود خدوخال
عشق جمال دلنواز ماہ رخ جمیل عشق
عشق تقدس نظر عشق بلندی عمل
روح بشر میں بالیقین ہے گہر اصیل عشق
عشق کا نقطہ سفر دشت مہیب کربلا
شاہ شہید کے لیے کوثر و سلسبیل عشق
کعبہ سے تا بہ کربلا عشق کی ایک جست ہے
عشق محیط دو جہاں ' شہپر جبرئیل عشق

اقبال کی بھی سنو اقبال فرماتے ہیں

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولین عشق
عشق نہ ہو تو شرع ودیں بت کدہ تصورات

اقبال اپنی ملت کے دلوں کو ٹٹولتے ہیں ان کے سینوں میں جھانکتے ہیں اور جب انھیں پتہ چلتا ہے کہ محبت کا آتش کدہ بجھ چکا ہے تو چیخ اٹھتے ہیں

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

عشق وہ چشمہ ہے جس سے پاکیزہ اور پر جوش عمل کے دھارے پھوٹتے ہیں یہ زندہ جاوید ہے۔ فنا کا ہاتھ جس کی ہلاکت آفرینیوں سے سارے چمن ہستی میں صف ماتم بچھتی ہے عشق کے شہباز تک نہیں پہنچ سکتا۔

مدد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات ' عشق سے نار حیات

اور

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر وبم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم
آدمی کے ریشہ ریشہ میں سما جاتا ہے عشق
شاخ گل مین جس طرح باد نسیم صبح دم

تفصیلات سے بحث کرنے سے پہلے یہ جاننا ازحد اہم ہے کہ محبت ہے کیا؟ اس سوال کا جواب اگر آپ لغت کی بھاری بھرکم کتابوں سے تلاش کریں گے یا فلسفہ اور نفسیات کے گراں بہاں صحائف سے دریافت کریں گے تو بجز پریشانی اور حیرت آفرینی سے کچھ حاصل نہ ہو گا علامہ ابن قیم نے کتنے پتے کی بات کہی ہے کہ محبت کی جتنی تعریف اور وضاحت کی جائے گی اتنا ہی ابہام
بڑھے گا اور پیچید گیسوں میں اضافہ ہوتا جائے گا محبت کی صحیح اور واضع تعریف یہی ہو سکتی ہے کہ محبت محبت ہے۔

لیکن آخر سخن طرازی بھی تو کوئی چیز ہے ذوق زمان ' وجدان زماں خیال زماں انداز زماں اور الفاظ بیاں بھی تو کوئی چیز ہے نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے جب عشق و محبت کے موضوع پر قلم اٹھاتا ہوں تو کیا نہ کیا لکھا جاتا ہے اور کئی کئی صفحات لکھے جاتے ہیں حق تو یہ ہے کہ مجھے اس وجدانی کی کیفیت کی خود سمجھ نہیں آتی۔ شاید۔ اس لئے کہ!

میں عشق کے کوچے سے کہیں جا نہیں سکتا
اک مرشد کامل کی دعا میرے لئے ہے
گلزار محبت کی فضا میرے لیے ہے
بس خوب یہی آب و ہوا میرے لیئے ہے
زاہد تیری قسمت میں کہاں ایسی عبادت
یہ سجدہ نقش کفِ پا میرے لیئے ہے

ہر چند اس اختصار سے کہ محبت محبت ہے گو مفہوم واضح ہو جائے لیکن نہ کہنے والے کی حسرت پوری نہ ہو اور نہ سننے والے کا ارماں مٹے اس لئے تھوڑا سا اور خیال کیجئے۔

حسن و جمال کی قدر شناسی کو محبت کہتے ہیں اور حسن و جمال کسی ایک صورت و لباس کی اسیرو زندانی نہیں کسی بت طناز کی چشم نیم باز کسی سرو قامت کا خرام ناز کسی کا لحن داؤدی کسی کا سحر بیاں' کسی کا نڈر شجاعت کسی کی پاکیزہ اور بے داغ سیرت اور کسی کا اخلاق بلند' یہ سب آفتاب حسن و جمال کی کرنیں ہیں حسن کسی رنگ میں ہو دل کش و دلربا ہی ہوا کرتا ہے اور اپنے قدر دانوں کے دلوں میں وصال و حصول کی ایک تڑپ اور پیاس سی پیدا کر دیتا ہے اور جب عقل کے رنگ محل میں محبت کا چراغ جگمگانے لگتا ہے تو وادی ایمن بن جاتا ہے اور جب ہوش و خرد کے بت کدہ میں خلیل عشق قدم رنجہ فرماتا ہے تو ہواؤ ہوس' حیلہ سازی' مصلحت کوشی کے بت پاش پاش ہو کر پیوند خاک ہو جاتے ہیں۔

جسے تم عقل کہو گے کوئی مقام نہیں
کتاب عشق میں ہوش و خرد کا نام نہیں
خرد جنوں ہے جنوں کو خرد سے کام نہیں
جنوں خرد ہے خرد خاصۂ عوام نہیں

اسی جنوں میں کچھ ایسی نماز ہوتی ہے
کہ جس میں سجدہ نہیں اور کہیں سلام نہیں
سمجھ سمجھ کہ یہ دل مخزن دو عالم ہے
وہ بد نصیب ہے جو دل سے ہم کلام نہیں
وہ شب کا پچھلا پہر اور وہ رقص دل کے مزے
خدا گواہ ہے کہ یہ گفتگوئے عام نہیں
جہاں وہم و گمان و قیاس و فکر و خیال
دیار عشق میں ان سے کوئی کلام نہیں
اٹھا نہ پردہ محبت میں ضبط لازم ہے
طریق عشق میں افشائے راز کام نہیں

اور

یہاں تو عقل و خرد کو سلام ہے ناصح
جنوں نواز نظاروں کو اس سے کیا مطلب ؟
جو جانتے ہی نہیں شب کی بے قراری کو
شب فراق کے ماروں کو اس سے کیا مطلب
جنہیں نصیب نہیں ضبط عشق و جذبہ دل
جلے دلوں کی پکاروں کو اس سے کیا مطلب

اور

عشق کے ماروں کا اکثر دستور نرالا ہوتا ہے
آنکھیں تو سوتی رہتی ہیں اور دل میں اجالا ہوتا ہے
جب سامنے وہ آ جاتے ہیں بے تاب نظر جب پڑتی ہے
مشکل سے ان کی محفل میں پھر دل کو سنبھالا ہوتا ہے

عشق محبت کی چند امتیازی خصوصیات ہیں جن کے بغیر عشق نہیں بوالہوسی ہے، لذت طلبی ہے، محبت نہیں، عشق کوشی ہے، نفس پرستی ہے عشق کی نشان دہی کرتے ہوئے علامہ اقبال کا قلم حقیقت رقم رکھتا ہے کہ عشق بے نیاز ہوتا ہے تہی دست، تہی دامن ہونے کے باوجود اس کے پہلو میں (از ہر دو عالم بے نیازے) دھڑک رہا ہوتا ہے وہ بے باک اور نڈر ہوتا ہے کسی سے ہراساں ہونا جانتا ہی نہیں۔

نہ محتاج سلطان نہ مطلوب سلطان
محبت ہے آزادی و بے نیازی
میرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
وہ آدم گری ہے یہ آئینہ سازی
محبت کا آغاز ہے دلآویزی
محبت کا انجام ہے بے نیازی

محبت تمام تعلقات کی محور ہے محبت ایک ایسا حسین و دلفریب جذبہ ہے کہ اپنی بات چیت کے لیے طبیعت کو محسور کرتا ہے محبت کے لئے دل لگانے کی ضرورت ہے نہ قلم اٹھانے کی لیکن جب کسی احساس کی شدت قلب و نظر میں نہیں سماتی تو تزکرہ کی وساطت سے باہر آتی ہے اور محبوب کا ذکر زبان پر جاری کر دیتی ہے اس کی کشش اس کی باتیں کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے محبت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہرذی روح بے بس ہے وہ فطرت کے ہاتھوں میں اس طرح کھیلتا ہے جس طرح گیند اپنے بلے کے اشاروں پر ناچتی ہے۔

نہ جانے تیرے حسن میں خدا نے کیا رکھا ہے
تو نے پروانے کی طرح زمانے کو جلا رکھا ہے
چاہنے والوں نے میلہ سا لگا رکھا ہے

تو نے اک شہر کو دیوانہ بنا رکھا ہے
حیراں ہوں خدا کی قدرت پر !!!
کہ زمانہ کو اس کے اشارے پہ چلا رکھا ہے

محبت کی وسعت بھی لا انتہا ہے بلکہ تمام کائنات کے وجود کا احاطہ کئے ہوئے ہے

بقول علامہ اقبال

لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرہ کا دل چیریں

محبت کی بے تابی معاذ اللہ محبت ہی نے مجنوں کو صحرا نورد بنایا محبت ہی نے نے فرہاد کے ہاتھوں میں تیشہ دیا محبت ہی نے زلیخا کو رسوائے دو عالم کیا' محبت ہی نے منصور کو سولی چڑھایا اور محبت نے کتنی ہندی پجارنوں کو ستی کر کے راکھ کر ڈالا محبت کی بے تابی جب اپنا زور دکھاتی ہے تو سنبھلنا اور سنبھالنا دونوں مشکل ہو جاتے ہیں محبت جب بھڑک اٹھتی ہے تو اس کی شعلہ انگیزیاں روح کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہیں ' محبت ہی انسان کو ہجر میں ماہی بے آب کی طرح تڑپاتی ہے محبت ہی انسان کو حقیقت سے روشناس کرتی ہے ' محبت ہی حسن و جمال سے ربط پیدا کرتی ہے محبت ہی زہر فنا کے لئے تریاق ہے ' محبت ہی روحانیت کی دلہن راز کی محرم اللہ کی پیاری اور عصمت کی جان ہے جو قدم قدم پر دامن حیات سنبھالے ہوئے ہے ' محبت ہی ایک لازوال جذبہ ہے جو جمال روح کو نکھارتا ہے محبت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان جمال محبوب میں مستغرق ہو کر اپنی ہستی کو اس پر نثار کر دے محبت کی قدر یہ ہے کہ انسان محبوب کی رضا کی جستجو میں اپنی رضا سے ہاتھ دھو لے محبت کا راز یہ ہے کہ انسان کسی کی یاد میں اپنے آپ کو بھول جائے محبت کی منزل ہے کہ حسن یار کی شعاعوں سے عالم حیرت طاری ہو جائے ' محبت کی عظمت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود ایمان کا دار و مدار محبت پر ہے ' محبت کے بغیر نہ ایمان مکمل ہے نہ عبادت محبت ہی انسان کو انسان بناتی ہے

محبت ہی کفر کی آگ کو پگھلا کر ایمان کے سانچے میں ڈھال دیتی ہے

؎ محبت گوہر نایاب ہے دل کا نگینہ ہے
محبت دو دلوں کی دھڑکنوں کا اک سفینہ ہے
محبت پاک جذبہ ہے جو بتلایا نہیں جاتا
محبت دل کے اندر ایک مکہ ہے مدینہ ہے
محبت میں قدم رکھنا ' ٹھہر جانا سنبھل جانا
محبت کرتے ہو صاحب محبت میں قرینہ ہے
محبت کو سمجھنا کام ہے سر دینے والوں کا
محبت میں جو مر جاتے ہمیشہ اس کو جینا ہے
محبت اہل دل محسوس کرتے ہیں ' سمجھتے ہیں
محبت دردمندوں کے دلوں کا آبگینہ ہے
محبت بادشاہوں اور فقیروں کی معلم ہے
محبت راہ چلتے کی جبیں پر اک پسینہ ہے
محبت یومِ عاشورہ ہے ماتم ہے خدا وندا
محبت رہتی دنیا تک محرم کا مہینہ ہے محبت
جذبہ پائے دل میں چنگاری ہے اے زماں
محبت ولولوں کی روح ہے دل کا خزینہ ہے

لوگ تلاش محبت میں ساری زندگی سرگرداں رہے اور محبت کی حقیقتوں کو بے نقاب کرتے رہے محبت کے میدان میں شکستوں پر شکستیں کھانے کے باوجود رموز حسن و محبت پاتے رہے ۔ مگر حقیقت حسن و محبت تک کما حقہ رسائی حاصل نہ کر سکے

زندگی ایک پھول ہے اور محبت اس کی خوشبو

زندگی کا فلسفہ ہی زندگی کا راز ہے
بربط ہستی پہ جسم و روح کا اک ساز ہے
زندگی قلزم ہے، بحروبر ہے اور اعجاز ہے
زندگی اوج ثریا، زندگی شہباز ہے
زندگی عشق حقیقی زندگی سوز نہاں
زندگی حسن ازل ہے، زندگی زیب جہاں
زندگی دل کی حقیقت زندگی ہی جسم و جاں
زندگی راز خودی، اور زندگی روح رواں
زندگی موت ہے اور موت کا پیغام ہے
زندگی دیکھ! تیرا موت ہی انجام ہے
زندگی انگاروں پہ ہی لوٹنے کا نام ہے
زندگی صبح ازل اور زندگی ہی شام ہے
زندگی بحر محیط ہے کراں ہے دوستو!
زندگی کا سیل اک سیل رواں ہے دوستو!
زندگی شام و سحر کے درمیان ہے دوستو!
زندگی ہی زینت بزم جہاں ہے دوستو!
زندگی کو آج تک انسان نے پایا نہیں
زندگی کے اڑے کوئی فرد تک آیا نہیں

زندگی عیش و طرب ہے زندگی قہر و غضب
زندگی کے بحر میں ہم غوطہ زن ہیں سب کے سب
زندگی کے واسطے انسان کو پیدا کیا
زندگی کو بندگی پر بندوں کو شیدا کیا
زندگی فرہاد ہے تیشہ ہے جوئے شیر ہے
زندگی ظلم و ستم کا بہتا ہوا سیلاب ہے
زندگی قہر غضب کا دیکھتا گرداب ہے
زندگی آغاز ہے اور زندگی انجام ہے
زندگی آزادی اہل وطن کا نام ہے
زندگی شعلہ ہے شبنم ہے چھلکتا جام ہے
زندگی ہے کشمکش اور زندگی آلام ہے
زندگی بھوکوں کی دنیا زندگی ننگوں کا تن
زندگی پردیس ہے اور زندگی یاد وطن
زندگی غم اور مصیبت ' زندگی رنج و محن
زندگی رنگ تغزل زندگی شعر و سخن
زندگی بجلی ہے بادل ہے اندھیری رات ہے
زندگی صیاد ہے اور صید ہے یا گھات ہے
زندگی اک آرزو ہے ' دل ہے دل کی بات ہے
زندگی کا منتہا مقصود حق کی ذات ہے
زندگی گلزار ہستی میں ہے ' پھولوں کی بہار
زندگی کا موت کر دیتی ہے دامن تار تار
زندگی آئین فطرت کا سراپا شاہکار

زندگی اپنی روش پر گامزن دیوانہ وار
زندگی ظلمت مٹا دیتی ہے اسم ذات سے
زندگی برساتی ہے انوار دل کی بات سے
زندگی لیتی ہے رستہ تاروں کی بارات سے
زندگی کو ہے لگاؤ کس قدر دن رات سے
زندگی ہی گردش ایام کا اک کارواں
زندگی ہی ہر قدم یہ لغزشِ پا کا نشاں
زندگی ہی اک تغیر زندگی ہی نقد جاں
زندگی ہی ماہ پروین زندگی ہی کہکشاں
زندگی کے موڑ پر پیر و جواں کٹتے رہے
زندگی میں صفحہ ہستی سے ہم مٹتے رہے
زندگی میں ہی زمیں وزر میں گم بٹتے رہے
زندگی میں ہی ہم خدا کے نام کو رٹتے رہے
زندگی دور تسلسل ہے محیط کائنات
زندگی درس خودی ہے زندگی توحید ذات
زندگی ہی دہر میں اک عقدہ ناممکنات
زندگی ہی اصل میں دیکھو تو ہے راہ نجات
زندگی کیا ہے سراپا درد کی تصویر ہے
زندگی کے پردے میں پنہاں اجل کا تیر ہے
زندگی دارورسن کو چومنے کا نام ہے
زندگی ذوق شہادت زندگی انعام ہے
زندگی تنہائی شب رونق بازار ہے

زندگی راستہ اے موت آ ہموار ہے
زندگی گرداب ہے ساحل ہے یا کوہسار ہے
زندگی جوش جنوں ہے، زندگی کردار ہے
زندگی علم و ہنر ہے زندگی کسب و کمال
زندگی سینہ قلزم، زندگی برق و جمال
زندگی جوش جوانی، زندگی حرف سوال
زندگی کیا ہے بتا دے گا تمہیں آشفتہ حال
زندگی زاغ و زغن کا مسکن دیر ینہ ہے
زندگی کے ہاتھوں زخمی دل جگر اور سینہ ہے
زندگی حرص و ہوس ہے کمتری ہے کینہ ہے
زندگی اعمال انسانی کا اک آئینہ ہے
زندگی لعل و گہر ہے، زندگی زرتاب ہے
زندگی مہر درخشاں، زندگی مہتاب ہے
زندگی اللہ باقی اور سب فانی ہیں دوست
زندگی مظہر ہے، ہرچہ ہست ہمہ از اوست
زندگی کے واسطے منصور کا اترا ہے پوست
زندگی سے جب اجل ٹکرائی ہوئے مقصود فوت
زندگی بننے بگڑنے ہی کا یارو نام ہے
زندگی اس دہر میں آلام ہی آلام ہے
زندگی آشفتگان عشق کی آواز ہے
زندگی منصور ہے دار ورسن ہے راز ہے
زندگی کی روشنی سے دل کو آسرشار کر

زندگی کے واسطے آنکھوں کو گوہر بار کر
زندگی نور ہدایت زندگی اوج قمر
زندگی باغ ارم اور زندگی گل بالثمر
زندگی قلب و نظر اور زندگی ہی چشم تر
زندگی ہی کیف و مستی زندگی ہی جلوہ گر
زندگی آئینہ دل زندگی آئینہ ساز
زندگی بیروں پردہ زندگی پردے کا راز
زندگی حد گریزاں زندگی ہی امتیاز
زندگی ہی راز دل اور زندگی ہی ساز و باز
زندگی پیمانہ دل زندگی عہد شباب
زندگی سورج کرنیں زندگی اِک آفتاب
زندگی جان دو عالم زندگی ہے لاجواب
زندگی ذوق مصور زندگی ہی انتخاب
زندگی کیا ہے اجل ہے موت کا پیغام ہے
زندگی گردش سراپا گردش ایام ہے
زندگی ہی زائچوں میں گردشوں کا نام ہے
زندگی فتنہ فساد و زندگی کہرام ہے
زندگی گلشن ہے گل ہے باغباں صیاد ہے
زندگی کے دم سے ہی دینا یہاں آباد ہے
زندگی پردہ ہے اور پردہ دری کا راز ہے
زندگی دو دلوں کی دھڑکنوں کا راز ہے
زندگی ہی رہبر و منزل سراپا کارواں

زندگی ماتم کفن اجڑے ہوئے نام ونشاں
زندگی ہر ہر قوم پر سوز غم کی داستاں
زندگی ہے راز نہاں کن فکاں
زندگی سوز یقیں اور زندگی علم الیقین
زندگی عین الیقین اور زندگی حق الیقین
زندگی دین متین اور زندگی نور مبین
زندگی قلب حزیں اور زندگی زہر زمیں
زندگی کی منزل مقصود اک عمر رواں
زندگی کشت عمل کا لہلہاتا گلستاں
زندگی ہے موسم گل ' زندگی دور خزاں
زندگی کے واسطے پیدا ہوئے ہیں انس و جاں
زندگی کی گود میں پلتے ہیں کتنے انقلاب
زندگی نے چاند تاروں سے ہٹائے ہیں نقاب
زندگی مشعل ہے منزل ہے سراپا راہ ہے
زندگی کیا ہے اجل سے ملتی اک شاہراہ ہے
زندگی سوز دروں ہے زندگی اک آہ ہے
زندگی آنکھوں کی ٹھنڈک ہی چھاہ ہے
زندگی کا گردش عالم پہ ہے دار ومدار
زندگی کے زاویئے گردش میں دیکھے بار بار
زندگی شام و سحر کے درمیاں ہے بے قرار
زندگی کے پہلو میں دل بحر نا پیدا کنار
زندگی انسان کی فطرت ہے اک اعجاز ہے

زندگی مسلم کے دل کا سوز ہے اور ساز ہے
زندگی منشائے حق اور زندگی درس رسول
زندگی اصحاب اربعہ زندگی زہرا بتول
زندگی شام و سحر کے درمیاں ایک راز ہے
زندگی محمود ہے اور زندگی ایاز ہے
زندگی مر مر کے جینے کا نام ہے
زندگی ہستی ہے مستی ہے خودی احساس ہے
زندگی عشق و محبت ہے جنوں کا پاس ہے
زندگی اک درد دل خون تمنا آس ہے
زندگی ہی در حقیقت زندگی کی راس ہے
زندگی کون و مکاں و زندگی ذات و صفات
زندگی ہے عزم راسخ زندگی پائے ثبات
زندگی جدوجہد زندگی موت و حیات
زندگی ہی مشرق و غرب و زندگی ہی شش جہات
زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

مزید تفصیل ہماری کتاب حقیقت انسان میں ملاحظہ فرمائیں
مزید تفصیل ہماری کتاب محب و محبوب ' محبت اور علامات محبت میں ملاحظہ فرمائیں

زندگی ہوش و خرد اور زندگی ہی رہنما
زندگی ہی ہر طرف فگن جلوہ نما
زندگی نور تجلا زندگی صدق و صفا
زندگی شام غریباں ' زندگی صبح و مسا
زندگی آرائش و زیور ہے ' حشم و جاہ ہے
زندگی مستی ہے ' رمز بے خودی ہے چاہ ہے
زندگی درد نہاں سوز ہے اک آہ ہے
زندگی دنیا ہے ' اور دنیا کی رسم وراہ ہے
زندگی پروان چڑھتی ہے ' جوانی کے لیئے
زندگی عبرت رہی ہے ' دہر فانی کے لیئے
زندگی ہی موت کی آغوش میں پلتی رہی !
زندگی ہی شمع بن کر عمر بھر جلتی رہی
زندگی بے تابی دل کے لئے افسون ہے
زندگی سوز جگر ہے ' درد گو نا گون ہے
زندگی تیری ہو سنا کی پہ ہستی ہے حضور ؟
زندگی کے سر پہ اک دن موت آئے گی ضرور
زندگی نے کردیا تاریخ عالم کو عیاں
زندگی کے ہاتھوں ہی ملتے ہیں ماضی کے نشاں
زندگی کیا ہے ؟ زرا تو سوچ اے عمر رواں
زندگی کے ہاتھوں زیر خاک ہیں پیر و جواں
زندگی بہتا ہوا دھارا ہے نورو نار کا
زندگی پہ قبضہ ہے ' اس خالق و مختار کا

زندگی جشن چراغاں زندگی موج بہار
زندگی بجلی نشیمن زندگی طوفان زار
زندگی شمع شبستاں ، زندگی پروانہ وار
زندگی چلتی رہے گی دہر میں مستانہ وار
زندگی اک اشک غم ہے سوز ہے اک ساز ہے
زندگی معشوق اور عاشق کے دل کا راز ہے
زندگی اک سلسلہ عشق ہے اعجاز ہے
زندگی حسن ازل حسن کا انداز ہے
زندگی ماہتاب کی کرنوں کا نوری جام ہے
زندگی فرق میان صبح ہے اور شام ہے
زندگی کیا ہے ! سراپا درد کا پیغام ہے
زندگی کو زندہ رکھنا زندگی کا کام ہے
زندگی تخت سلیمان زندگی بلقیس ہے
زندگی دار ورسن ہے زندگی اک ٹیس ہے
زندگی اک چاندنی ہے موج ہے اور پھول ہے
زندگی آدم کی دھرے کراں میں بھول ہے
زندگی دھڑکن ہے دل کا ساز ہے
زندگی اس صانع کون و مکاں کا راز ہے
زندگی عزت ہے عظمت ہے سراپا آن ہے
زندگی شہرت ، لیاقت اور اونچی شان ہے
زندگی گوہر ، دریا تاباں ہے
زندگی جدو جہد کی روح جسم و جاں ہے

زندگی عمر گراں میں شعلہ جان سوز ہے
زندگی سینے میں چبھتا نشتر دل روز ہے
زندگی کا اک نیا ماتم جہاں میں روز ہے
زندگی اک درس ہے اور درس دل افروز ہے
زندگی ، سینہ فگاری ، زندگی اجڑا دیار
زندگی صحرا نشینی زندگی زار و نزار
زندگی چاک گریباں ، زندگی دیوانہ وار
زندگی ، اقلیم حسن و عشق کا محکم حصار
زندگی کا راز پیش شمع پروانوں میں ہے
زندگی گلشن میں ، گلشن کے نگہبانوں میں ہے
زندگی دل اور دل کے آہ ارمانوں میں ہے
زندگی چاک گریباں مست دیوانوں میں ہے
زندگی سقراط ہے منصور ہے ماموں ہے
زندگی بقراط ہے حاتم ہے ، افلاطون ہے
زندگی برق تجلا زندگی نور خدا
زندگی حق کا تصور زندگی راہ خدا
زندگی بے تابی سوز جگر کا نام ہے
زندگی کے ہاتھ میں دیکھ اجل کا جام ہے
زندگی کے راز کو پانا بڑا ہی کام ہے
زندگی سچ پوچھئے تو خیرو شر کا نام ہے
زندگی شعلوں کی دنیا زندگی دیوار دار
زندگی شمع محبت زندگی پروانہ وار

زندگی دل کی تڑپ اور زندگی ہی بے قرار
زندگی عاشق کی دنیا زندگی معشوق وار
زندگی ہی جام جم ہے زندگی جمشید ہے
زندگی کے ہاتھوں ہی یہ پید سب ناپید ہے
زندگی صیاد ہے اور زندگی ہی صید ہے
زندگی جسمانیت ہے روح ہے اور قید ہے
زندگی کے جلوؤں پہ دنیا رہی اکثر نثار
زندگی دو چار کلیاں زندگی باغ و بہار
زندگی خنجر ہے، اور زندگی خنجر کی دھار
زندگی زار و نزار و زندگی ہے بے قرار
زندگی بے چینی دل، ساقی گلفام ہے
زندگی ساقی کی آنکھوں میں چھلکتا جام ہے
زندگی ناکامی دل زندگی الزام ہے
زندگی صبح سویرا، زندگی ہی شام ہے
زندگی سرا نا الحق، زندگی منصور ہے
زندگی موسیٰ ہے جلوہ سراپا طور ہے
زندگی حق کی رضا جوئی کا اصلاً نام ہے
زندگی ٹھوکر سراپا زندگی آلام ہے
زندگی راتوں کو رونا زندگی ہے انتظار
زندگی کی کلفتوں کا کس سے ہو آخر شمار
زندگی ہی صید ہے اور زندگی صیاد ہے
زندگی بے خانماں ہے، زندگی برباد ہے

زندگی سوز دروں ہے زندگی اک آہ ہے
زندگی آنکھوں کی ٹھنڈک زندگی ہی چاہ ہے
زندگی معشوق اور عاشق کے دل کا راز ہے
زندگی اک سلسلہ عشق ہے اعجاز ہے
زندگی عشق و محبت ہے جنوں کا پاس ہے
زندگی اک درد دل خون تمنا آس ہے
زندگی بہر دیدن یار است
یار چوں نیست زندگی عار است

اور

زندگی جب بھی کوئی حسین شے طلب کرتی ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے
زندگی روشن ضمیری، زندگی نغمات عشق
زندگی حسن تجلے زندگی مرات عشق
زندگی چشم بصیرت، زندگی برکات عشق
زندگی ضبط تمنا، زندگی سوغات عشق

اور عشق

عشق کیا ہے آتش سوزاں اے دوست
عشق میں جل جاتے ہیں تارو پوست
عشق رمز لا الہ ہے راز ہے
عشق اک محمود ہے ایاز ہے
عشق کے ہاتھوں لٹا مجنوں زار
عشق نے یوسف کو بیچا کرد گار

عشق کیا ہے اک چھلکتا جام ہے
عشق میں جلتا ہر اک اندام ہے
عشق شعلہ ہائے دل سوزی ہے دوست
عشق جذب زخم دل دوزی ہے دوست
عشق نے کتنے اجاڑے ہیں دیار
عشق نے دکھلائے جنگل کوہسار
عشق نے زماں لوٹیں بستیاں
عشق کے ہاتھوں مٹی ہیں ہستیاں

اور

اہل دل سے پوچھتے ان کا مقام
عشق میں چر چاہے جن کے نام کا

اس لئے کہ!

جس نے بھی حسن و عشق کا مقصد سمجھ لیا
اس کی سمجھ نے سمجھو کہ بیحد سمجھ لیا

اور

کبھی عشق نے نہ سمجھا، کبھی حسن نے نہ مانہ
جو گزر رہی ہے مجھ پر نہ سمجھ سکا زمانہ
تجے ہر قدم پہ سجدے، مجھے ہر قدم پہ ٹھوکر
تیری ہر ادا حقیقت، میرا ہر قدم فسانہ!
کہیں جل نہ جاؤ ناصح تجھے مشورہ ہے میرا
مجھے آگ لگ رہی ہے، میرے پاس تم نہ آنہ

اس لیئے کہ!

یہ راہ عشق ہے اس پر وہ سخت جاں گزرے
ہماری طرح جو شعلوں کے درمیاں گزرے
جہانِ عشق میں ایسے مقام بھی آئے
گزرنا سر سے پڑا اور ہم وہاں گزرے
نہ پا سکے گا پتہ حد عشق کا زماں
ہزار خضر کی جو عمر جاوداں گزرے
محبت سوز پنہاں ہے محبت بیقراری ہے
محبت خامشی ہے اور محبت اشکباری ہے!
اٹھو اے سونے والو! شب کی تاریکی میں آتی ہے
محبت جذبہ ہائے دل کے سہرے گوندھ لاتی ہے
محبت آنسوؤں کی موتیوں کی ایک تسبیح شب کو پڑھتی ہے
محبت جب گریبانوں میں موتی آکے جڑتی ہے
محبت آسمانوں اور زمینوں کی مفسر ہے
محبت دل کی مالک ہے محبت دل کی افسر ہے
محبت کون کرتا ہے محبت ہو ہی جاتی ہے
محبت خون پیتی ہے محبت دل کو کھاتی ہے

قارئین کرام سے معرزت چاہتا ہوں گفتگو طویل ہو گئی شائقین ہماری دیگر کتابوں کا مطالعہ فرمائیں

بیدم صاحب کی آواز دل نے محسوس کی وہ فرما رہے ہیں کہ!

ہماری طرف سے بھی کچھ پیغام لکھ دو ایک ان کی غزل لکھنے کے بعد صوفیاء کے ہاں مقام عشق و محبت سمجھنے کی کوشش کریں گے

سنانے کو ہیں مبتلائے محبت
سنو تو کہیں ماجرائے محبت
جو دینا تھا تجھ کو خدائے محبت
مجھے موت دیتا بجائے محبت
وہی دن تو دل کی تباہی کا دن تھا
کہ جس دن پڑی تھی بنائے محبت
محبت کے کوچے میں جو مٹ گئے ہیں
ہے زیبا انھیں پر قبائے محبت
میری آنکھ ہے منظر حسن جانا
میرا دل ہے خلوت سرائے محبت
کروں کیوں نہ سجدے تجھے حسن جاناں
میں بندہ ہوں تو ہے خدائے محبت
یہ ہر اک سے ہم پوچھتے پھر رہے ہیں
کوئی جانتا ہے دوائے محبت
شہ حسن کچھ اپنی خیرات دینا
کہ حاضر ہیں در پر گدائے محبت
ظہور محبت بقائے دل و جاں
فنائے دو عالم فنائے محبت
وفا گر کرے زندگی اپنی بیدمؔ تو تاحشر جھیلوں جفائے محبت

سالار عشق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان عالیشان

من ذاق من خالص محبة اللّٰہ تعالٰی شغلہ ذلک عن طلب الدنیا واو حشاہ عن جیمع البشر

جس نے خالص اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذائقہ چکھا' وہ دنیا کی طلب سے باز رہا اور سارے آدمیوں سے وحشت کرنے لگا

○سیدنا فاروق اعظم نے فرمایا

عشق عذاب کی ایک قسم ہے اور کوئی عقل مند اس کو اپنے اوپر مسلط کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا

اس لیے کہ!

محبت ایک درد لا دوا ہے
محبت پنجہ کرب و بلا ہے
محبت دشمن دور جوانی
محبت خار زار زندگانی!
محبت شیوہ عاقل نہیں ہے
محبت بے بسی' بے اختیاری
محبت اضطرابی بے قراری
محبت بد نصیبی' خستہ حالی
محبت کم نگاہی' کج خیالی
محبت نا مرادی' تشنہ کامی
محبت نفس کا طوق غلامی

محبت بے یقینی ، بدگمانی
محبت مرگ دل کی نوحہ خوانی
محبت دشمن عقل و خرد ہے
محبت کو دل انساں سے کد ہے
محبت انتقام آسمان ہے
محبت راہوار قاتلاں ہے !
محبت زہر کا لبریز پیالہ ،
محبت شحم حنظل کا نوالہ ،
مہکتے گلستان پامال کر دے !
نکو کاروں کو بد اعمال کر دے
محبت رہزن قزاق ، ڈاکو ،
محبت فطرتاً عملاً ہلا کو !!
محبت نوجوانی میں بڑھاپا ،
محبت موت کے محضر پہ ٹھاپا
محبت قاتل رمز خودی ہے ،
محبت تیرگی ہی تیرگی ہے ،
محبت قہر مان زندگی ہے !
محبت سر بسر شرمندگی ہے
محبت لاشۂ دل کا کفن ہے
محبت خام خاروں کا چلن ہے۔
محبت اعتراف عجز ہستی ،
محبت فکر انسانی کی پستی ،

محبت درد سے معمور نالے
محبت کی زباں ہونٹوں کے چھالے
محبت صر صر غم کا بگولہ ،
محبت آتش دوزخ کا شعلہ !
محبت ایٹمی بم کا دھماکہ !
محبت موت کے جنگل میں ہانکا
محبت کلفتوں کا آشیانہ ،
اسیران وفا کا قید خانہ !
محبت سنگ و آہن خاک کر دے
چٹانوں کے کلیجے چاک کر دے
محبت چہرہ میت کا غازہ
ضمیر آدمیت کا جنازہ !
محبت ظلمتوں کا کارواں ہے ،
محبت سو دکھوں کی اک جاں ہے
محبت موم کو پتھر بنا دے !
بقا کو مرگ سے بدتر بنا دے !
محبت برگ گل کو خار کر دے !
دعا کو سانپ کی پھنکار کر دے ،
محبت آگ کے دریا بہا دے
محبت شیر کو بکری بنا دے !!
محبت گردش جام و سبو ہے !!
محبت آتش دل کا دھواں ہے !!

محبت مے کشوں کی ہا ہو ہے !!
محبت حسرتوں کا خاکداں ہے !!
محبت نزع کا ٹھنڈا پسینا !!
محبت بارہا مر مر کے جینا !!
محبت غیرت انساں کا لاشہ !
محبت رقص بسمل کا تماشہ !
محبت شاد کو نا شاد کر دے ،
سکون زندگی برباد کر دے !
محبت پائے آزادی کی زنجیر
جگر کے وسط میں اترا ہوا تیر !!
محبت گرم آنسو سرد آہیں !!
محبت موت کی بھوکی نگاہیں "
محبت نفس امارہ کا پرتو ،
محبت آتش نمرود کی لو ،
محبت دامن ہستی کا کانٹا ،
بیمار پر بھر پور چانٹا
محبت کا جوا خانہ ہے خالی
محبت میں دیا لو بھی سوالی
محبت ایک دشنہ ایک گالی
محبت مست بھینسے کی چگالی
محبت رقص انگاروں پہ کرنا
وفا کے نام پر قسطوں میں مرنا

محبت زندگی بھر کی تباہی ،
محبت دو جہاں میں رو سیاہی !

قارئین کرام سے معرزت ! یہ محبت کا دوسرا رخ تھا اور یہ عارضی مجازی محبت کے بارے میں

نوٹ ! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول مبارک بھی عشق مجازی سے متعلق ہے

جہاں تک عشق حقیقی کا تعلق ہے تو آپ کی کیفیت ہماری دوسری تصانیف میں ملاحظہ فرمائیں

اور اختصار کے ساتھ اس کتاب کے باب عشق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

عشق کے بغیر فرد ہو یا قوم فنا پزیر ہے اسے کوئی ظاہری جاہ و حشمت اپنے ہولناک انجام سے بچا نہیں سکتی اپنی قوم کو پستی کی وجہ بتاتے ہوئے علامہ اقبال مرحوم فرماتے ہیں

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلمانان چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے نہ دارند

عشق و محبت کی برکتیں اور فیوض اپنے کیف و کم اور قیمت و اہمیت میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ محبوب کے ساتھ ان کا گہرا ربط ہوتا ہے اگر کسی کا مرکز عشق وہ ہے جس میں حسن کا ایک پہلو ہے یا عارضی ہے تو اس کا فیض بھی محدود ہو گا اور محبوب کی رعنائیوں کا حلقہ جتنا وسیع ہوتا جائے گا اس کی برکتیں بھی عام ہوتی جائیں گی اسی بازار ہستی میں جب کہ قدم قدم پر حسن و جمال کی دو کانیں سجی ہوئی ہیں جہاں ہر سمت کوئی نہ کوئی لالہ رو ، آہو چشم کمان ابرو میں ناوک مترد

گان رکھے دل شکار کرنے کی سوگند اٹھائے ہوئے پھر رہا ہے سوال یہ ہے کہ اس صورت حال میں دل کا سودا کرے تو کس سے مرکز عشق بنائے تو کس کو؟

دنیا میں ایسے بھی تو گزرے ہیں جو اپنی تلخ نوائی سے سوتوں کو چونکا تو دیتے ہیں لیکن منزل کا پتہ نہیں دیتے منزل تو بتا دیتے ہیں، لیکن راہ منزل سے نا آشنا ہونے کے باعث راہی کو چوراہے پر لا کر چھوڑ دیتے ہیں تاکہ مسافر عمر بھر بھٹکتا پھرے اور سر ٹپکتا پھرے اور حسرت و یاس میں دم توڑ دے

لیکن ابر رحمت برسے اور قیامت تک برستا رہے اس قبر پاک پر جہاں خضر امت استراحت فرما ہے جس نے خواب غفلت سے جگایا، منزل بھی بتائی اور راہ بھی دکھائی جو منزل تک اپنے راہی کو یقیناً پہنچا دیتی ہے بشرطیکہ راہی حجت بازی اور تاویل کا خوگر نہ ہو۔

آیئے اس چیز کو مرد قلندر اور فقیر حق شناس و درویش حق گو کے الفاظ ہی میں سن لیں

نقطہ نورے کہ نام او خودی است
زیر خاک ماشراز زندگی است
از محبت مے شود پائندہ تر
زندہ تر سوزندہ تر تابندہ تر
از نگاہ عشق خارا شق بود
عشق حق آخر سراپا حق بود

عشق کا اعجاز و کمال بیان فرمانے کے بعد اب محبوب کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے رقم طراز ہے

عاشقی آموز و محبوب بے طالب
چشم نوحے قلب ایوبے طلب

اب جب کہ آفتاب حسن کی ہر کرن نظارہ دامن دل میکشد کہ اجا ایں جا است کہتے ہوئے خود کعبہ محبت بننے کا دعویٰ کر رہی ہے تو ہم کیا کریں! اسرر پوشیدہ گرہ کو بھی علامہ موصوف اس صفائی سے کھولتے ہیں۔ اے مومن تیری نگاہ تلاش حبیب میں کیوں آوارہ کاخ و کو ہے تو ہر صیاد کا نخچیر کیوں ہے ذرا دیکھ تو اپنے دل کے آئینہ میں تیرا محبوب تو اپنی جہا نگیر رعائیوں کے ساتھ اپنی آفاقی دلر بائیوں کے ساتھ حسن و جمال کی ساری نزاکتوں اور لطافتوں کو سمیٹے تیرے آئینہ دل میں جلوہ گر ہے۔

ہست معشوقے نہاں اندر دلت
چشم اگر داری بیا بنما ئمت

اس کی کیا شان ہے اس کی کیا آن ہے دوسرے حسین تو خود جبین ہوتے ہیں مگر تیرا وہ نرالا محبوب ہے

عشق اور از جملہ خوباں خوب تر
خوشتر و زیبا تر و محبوب تر
دل از عشق او توانا مے شود
خاک ہمدوش ثریا مے شود

اور اگر اب بھی نہیں پہنچان سکے تو صاف سن لو۔

در دل مسلم مقام مصطفےٰ است
آبروئے ماز نام مصطفےٰ است
طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کا شانہ اش
کمتر از آنے زاد قاتش ابد
کا سب افزائش ازذاتش ابد

بوریا ممنون خواب راحتش
تاج کسرے زیر پائے امتش

ماند شب ہاچشم اور محروم نوم
تابہ تخت خسروی خوابیدہ نوم

جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اقبال کا سارا کلام عشق محبوب ﷺ میں بسا ہوا ہے ہر تاب اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہے اس کو عطر بیز خوشبو سے اس کا صفحہ صفحہ سطر سطر بلکہ حرف حرف مہک رہا ہے

طوالت کا خوف ہے اور آپ کے اکتا جانے کا اندیشہ ورنہ جو مزا بیان حکایت گیسوئے عنبر بار حبیب ﷺ میں ہے وہ کسی اور بات میں نہیں۔

مومناں زیر سپہر لاجورد
زندہ از عشق اندے از خواب خورد

مے ندانی عشق و مستی از کجا است
ایں شعاع آفتاب مصطفیٰ است

زندہ تاسوز اودر جان تست
ایں نگہ دارندہ ایمان تست

راہی بیدار ہو چکا ہے رخت سفر باندھے آمادہ رحیل ہے۔ منزل کا تعین ہو چکا ہے، اب راہی کونسی راہ اختیار کرے کہ لیلائے مقصود سے وصال میسر ہو، منزل مقصود تک رسائی ہو۔ اس کے لئے واضع طور پر ارشاد فرماتے ہیں

عاشقی محکم شواز تقلید یار
تاکمند تو شود یزداں شکار

لشکرے پیدا کن از سلطان عشق
جلوگر شو برسر فاران عشق

تاخدائے کعبہ بنوازند ترا
شرح انی جاعل سازد ترا

○حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں

لا یبلغ احد کم حقیقة الایمان فی یحب ابعد الخلق منه فی اللّٰه ویبغض اقرب الخلق منه فی اللّٰه ومن تعلق قلبه بحب الدنیا تعلق من ضررها

تم میں سے کوئی اس وقت تک حقیقت ایمان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دور ترین مخلوق سے بھی اللہ تعالیٰ کے لئے محبت نہ کرے اور قریب ترین خلق سے اللہ تعالیٰ کے لیے بغض (ضرورتاً) نہ رکھ سکے اور ایسا شخص جس کا دل دنیا کے محبت میں پھنس گیا ہو اس نے اس کی مضرتوں کو پالیا

محبت کے بارے میں معصوم بچے کا دلکش جواب

ایک دن میں نے اپنے پیارے چھ سالہ معصوم برادر زاد بیٹے حافظ محمد اسماعیل سے عالم مسرت میں کہا بیٹا پتہ نہیں آپ سے مجھے اتنی محبت کیوں ہے ؟ جواب ملا مجھے کوئی پتہ نہیں آپ کو ہونا چاہئے مجھے تو اتنا علم ہے محبت محبت ہے یہ خود بخود ہو جاتی ہے میں نے کہا بیٹا نہیں آپ اتنے خوبصورت بن کر میرے سامنے نہ آیا کریں تو معصوم و ننھی

زبان سے کہنے لگا انکل اگر میں خوبصورت نہ بھی بنوں تب بھی آپ مجھ سے محبت کریں گے مجھے پتہ ہے۔ تو میں نے محسوس کیا کہ میں اس معصوم بچے کی روح کے ساتھ محو گفتگو ہوں ورنہ یہ تو ابھی معصوم ہے اتنی عظیم باتیں نہیں کر سکتا یہ اس کی روح پکار رہی ہے اور روح فعل خداوندی ہے' روح امر ربی ہے تو گویا میں اپنے رب سے مخاطب تھا میرے رب نے مجھے فرمایا کہ جس طرح نابود شے کے لئے حکم کرتا ہوں کہ ہو جا!

(**اراد الاس شئی ان یقول لہ کن فیکون**) تو وہ چیز ہو جاتی ہے اس طرح محبت کرنا بھی میرا امر' ارادہ ہے جسے میں کہوں کہ محبت کر تو وہ چیز محبت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے اسے اختیار نہیں ہوتا جہاں چاہوں جسے چاہوں' جس رنگ میں چاہوں' جھکا دوں اور امر محبت کردوں۔ چاند سورج اور دیگر کارخانہ قدرت کی چیز کی کیا مجال کہ وہ اپنے مرکز و محور پر نہ گھومیں اسی طرح انسان کی یاد دیگر کسی چیز کی کیا مجال کہ وہ محبت نہ کرے

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم

مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری سے کسی نے پوچھا عشق کیا ہے ؟

فرمایا۔ عشق فرط محبت کو کہتے ہیں۔

کسی نے دریافت کیا کہ عشق کا کیا رنگ ہوتا ہے

فرمایا۔ تمام عالم لون از عشق گیرند' لون عشق پیدائے

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے

عشقم کہ در دو کون و مکانم پرید نیست
عنقائے مغربم کہ نشانم پرید نسیت
زا برو و غمزہ ہر دو جہاں صید کردہ ام
مداں کہ تیر و کمانم پرید نسیت

چوں آفتاب در رخ ہر زرہ ظاہرم
ازغایت ظہور عیانم پرید نسیت
گویم بہرزباں و بہر گوش بشنوم
ویں طرفہ ترکہ گوش و زبانم پرید نسیت
چوں ہرچہ ہست درہمہ عالم ہمہ ضم
مانند در دو عالم ازانم پرید نسیت

پھر آپ نے فرمایا۔

بعض کہتے ہیں کہ عشق آگ ہیں۔ اس کا جواب ہم دیتے ہیں کہ۔ کہ اگر عشق آگ ہوتا تو عاشق کا منہ آنسوؤں میں غرق کیسے ہوتا؟

بعض کا قول ہے۔ کہ۔ عشق پانی ہے۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔ کہ اگر عشق پانی ہوتا۔ تو ہزاروں دل اس سے سوختہ کیوں ہیں؟

بعض کہتے ہیں کہ۔ عشق زہر ہے۔ تو پوچھا جائے گا۔ کہ پھر مشتاقوں کی طبیعت میں یہ جوش و نوش کیسے؟ اور اگر کہا جائے کہ عشق نواخت و عطا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر عشاق میں یہ شور و شغب کیوں ہوتا ہے؟ اور اگر کہیں عشق محبت ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ اس کو جان کے بدلے جو خریدا جاتا ہے اس پر حیرت' اور اگر تم کہو کہ عشق راحت ہے تو پھر یہ شورش کیوں ہے؟ بہر حال ہر ایک نے اس کی تعبیر کسی عبارت سے کی ہے اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے

نہ بیان عبارت تمام شہد نہ نشان اشرت درست گشت

یعنی نہ عبادت ہی سے یہ ادا ہوا اور نہ کوئی اشارہ ہی صحیح ثابت ہوا لیکن مشائخ طریقت کا اس پر اتفاق ہے کہ عشق نے دل کو حضرت دوست کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ قرار نہ پکڑ۔ اور جان کو یہ پیغام کہ نشاط سے قطع تعلق کر۔ اور سر سے کہا کہ راحت سے دور دور رہ منہ سے کہا کہ اپنا رنگ دور کر دے۔ اور تن سے کہا کہ

قوت کہ رخصت کر۔ اور آنکھوں سے کہا کہ موتی بہا۔ اور حال کو حکم دیا کہ تیرہ و تار ہو جا۔ زبان کو فنا کر۔ دوستوں سے مفارقت اختیار کر۔ کونین کو طلاق دے ۔ اور دونوں عالم سے جدا ہو جا۔

○ مولانا مسعود چشتی نظامی دس قدس نے عشق کے کمالات کا یوں اظہار فرمایا ہے

اے عزیز عشق چوں بدل رود خون کند ' و چوں بدیدہ اسد ' جیحوں کند و چوں بجامہ رسد چاک کند ' چوں بجاں رسد خاک کند ' و چوں جال رسد تے کند ' ۔ العشق جنون الٰہی

کشتہ تیغ عشق را غسل و کفن چہ حاجت است
زانکہ شہید شوق تو بار کفن نمی کشد

اور کسی عاشق صادق نے خوب کہا۔ کہ

جس کسی کو محبت کا ایک شمہ بھی ملا ہے
اس سے کہہ دو کہ سلامتی کا خیال دل سے دور کر دے

اور راہ ملامت اختیار کرے۔

اور اپنی ذات کو وداع کر دے کہ۔

المحبہ لاتبقی ولا تذر

محبت نہ کوئی چیز باقی رہنے دیتی ہے اور نہ کوئی چیز چھوڑتی ہے۔

جو شخص اپنے ہاتھ سے سر نہیں کاٹ سکتا وہ اس کوچہ میں قدم نہیں رکھ سکتا۔

کہ عشق بازی جان بازی ہے
مرد تو وہ ہے کہ جب وہ حدیث محبت سنتا ہے
اور عالم غیب سے تیغ نمودار ہوتی ہے
تو جان و دل کو اس کے استقبال کے لئے بھجتا ہے

امام احمد غزالی فرماتے ہیں۔

مرد کو چاہئے کہ دریائے عشق میں غواصی کرے اگر اس کی موج مہراس کو ساحل لطف تک پہنچادے تو۔

فقد فاز فوزا عظیما

وہ بڑی کامیابی کو پہنچ گیا۔ کس برتوزیاں نہ کردمن ہم نکنم

المعرفة نار والمحبة نار فی النار

معرفت گویا آگ ہے اور محبت آگ ہے اور محبت آگ کی آگ۔

○ مشہور عالم فلسفی حکیم بو علی سینا کا ایک رسالہ خاص عشق کے بیان میں ہے اس میں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ عشق مجردات ' فلکیات ' عنصریات ' معدینات ' نباتات و حیوانات سب میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ علماء ریاضی نے کہا ہے کہ اعداد متحابہ بھی ہوتے ہیں۔ یعنی اعداد میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اصحاب عدد یعنی فیشاغورث اور اس کے اتباع کہتے ہیں کہ اس خاصیت کی عجیب تاثیرات ہوتی ہیں جن کا بارہا تجربہ کیا گیا ہے

○حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی عشق کے بارے میں یوں اظہار خیال فرماتے ہیں **العشق الفة رحمانية الهام شوقی**

عشق ایک الفت رحمانی والہام شوقی ہے

او جمها اللّٰه علی کل ذی روح لیحصل به

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہرذی روح پر واجب کیا ہے

اللذة العظمی التی لایقدر علیٰ منالها۔

کہ عشق کی وجہ سے انھیں بڑی لذت حاصل ہو

الا بتلک الا لفة وهی موجودة فی النفس ومرا بتها مقررة عند

اربابہا

جس کو وہ بجز اس الفت کے اور اس طرح حاصل نہیں کر سکتے اور یہ الفت نفس میں موجود ہے۔

اور اس کے مراتب ارباب الفت کے نزدیک مقرر ہیں۔

فما احد الا عاشق

پس کوئی شخص نہیں مگر کسی ایسی چیز پر عاشق ہے۔

یستدل بہ علی قدر طبقۃ من الخلق

جس سے وہ اپنے طبقے کے لوگوں کی راہ پاتا ہے اور اپنا مشرف حاصل کرتا ہے

ولذالک کان اشرف لمذاہب فی الدنیا

اسی لیے ان لوگوں کا مرتبہ دینا میں اشرف ہے

مراتب الزین زھدوا فیہا مع کونہا معاینۃ

جنہوں نے دنیا کو جو سامنے موجود ہے۔ چھوڑ دیا اور

وما الی الاخرۃ مع کونہا فحبر ابہم عنہا بصورۃ

آخرت کی طرف مائل ہو گئے ہیں جس کا صرف انہوں نے ذکر ہی سنا ہے۔ یعنی محبوب حقیقی کو دیکھا نہیں۔ صرف محبوب کا ذکر سن کر کائنات کی ہر شے سے الگ تلگ ہو گئے

○ حضرت شیخ ابوبکر شبلی سے کسی نے پوچھا کہ محبت کیا ہے؟۔ فرمایا

کاش لہا وھج اذا استقر فی الحواس وسکن فی التفوس تلاست

ایک پیالہ ہے (آگ کا) جو خوب بھڑکتا ہے۔ جب حواس کے اندر قرار پکڑتا ہے اور نفوس میں قائم ہو جاتا ہے تو فنا کر دیتا ہے۔

یعنی تمام وجود کو محو کر دیتا ہے۔ اور اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ لیکن شرط یہ

ہے کہ وہ قرار پکڑ لے اور جلد منطفی نہ ہو جائے۔ یا بجھ نہ جائے جیسے بجلی کا حال ہے کہ ایک آن کے لیے چمکتی ہے اور پھر غائب ہو جاتی ہے شبلی کا خیال ہے کہ محبت کا نام محبت اس لئے ہوا ہے کہ وہ دل سے ماسوائے محبوب کو محو کر دیتی ہے

○ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔

المحبۃ استقلال الکثیر منک واستکثار القلیل من حبیبک

محبت یہ ہے کہ اپنی کثیر چیز کو قلیل اور محبوب کی قلیل چیز کو کثیر سمجھا جائے۔

اس قول کی وضاحت

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ۔ حق تعالیٰ سے جو کچھ پہنچتا ہے اس میں کوئی چیز (بندوں کے لیے) تھوڑی نہیں لیکن انسان کی طرف سے جو کچھ بھی ہے وہ (بارگاہِ خداوندی میں) تھوڑا ہے۔

الطل من الحبیب وابل محبوب کی طرف سے ہلکی پھوارا بھی زور دار بارش کے برابر ہے۔

چنانچہ حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی

ان شرط المحبۃ ان تستقلل کثرۃ عبادتک فان لی مشلک کثیرۃ و قلیل فضلی فان لک لیس منی

بیشک شرط سخت یہ ہے کہ اپنی کثیر عبادت کو قلیل سمجھ۔ تیرے مانند ہاں بہت سے ہیں اور میرے تھوڑے فضل کو ہی زیادہ سمجھ کیونکہ تیرے لیئے مجھ جیسا کوئی نہیں

اس مفہوم کو کسی عارف نے یوں ادا کیا

اگرچہ اندک بود انعام تو باشد بسیار
درچہ بسیار کنم شکر تو باشد اندک

ایک صوفی کا قول ہے کہ۔ مشتاق دل کے ساتھ میلان کا نام محبت ہے

○ محبت محبوب کی موجودگی اور عدم موجودگی میں محبوب کی مؤافقت کرنا محبت ہے

○ عاشق کا اپنی تمام صفات کے ساتھ مٹ جانا اور محبوب کو اس کی ذات کے ساتھ ثابت کرنا محبت ہے۔

○ ایک قول میں یہ کہا گیا ہے۔ کہ دل کا اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہونا محبت ہے

○ اس بات سے ہر وقت خائف رہنا کہ کہیں محبوب کے احترام میں کمی نہ ہو محبت ہے۔

○ حضرت شیخ ابو القاسم جنید بغدادی نے فرمایا

المحبة دخول صفات المحبوب علی البدل من صفات المحب

محبت صفات محبوب کا بطور بدل صفات محب میں داخل ہونا ہے

یہاں بات ختم ہو گئی ہے۔ کیونکہ حقیقت میں محبت وہ رابطہ اتحاد ہے

جو محب کو محبوب سے باندھ دیتا ہے۔ اور جذبات محبوب سے وہ جذبہ ہے جو محب کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جس قدر اس کو اپنی طرف کھینچھتا ہے اس قدر اس کے وجود سے کچھ محو کر دیتا ہے۔ اس طرح اول تو وہ محب کی ساری صفات کو قبض کر لیتا ہے۔ اور پھر اس کی ذات کو بھی اپنی قبضۂ قدرت میں لے لیتا ہے اور اس کی بجائے ایسی ذات اس کو عطا کرتا ہے جو اپنی صفات سے موصوف ہونے کی قابلیت رکھتی ہے اب اس ذات بدل میں محبوب کی صفات داخل ہوتی ہیں۔ یہ بات اس لئے سمجھ میں آتی ہے کہ علی البدل کہا گیا ہے۔ علی المحب' نہیں کہا گیا

کیونکہ جب تک کہ محبت اپنی ذات سے موجود ہوتا ہے۔ صفات محبوب

سے متصف ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔

حضرت جنیدؒ کے اس مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی ادا کیا گیا ہے۔

المحبۃ محو الجیب بصفاتہ و اثبات المحبوب بذاتہ

محبت یہ ہے کہ محب کی ساری صفات محو ہو جائیں اور محبوب کی ذات کا اس کی جگہ اثبات ہو۔

اس قول کی تشریح میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ فرماتے ہیں

محبت یہ ہے کہ محب اپنے تمام اوصاف کو طلب محبوب میں اس کی اثبات ذات کے لئے نفی کر دے محبوب باقی ہے اور محبت کرنے والا فانی۔ ضروری ہے کہ محبت کرنے والا بپاس غیرت دوستی اپنی نفی سے بقائے محبوب کو ثابت کرے تاکہ اسے مکمل ولایت حاصل ہو۔

ذات محبوب کا اثبات محبت کرنے والے کی صفات کے فنا ہونے سے وابستہ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ محبت کرنے والا اپنی صفات میں قائم رہے۔ کیونکہ اپنی صفات کی موجودگی میں وہ محبوب سے محجوب ہوتا ہے

نیز فرماتے ہیں کہ

محبت کرنے والے کے لئے یہی کافی ہے کہ۔ وہ محبت کے راستے میں مٹ جائے ۔ یہ فنا در محبت کا مقام ہے یہاں وارد محبت محب کو محبوب میں فنا کر دیتا ہے۔ جیسے آگ شمع کو لگ جاتی ہے تو شمعیت کی صفت کو محو کر دیتی ہے۔

پروانہ چوں در آتش انداخت سوخت خود را
گوید کہ آتشم لیک از زبان آتش

کہا جاتا ہے کہ جب مجنوں کا عشق درجہ کمال کو پہنچ گیا تو اس سے کسی نے کہا دیکھ وہ لیلیٰ آ رہی ہے۔ مجنوں حالت استغراق میں تھا چونک پڑا اور بولا میں ہی تو لیلیٰ ہوں۔ لیلیٰ مجھ ہی میں تو ہے۔

بودیم انا لیلی یکے ، دو می نمودیم
نابود شد آں نمود در بود

ہوتا یہی ہے

عشق و عاشق محو گردد دریں مقام
خود ہماں معشوق ماند والسلام

○حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں

المحبة حجاب بين المحب ولمحبوب

محبت خود محب و محبوب کے درمیان ایک پردہ ہے۔ حب محب

فاذا افنى المحب عن المحبة وصل بالمحبوب

محبت سے فنا ہو جاتا ہے تو محبوب میں واصل ہو جاتا ہے

کسی عارف کا قول ہے۔ حب دو حرف کا مرتب ہے۔ ح ' د ' ب ح سے اشارہ روح کی طرف ہے۔ اور ب ' سے مراد بدن ہے۔

یعنی جو شخص محبت کے راستے میں قدم رکھتا ہے۔ وہ جان اور تن دونوں کو فدا کر دیتا ہے اور فنا فی المحبوب ہو جاتا ہے۔

○حضرت حسین بن منصور حلاج فرماتے ہیں

حقیتہ المحبتہ قیامک مع محبوب۔ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف کو چھوڑ کر بخلع اوصافک۔ محبوب کی ذات سے قائم ہو جائے

○حضرت سری سقطی نے فرمایا

لا تصلح المحبة بين الاثنين حتى يقول الواحد لاخر يا انا

دو شخصوں میں محبت اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک دوسرے سے کہے۔ اے۔ میں۔

○حضرت شیخ شبلی فرماتے ہیں کہ

محبت کو محبت اس لئے کہتے ہیں کہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے

○امام قشیری فرماتے کہ

میں نے استاد ابو علی دقاق کو فرماتے سنا ہے کہ محبت مکمل لذت ہے جبکہ حقیقت کے مقامات دہشت ناک ہیں

○حضرت ابو عبداللہ قریشی محبت کی حقیقت اس طرح بیان فرماتے ہیں

حقیقة المحبة ان تهب کلک لمن احب ولا تبقی لک منک شیئا

حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کلیتاً محبوب کے حوالے کر دے۔ یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔

براہ عشق قدم چوں نہی مجرد شو۔
برہنگی بود اسباب رہ شنا وررا

○ حضرت شیخ ابو عبد الرحمٰن اسلمی نے ابو الحسن الفارسی کے حوالے سے فرمایا کہ ابن عطا نے ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ۔ محبت وہ ٹہنیاں ہیں جنہیں دلوں میں لگایا جاتا ہے اور ان پر ان کی عقلوں کے مطابق پھل آتا

○ حضرت ابو علی روز باری نے محبت کے بارے میں فرمایا ہے

مالم تخرج من کلیتک لم تدخل فی حد المحبة

جب تک تو اپنی ذات سے بالکل باہر نہ آئے محبت کی حد میں داخل نہیں ہو سکتا

خواجہ عبداللہ تستری نے محبت کی تعریف اس طرح کی ہے

المحبة معانقة الطاعات و مباينه الحاجة

محبت طاعت کا اختیار کرنا اور حاجت سے جدا ہونا ہے

اور ایک اور مقام پر یوں ہے۔

المحبة معانقة الطاعات و مباينة المخالفات

محبت اطاعت کا اختیار کرنا اور مخالفت سے بچے رہنا ہے

ایک اور مقام پر ہے

الموافقة فی جميع الاحوال موافقة الحبيب فی المشهد والمغيب

عام حالات میں محبوب کے ساتھ موافقت کرنا محبت ہے یا محبوب کے ساتھ موافقت ہو حاضر و غائب ہر حال میں

ولو قيل لی مت مت سمعا و طاعة
وقلت لداعی الموت اهلا و مرحبا

اگر مجھے محبوب کہے کہ مرجا۔ تو یہ حکم مان کر مرجاتا ہوں۔ اور موت کے داعی سے کہتا خوش آمدید

بقول شاعر کے

قتل کر کے جو چلا روٹھ کے دل بر مجھ سے
خون دوڑا میرا قاتل کو منانے کے لیئے

حضرت ابو بکر کتانی فرماتے ہیں

المحبۃ ایثار المحبوب علٰی حمیع المصحوب

محبت محبوب کا اختیار کرنا ہے سب کو چھوڑ کر۔

ان تمام تعریفات نے کا ماخذ حضرت شیخ شبلی کا یہ قول نظر آتا ہے

المحبۃ ایثار ما یحب المحبوب وان کرھت' وکراھۃ مایکرہ المحبوب وان احببت

محبت اس چیز کا اختیار کرنا ہے جس کو محبوب پسند کرتا ہو۔ اگرچہ وہ مکروہ ہو اور اس چیز کو مکروہ سمجھنا جس کو محبوب مکروہ جانتا ہو اگرچہ وہ تجھے پسند ہو۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ محب محبوب کے تمام اوامرونواہی کی اطاعت کرتا ہے اور اس کے کسی حکم یا خواہش کی مخالفت نہیں کرتا۔

○ حضرت رابعہ بصری کی طرف یہ دو شعر منسوب کیئے جاتے ہیں۔

تعصی الالہ وان تظھر حبہ
ھذ العمری فی الفعال بدیع
ان کان حبک صادقا لا طعتہ
ان المحب لمن یحب میطع

یعنی تو خدا کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور اس سے اظہار محبت بھی کرتا ہے۔ میری جان کی قسم یہ عجیب کام ہے اگر تیری محبت سچی ہوتی تو توں اسی کی اطاعت کرتا کیونکہ محب محبوب کا مطیع ہوتا ہے خواہ محبوب اس پر جفا کرے یا اس سے وفا کرے۔

○ حضرت یحییٰ بن معاذ فرماتے ہیں

حقیقة المحبة مالا تنقض بالجفاء وما تزید بالبر والعطاء

محبت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ جفائے محبوب کی وجہ سے کم نہیں ہو جاتی اور نہ وہ اس کی نیکی وعطا سے بڑھ جاتی ہے۔

نیز فرمایا۔

جو محبت کا دعویٰ کرے مگر محبت کی حدود کا لحاظ نہ رکھے۔ وہ سچا محب نہیں ہے

کمال محبت میں وفا، جفا کے برابر اور جفا وفا کے مانند ہوتی ہے

کیا خوب کہا کسی کامل محبت والے نے

اگر قصد جفا دارد سرور وپیش اندازم
وگر راہ وفا گیرد جاں در قدمش ریزم

کہا جاتا ہے کہ۔ حضرت شیخ شبلی کو مجنون سمجھ کر قید کر دیا گیا ان کے چند دوست انہیں دیکھنے قید خانے پہنچ گئے۔'

حضرت شیخ شبلیؒ نے پوچھا

من انتم۔ تم کون ہو۔ دوستوں نے جواب دیا۔ **احبائک** ہم آپ کے دوست ہیں

حضرت شیخ شبلیؒ نے ان پر پتھر برسانے شروع کر دیئے وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے

حضرت شیخ شبلیؒ نے فرمایا

لوکنتم احبائی مانررتم من بلائی

اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری آزمائش سے بھاگ نہ جاتے

بلا از دوست عطا است
واز عطا نالیدن خطا است

محب صادق کے لئے بلائے محبت ایک نعمت ہے
اور نعمت سے بھاگنا خلاف عقل ہے

یہی خیال شیخ سعدیؒ کا ہے

قادری بر ہرچہ می خواہی بجز آزار من
زانکہ گر شمشیر برفرقم نہی آزار نیست

محبت کے اس جذبہ کو سعدیؒ نے ایک اور مقام پر خوب ادا فرمایا ہے

بسیار در دل آمد از اندیشہ ہا ورفت
نقشے کہ آں نمی رود از دل نشان توست
بامن ہزار نوبت اگر دشمنی کنی
اے دوست ہمچناں دل من مہربان توست

اور کیا خوب فرمایا

تواز جفا و ستم برمنہ اپنی خواہی کن
لیکن کہ من نہ کنم دامنت رہا اے دوست

حضرت شمعونؒ فرماتے ہیں

کہ اللہ سے محبت کرنے والے دنیا و آخرت کا شرف حاصل کریں گے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

المرء مع من احب آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا گو وہ اللہ کے ساتھ ہوئے

○حضرت ابو ایوب سوسیؒ فرماتے ہیں

حقیقی محبت یہ ہے کہ انسان یہ بات بھول جائے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کتنا

حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی کتنی حاجتیں ہیں۔

○ حضرت محمد بن فضلؒ فرماتے ہیں

محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محبوب کی طرف سے دل میں جو تشویش پیدا ہوتی ہے اسے محبت کہتے ہیں

○ بعض حضرات نے یوں بھی فرمایا ہے۔

محبت دل مین ایک آگ ہوتی ہے جو محبوب کی مراد کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے کہتے ہیں کہ محبت ایک ایسی مستی ہے جس سے انسان محبوب کے مشاہدہ کے بغیر ہوش میں نہیں آتا پھر محبوب کے مشاہدہ سے جو مستی حاصل ہوتی ہے اس کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی

فاسکرا لقوم دور کاس

وکان شکری من المدیر

لوگ تو گردشِ جام سے مَست و بخود ہونے لگے مگر میری مَستی جام کو گردش دینے والے کی وجہ سے تھی۔

○ حضرت جنید بغدادیؒ

عشق، محبت سرمدنی کا دوسرا نام ہے۔

○ حضرت شیخ شبلیؒ

سے کسی نے محب اور عارف کی تعریف پوچھی آپ نے ارشاد فرمایا عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو۔ اور محبت والا اگر چپ رہے تو ہلاک ہو

اور پھر پڑھا

یاایھا   الیسد   الکریم
حبک   بین   الحشامقیم
یارافع   النوم   عن   جفونی
انت   بمامربی   علیم

میرے کریم آقا تیری محبت میرے سینے میں مقیم ہے۔ اور اے میری آنکھوں سے نیند دور کرنے والے مجھ پر گزرنے والے احوال سے تو خوب واقف ہے۔

○حضرت سری سقطیؒ

جس نے خدا سے محبت کی وہ زندہ ہوا اور جس نے دنیا کو چاہا وہ محروم ہوا

○حضرت سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری کا نام محبت ہے

○تمیمیؒ فرماتے ہیں

عشق نہ اختیار میں ہوتا ہے اور نہ یہ خواہش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی مہلک بیماریوں میں گرفتار ہو جائے

○الووائل

محبت اگر دیوانگی کی انتہا نہیں تو جادو کا نچوڑ ضرور ہے۔

○حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے فرمایا

ایک رائی کے برابر محبت اس ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے جس میں محبت کی اور چاہت کی آمیزش نہ ہو۔

○حضرت امام غزالیؒ

اللہ تعالیٰ کی طرف سلوک کے مقامات میں بلند ترین درجہ محبت اور عشق کا ہے

○شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ

اہل ایمان کے دلوں کی زندگی اور احوال کی غذا محبت ہے۔ احوال میں محبت سے بڑھ کر کسی اور چیز کا مقام نہیں۔

○شیخ شرف الدین منیریؒ

حدیث محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ اول و آخر و درمیان اس کا دور دورہ ہے محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم سب طلب کے لیئے ہیں

○عرب کی ایک خاتون

مسکین عاشق ' ہر چیز اس کی دشمن ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں اس کو بے چین کرتی ہے بجلی کی چمک اس کی نیند اڑا دیتی ہے۔ آثارِ دیار اس کے قلب میں آگ بھڑکا دیتے ہیں لوگوں کی ملامت اس کو ایذا پہنچاتی ہے اور یادِ محبوب اس کو بیمار کر دیتی ہے

○ارسطو

محبوب کے عیوب سے اندھا ہونے کا نام عشق ہے۔

○بقراط

کسی کے ملنے کے خیال پر خوش ہونا اور شوق کا حرکت میں آجانا عشق کہلاتا ہے

○ابن خلکان

عشق موت کا ایک گھونٹ ہے۔

○فارابی

عشق سب سے بڑا رنج ہے

○جالینوس

محبت روح کا ایک فعل ہے

○مولانا مسعود چشتی نظامیؒ

عشق جب دل میں پہنچے تو خون کر دیتا ہے۔ اور آنکھیں میں جائے تو جیحون کر دیتا ہے اور جان میں پہنچے تو خاک بنا کر رکھ دیتا ہے۔ عشق ایک جنون کا نام ہے۔

○ذوقی

محبت ایک کشش مقناطیسی ہے۔ جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دل میں اس کی رغبت' اس کا شوق اس کی طلب و تمنا اور اس کے لیئے بے چینی کا پیدا ہو جانا۔ اسی کے خیال میں شب و روز رہنا۔ اسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا۔ اس کے فراق سے ایذا پانی اس کے وصال سے سیر نہ ہونا۔ اس کے خیال میں اپنا خیال۔ اس کی رضا میں اپنی رضا۔ اور اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا۔ یہ سب عشق و محبت کے کرشمے میں

حق تو یہ ہے کہ

محبت کی حقیقی تعبیر نا ممکن ہے۔

تمام تعریف اور اقوال صوفیاء کے بیان کے باوجود حقیقت محبت کما حقہ آشکار نہیں ہو سکتی۔ اسی کی تعبیر کے لیئے دنیائے ادب لغت میں نہ تو کوئی لفظ متعین ہو سکا۔ اور نہ ہی کسی زبان نے آج تک اس کو اپنے الفاظ میں کما حقہ بیان کیا ہے۔

حقیقت محبت کے اس پہلو پر بھی بہت سے مشائخ و صوفیاء نے اپنے اپنے انداز میں اعترافات کیئے ہیں مثلاََ۔

حضرت داتا گنج بخشؒ۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ کے حوالے سے حقیقت محبت پر بڑی دلچسپ بحث کے بعد فرماتے ہیں

الختصر محبت کا مضمون لطیف لفظ و بیان میں نہیں سما سکتا۔ محبت حال ہے اور حال قال کے دائرہ امکان سے باہر ہوتا ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ محبت انعام خداوندی ہے اور عطیہ الٰہی ہے۔ انسان کھیل تماشے میں بہل جانے والا ہے جب کہ محبت انوار الٰہی کا مرقع ہے۔ اور کھیل تماشے کے ذریعے انوار الٰہی سے بہرہ یاب نہیں ہوا جا سکتا۔

رسالہ قشیریہ میں امام ابو القاسمؒ نے بھی اسی قسم کی تفصیلی گفتگو کے بعد فرمایا محبت کی نہ تو کوئی ایسی تعریف کی جا سکتی اور نہ ہی کوئی ایسی حد مقرر کی جا سکتی جو لفظ محبت سے زیادہ واضح اور فہم کے زیادہ قریب ہو۔

تصوف کی قدیم ترین کتاب ' قوت القلوب میں شیخ ابو طالب مکیؒ ایک عالم کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے محبت کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ مقام محبت کے سوا میں ہر مقام کی تعبیر و توضیع کر سکتا ہوں ان سے پوچھا گیا یہ کیوں ؟

فرمایا اس لیئے کہ ہر چیز کی تفسیر اس سے لطیف ترشے سے کی جاتی ہے اور محبت سے لطیف تر کوئی چیز نہیں۔

۴۔ ابو طالب مکیؒ فرماتے ہیں کہ۔ حضرت معروف سے پوچھا گیا

ہمیں بتایئے محبت کیا چیز ہوتی ہے۔ فرمایا۔ بھائی

محبت ایسی چیز نہیں ہوتی کہ لوگوں کی تعلیم سے (اس کا علم) آجائے بلکہ محبت تو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے آتی ہے

یعنی یہ محض اللہ رب العزت کی طرف سے انعام ہوتا ہے۔ جسے وہ چاہتا ہے عطا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا۔

ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء

۵۔ اس سلسلے میں ایک عارف کا فرمان ہے جسے قوت القلوب میں ہی بیان فرمایا گیا ہے تمام مقامات انوار افعال و صفات سے ہین۔ سوائے محبت کے اور محبت حقیقت ذات کے نور سے ہے اسی وجہ سے اس کا وصف و علم کم ہی ملتا ہے۔ اور جان جوکھوں کا کام ہے اور بہت کم ایمان والے ایسے ہیں کہ جنہیں یہ عطا ہو معرفت کی طرح یہ بھی ایک راز ہے۔

نیز فرمایا۔

محبت ایسا بلند مقام ہے جو کہ توصیف و بیان اور عقل و معرفت سے بالا تر ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے علم الٰہی کی ہو اسی طرح جس قلب کا محبوب اللہ تعالیٰ ہو۔ اس سے بڑھ کر بلند پایہ کوئی قلب نہیں۔ اور اس کی معرفت کا بہتر علم بھی صرف اللہ کو ہی ہوتا ہے

مندرجہ بالا اقوال صوفیاء سے صاف ظاہر ہے کہ۔ محبت ایک ایسا لطیف جذبہ ہے۔ جس کی تعریف کے لیے نہ تو زبان و بیان میں ہمت و وسعت ہے اور نہ ہی الفاظ کے ذریعے اس کی تعبیر ممکن ہے۔ اور جیسا کہ اوپر مزکور ہو چکا ہے کہ۔ فی الواقع لفظ محبت ہی محبت کی واضع ترین تعبیر ہے۔

عشق کی منزل میں قدم سوچ کے رکھنا
دریائے محبت کے کنارے نہیں ہوتے

تاہم بعض اہل علم حضرات نے لغوی تعریفیں بھی کیں اور صوفیا نے اپنے اپنے حسبِ حال کی مختلف تعبیرات بیان فرمائی ہیں۔ جن کا اجمالی تزکرہ ہمہ گزشتہ اور راق میں کر آئے ہیں۔

محبت کا ایک جامع مفہوم

مندرجہ بالا اقوال و تعریفات کو اگر یک جا کر کے تصور محبت پر غور کیا جائے۔ تو وہ محبت کا ایک جامع مفہوم ہمارے سامنے آتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ 'محبت' دَر اصل وہ قلبی کیفیت ہے۔ جس میں دل کسی کی چاہت میں اس کے قرب کے لیئے جوش مارے اور اس جوش سے محب کا دل اس قدر لبریز ہو جائے کہ غیر کا خیال تک بھی دل کے مٹکے میں نہ جھانک سکے۔ اس انسان کی سیرت و کردار کا درخت اس چاہت کا آئینہ دار ہو۔ اس بندے کی حرکات و سکنات اور گفتار و کردار میں محبوب کے ساتھ اتنی وابستگی و ہم آہنگی ہو کہ ہر وقت اس کی چاہت کی مہک آئے۔ محبوب کی چاہت کی یہ مہک جب زندگی کا لازمہ بن جائے تو اسے محبت کہیں گے۔

کسی سے محبت کیوں ہوتی ہے؟

اسباب محبت

محبت اور عشق کو نفسیاتی حقیقت و ماہیت کے سمجھ لینے کے بعد اب ہم ان کے پیدا ہونے کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں گے

امام غزالیؒ نے پہلے تو اس نا قابل انکار حقیقت پر زور دیا ہے کہ۔ محبت کے واسطے معرفت یعنی پہنچانی یا علم وادرک کی ضرورت ہے اگر پہچان نہ ہوگی۔ تو محبت کیسے ہو سکتی ہے۔ جس چیز کے ادراک سے کسی قسم کی لذت حاصل ہو۔ وہ چیز دل کو محبوب ہوگی۔ اس لیئے محبوب کے معنی یہ ہیں کہ طبیعت کو اس کی طرف میل ہو۔ اور اگر طبیعت کی رغبت زیادہ بڑھ جائے تو اسے عشق کہتے ہیں۔

محبت کے اسباب و اقسام

۱۔ محبت نفس

۲۔ محبت حسن

۳۔ محبت آثاری

۴ محبت انفعالی

۵ محبت صفائی

۶ محبت ذاتی

۱۔ محبت نفس

یہ ایک ناقابل انکار ضروری و وجدانی حقیقت ہے کہ۔ ہر شخص کو اپنی ذات سے محبت ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کو چاہتا ہے۔ اور اس کے روح و کمال و بقا کو چاہتا ہے۔ اور موت نیستی و نقصان اور موانع کمال کو پسند کرتا ہے۔ اور ان سے بغض رکھتا ہے یہ چیز انسان کی سیرت یا فطرت میں داخل ہے۔ اس لئے انسان اول تو اپنی محبت چاہتا ہے پھر اپنے مال و اولاد دوست آشناؤں کی بقا چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ ان کی بقا کو اپنی ذات ہی کی بقا سمجھتا ہے جانتا ہے کہ ان سے ان کا نام باقی گا اور جب قدر اس کا مال و دولت کنبہ و قبیلہ زیادہ ہو گا۔ اس کی عزت و شوکت میں ترقی ہو گی۔ صاف ظاہر ہے کہ ان سب سے محبت دراصل اس کی اپنی ذات کی محبت پر مبنی ہوتی ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ لیکن علم صحیح انسان کو اپنی ذات کی محبت سے نکال کر اپنی ذات کے خالق و موجد کی طرف لے جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی ذات کو قیام ہے۔ یہی سبب حق تعالیٰ سے محبت یا عشق کا سب سے بڑا سبب ہے۔ جس شخص کو اپنی ذات کا عرفان حاصل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس کی ہستی یا وجود خود اس کی ذات سے قائم نہیں۔ بلکہ سب وجود و دوام و کمال کسی اور ہی سے ہے۔ جس نے اس کو پیدا کیا

، زندگی عطا کی کمال تک پہنچایا وہی اس کا خالق ، موجد ہے قیوم ، ہے وہی اس میں صفات کمال پیدا کرتا ہے۔ ان کی تکمیل کی اسباب فراہم کرتا ہے ورنہ انسان بذاب خود عدم محض ہے۔ لاشئ ہے۔ قرآن کریم نے بھی واضع طور پر فرمایا

قد خلقتک من قبل ولم تک شیاء

میں نے تم کو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے

جب کسی ذی فہم انسان کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ۔ اس کا وجود اس حی و قیوم کی وجہ سے ہے جو قائم بالذات ہے اور تمام اشیاء کا قیوم ہے۔ تو پھر وہ ضرور اس ہستی کی محبت اپنے سویدائے قلب میں محسوس کرنے لگتا ہے۔ جو اس کی وجود کا خالق ہر آن اس کا قائم رکھنے والا ہے۔ منعم و محسن ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص دھوپ سے بچنے کی خاطر درخت کے سایہ کی پناہ لے اور سایہ کو دوست رکھے اور درخت کو ناپسند کرے جس کی وجہ سایہ کا قیام ہے؟ اسی طرح اس کو معلوم ہے کہ اس کا وجود اور اس کی ساری صفات کا قیام حق تعالیٰ ہی کا رہینِ احسان ہے۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت شدت کے ساتھ اپنے قلب میں محسوس نہ کرے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص جاہل ہو۔ نہ اپنی ذات کو جانتا ہو۔ اور نہ اپنے رب کا اس کو عرفان حاصل ہو۔ کیونکہ یہ اصول مسلمہ ہے کہ کسی شے سے محبت اس کی معرفت کا ثمرہ ہوتی ہے اور جاہل کو معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے اُس کو محبت ہی نہیں ہو سکتی وہ اللہ جل مجدہ الکریم کی محبت سے محروم رہتا ہے۔

اس کی بد نصیبی اور بد بختی پر افسوس ہے

عارف کی نصیحت تو ہمیشہ یہ رہی

رو دل بکسے دہ کہ در اطوار وجود

بودہ است ہمیشہ باتو خواہد بود

۲ محبت حسن۔ یعنی احسان

محبت کا دوسرا موجب احسان ہوتا ہے۔ آدمی غور کرے تو واضع ہو جاتا ہے کہ محسن حقیقی تو حق تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ احسان کسی انسان کی طرف سے غیر ممکن ہے اگر ہم کسی کو محسن کہتے ہیں تو صرف مجازی معنی میں کہہ سکتے ہیں۔

در اصل محسن صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کو یوں سمجھ کہ اگر تم کو کوئی شخص وافر دولت عطا کرتا ہے۔ تو وہ محبت حقیقی نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ صرف محسن مجازی حقیقی محسن تو اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اس دولت کا جمع کرنا معطی کو توفیق عطا کرنا کہ اس میں سے کچھ تم کو دے۔ یہ سب کام حق تعالیٰ کے ہیں۔ جس نے مال و دولت ارادہ اور توفیق کو پیدا کیا اگر وہ مال دولت پیدا نہ فرماتا تو خزانہ کہاں سے جمع ہوتا اور اگر معطی کے دل کو تمہاری طرف راغب نہ کرتا تو وہ تم کو کیوں دیتا۔ تمہیں دینے کا ارادہ ہی کیسے کرتا

اللہ تعالیٰ ہی نے یہ لوازم پیدا فرمائے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ تمہیں دینے ہی میں اس کا دینی دنیوی نفع ہے۔ ان حالات میں وہ تم کو دیتا ہے اور دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ایسی صورت میں محسن اسی ذات کو جاننا چاہئے۔ جس نے معطی کو تمہارے لئے مسخر و مضطر کر دیا۔ اور وہ تمام لوازمات فراہم کردیئے جن سے احسان کا فعل وجود میں آیا اللہ تعالیٰ ہی حقیقی معنی میں محسن و جواد ہے یہ ساری ظاہری و باطنی نعمتیں جو ہمیں حاصل ہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں

جیسا کہ ارشار باری تعالیٰ ہے

اسبَغَ علیکم نعمۃً ظاہرۃً و باطنہ

اس نے تم اپنی ظاہری باطنی نعمتیں پوری کردی ہیں۔

اور اس کثرت سے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

وان تعدو نعمۃ اللّٰہ لا تحصوھا

اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو ہرگز نہیں کر سکتے۔

کجا لب صدف و شکر ابر نسیاں است
کہ از شمار بروں قطرہائے باراں ست

تو گویا۔ صاحب جود و کرم، محسن حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے وہی ذات محبت کے مستحق ہے۔

کسی عارف نے کیا خوب کہا ہے

وصل تو چوں دست داد ملک جہاں گو مباش
لعل تو چوں حاصل است جو ہر جاں گو مباش
عاشق روئے تونیست طالب دنیا و دیں
آرزوئے جاں توئی کون مکاں گو مباش
گردش گردوں اگر قطع شود گو بسو
حاصل فطرت توئی دور زماں گو مباش
بے تو نیرزد و جودے، ہر چہ بود در جہاں
مایہ جہاں ہاتوئی سودوزیاں گو مباش

۳۔ محبت آثاری

یہ وہ محبت ہے جو ذات سے نہیں بلکہ آثار سے وجود میں آتی ہے۔ اور اس وقت تک قائم رہتی جب تک وہ اثر باقی رہے۔ اثر گیا تو محبت بھی گئی۔ یہ مجازی محبت کا خاصہ ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ پتھروں سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور اس گمان میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان کی قسمت کا ستارہ ان سے ملتا ہے۔ یا وہ کسی اور سبب سے جمادات و نبادات سے بھی محبت کر رہے ہوتے ہیں

۔ مثلاً قدیم عربی لٹریچر خاص طور پر شعراء جاہلی کے کلام کا مطالعہ کیا جائے تو جابجا ایسے اشعار ملتے ہیں۔ جن میں وہ تلواروں اور گھوڑوں کے ساتھ ٹیلوں کا چشموں اور پرانے کھنڈرات کی تعریف بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہاں کبھی کبھار پڑاؤ کے دوران ان کی محبوبہ کا قیام رہا ہوتا ہے۔ اس لیے جب کبھی اس طرف سے گزر ہوتا ہے۔ تو خیموں کے آثار دیکھ کر ان کی طبعیت بے چین ہو جاتی ہے اور وہیں بیٹھ کر نا معلوم محبوبہ کے نام لمبی لمبی نظمیں لکھ دیتے۔

یہ عام بشری خاصہ ہے کہ محبوب سے منسوب ہر چیز محبوب ہوتی ہے۔ الغرض ان آثار کی موجودگی انسان کو اظہار محبت پر اکساتی رہتی ہے لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ۔ ان آثار کے مٹنے کے ساتھ ساتھ جذبہ محبت بھی معدوم ہو جاتا ہے

۴۔ محبت افعالی

یہ محبت وہ ہے جو محبوب کی ذات سے نہیں بلکہ اس کے کسی فعل سے منسوب ہوتی ہے۔ محبوب کا کوئی کام اور کوئی ادا جو دل کو ایسی بھا جاتی ہے۔ کہ بے اختیار محبت ہونے لگتی ہے۔ کوئی اچھا خوش نویس ہے۔ تو اس کی خوش نویسی وجہ محبت بن جاتی ہیں۔ کوئی اچھا کھلاڑی اپنے شاندار کھیل کی بنا پر شائقین کی محبت جیت لیتا ہے۔ لیکن یہ محبت ہمیشہ بر قرار نہیں رہتی مثال کے طور پر وقت کے ساتھ کھلاڑی کا کھیل معیار سے گر گیا۔ تو محبت کا جذبہ ماند پڑ گیا۔ اور پھر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اس کا نام بھی ذہنوں سے محو ہو گیا اس طرح کوئی خوش الحانی سے آواز کا جادو جگاتا ہے۔ تو لوگ اِس کے فن سے محبت کرتے ہیں۔ اور جب کسی وجہ سے خوش الحانی جاتی رہی تو وہ محبت بھی خواب و خیال ہو گئی۔ گویا افعالی محبت بھی حالات کے رحم و کرم پر ہوتی ہے۔ حالات بدلنے کے ساتھ

ساتھ محبت کے قرینے بدلنے لگتے ہیں۔ بقول اقبال۔

نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں نہ وہ عشق میں سرگرمیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

افعال و کمال کی بنا پر اگر انسان کی طبیعت مجبور ہوتی ہے محبت کرنے پر تو پھر بھی اللہ جل مجدہ الکریم مستحق محبت ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو عام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ عمیم سے پیدا کیا۔ ان کو ان کی ضرورت کی چیزیں عطا کیں کمال و زیب و زینت سے آراستہ فرمایا۔ وہ محسن کے جس کے احسان کی کوئی حد نہیں جس کی سخاوت کی کوئی انتہا نہیں۔ زمین و آسمان چاند سورج اور ستارے آب و خاک و آتش و باد سب اسی کے جود و سخا سے فیض یاب ہیں۔

فضل خدائے راکہ تواند شمار کرد
یاکیت آں کہ شکر یکے ازہزار کرد
آں صانع لطیف کہ برفرش کائنات
چندیں صورت الواں بکار کرد
ترکیب آسمان و طلوع سیار گاں
از بہر عبرت نظر ہوشیار کرد
تو حید گوئی تو نہ بنی آدم است و بس
ہر بلبلے کہ زمزمہ بر شاخسار کرد

ایسے کمالات نامتناہیہ کی حامل ذات ہی محبت کی مستحق ہو سکتی ہے اور اسی کا عشق لذت بے پایاں کا مبداء ہوتا ہے۔

لذت عشق فرو رفت مرا در رگ و پے
عشق می گویم و جان می دہم از لذت وے

یہ سب محبتیں صفات کے دم قدم سے جلوہ دکھاتی ہیں اور اگر بالغرض محبوب ان

صفات سے عاری ہو جائے تو اس سے تعلقِ محبت ایک قصہ ماضی ہو کر رہ جاتا ہے

۵ - محبت صفاتی

یہ محبت کی وہ قسم ہے ۔ جو محبت کی کسی صفت یا اس کے حسن و جمال کی کسی دلکشی سے پیدا ہوتی ہیں ۔ حسن و جمال محبت یا عشق کا پانچواں قوی سبب ہے ۔ کوئی محبوب کے سیاہ دراز زلفوں کا گرویدہ ہے کوئی تو اس کے قد و قامت اور رخسار و عارض کا شیدا ہے ۔ کسی کو محبوب کی شرینی گفتگو پسند ہے ۔ اور کوئی اس کے چشم و آبرو پر مرمٹا ۔ بہرحال

حسن و جمال کی دو قسمیں ہیں ۔ ظاہری و باطنی ۔ ظاہری حسن و جمال آنکھ سے دکھائی دیتا ۔ اور باطنی جمال دل سے نظر آتا ہے ۔ جمال ظاہری کو بچے اور بہائم بھی دیکھ سکتے ہیں ۔ اور جمال و باطنی سوائے اہل دل کے کوئی نہیں دیکھ سکتا ۔ جس آنکھ کو حسن و جمال نظر آتا ہے وہ اس کو مرغوب و محبوب ہوتا ہے ۔ اور جمال باطنی دل کے آنکھ سے نظر آتا ہے ۔ اس لئے دل کو محبوب ہوتا ہے ۔ اور دل اس کا فریفتہ و گرویدہ ہوتا ہے ۔ مثلاً انبیائے عظام اولیاء کرام سے جو محبت ہوتی ہے ۔ وہ ان کی شکل و صورت ظاہری کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ ان کے جمال باطنی کے سبب سے ہوتی ہے ۔ جس کو کمال کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے ۔ اگر غور کیا جائے تو کمال تین صفات پر منحصر ہے ۔ (۱) علم (۲) قدرت (۳) تنزہ و تقدس ' صاف ظاہر ہے کہ یہ تینوں صفات بدرجہ کمال صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات میں جمع نہ اور کسی میں اس لیئے اللہ جل مجدہ الکریم ہی کی ذات لائق محبت ہے

ترکت للخلق دنیا ھم و دینھم
شغلا بحبک یادینی و دنیای

میں نے خلق کے لئے ان کی دین و دنیا کو چھوڑ دیا ہے
اے میرے دین اور میری دنیا تیری ہی محبت کے شغل میں، میں نے ایسا کیا
جب علم کی فضیلت پر غور کیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی قرار نہیں دیا جا سکتا جس کے علم سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

ولا یحیطون بشیی ء من علمہ الا بما شاء

اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی ہے اور مخلوق کو جتنا علم عطا فرمایا اس نے عطا فرمایا
ارشاد باری تعالیٰ

خلق الانسان علمہ البیان

انسان کو اللہ جل مجدہ الکریم نے علم سے سرفراز فرمایا
اگر علم کا جمال و شرف ایک محبوب شے ہے۔ اور موصوف کے لئے باعث زنیت و کمال ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور محبوب نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے یہ کہا گیا ہے

ہمہ تن چشم شو چو نرگس
تابہ ہر دیدہ دوست دیدہ شود

اب صفت قدرت کو لو۔ یہ بھی ایک کمال ہے اور ہر کمال باعثِ محبت ہوتا ہے جب ہم کسی کمال کا ذکر سنتے ہیں تو ہمارے دل کو ایک قسم کی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس صاحب کمال سے ہمیں محبت ہوتی ہے مثلاً جب ہم حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری کا ذکر سنتے ہیں تو ہمارے دل کو ایک فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اب تھوڑی دیر کے لئے اللہ تعالیٰ کے قدرت و غلبہ، حلال و عزت پر غور کرو، جس کے قبضہ قدرت میں ساری کائنات ہے۔ تمام

آسمان و زمین ' افلاک و کواکب سر بفلک پہاڑ ' طوفان خیز سمندر تمام معدنیات ' نباتات ' حیوانات اور انسان ہیں ان سب کا وہی خالق ہے ۔ وہی ان پر معرف سب کی باگ اسی کے ید قدرت میں ہے ۔ ذاتی حول و قوت اس کے سوا کسی کو نہیں وہی جبار و قہار دانا و توانا ہے ۔ عظمت و جلال و کبریا ' قہرو استیلاء سب اسی کو شایاں ہیں ۔

اب اگر کسی سے محبت کمال قدرت کی وجہ سے ہو سکتی ہے ۔ تو ایسی محبت کا مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہو سکتا ہے ۔

ابذلو ارواحکم یا عاشقین
ان تکونوا فی ہوانا صادقین
گوئے دولت آں سعادت مند برد
کو بپائے دلبر خود جاں سپرد

اگر صفت تقدس پر غور کیا جائے ۔ تو عیوب و نقائص سے مبرا اور رزائل وخبائث سے منزہ ہونا ایسی صفت ہے ۔ جس کا شمار موجبات محبت و مقتضیات حسن و جمال میں سے ہوتا ہے ۔ اسی صفت کے پائے جانے کی وجہ سے ۔ ہم انبیاء و اولیاء و صالحین وابرار سے محبت کرتے ہیں ۔ اگرچہ انبیاء و صدیقین بھی عیوب و نقائص سے پاک ہوتے ہیں مگر درجہ کمال تقدس و تنزہ اس ذات کے سوا کسی میں نہیں ہے ۔

جس کی صفتالملک القدوس
ذی الجلال والاکرام ہے

درجہ کمال تقدس جس صفت کا نام ہے ۔ وہ خدائے واحد ہی کے لیئے مختص ہے ۔ اور اگر کسی مخلوق میں کوئی کمال پایا جاتا ہے تو یہ سب اسی واہب العطایا کی ایک عطا ہے ۔

جب یہ تسلیم کر لیا گیا کہ جمیل محبوب ہوتا ہے۔ اور کمال باعثِ محبت ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی لائق محبت نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی صاحب جمال و کمال ہے۔

اپنی شان میں یکتا ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں۔ کوئی اس کے مثل نہیں۔ غنی ایسا کہ اس کو کسی کی حاجت نہیں۔ قادر ایسا کہ جو چاہئے کرے۔ جو حکم چاہے دے نہ کوئی اس کے حکم کو ٹال سکتا ہے۔ اور نہ اس کی قضا کو رد کر سکتا ہے۔ اس کے علم کا وہ حال ہے کہ زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ۔ قاہر ایسا کہ اس کے اختیار سے کوئی شے باہر نہیں۔ رحیم ایسا کہ ہر شے اس کی عطا ہے۔ ازلی ایسا کہ اس کے وجود کی ابتداء نہیں۔ ابدی ایسا کہ اس کی بقاکی کوئی انتہا نہیں۔ عدم کو اس کی بارگاہ میں واہ نہیں قیوم ایسا کہ خود اپنی ذات سے قائم۔ اور دوسری تمام اشیاء کا مقوم وہی ہے جس کو اپنی عزت و جلال پہ ناز ہے۔ جس کو اپنی قدرت و کمال پر فخر ہے۔ اس کی جلال کی معرفت میں عقلیں متحیر اور دنگ ہیں۔ اس کی صفت کمال میں عارفین ششدر و حیران ہیں ۔ عارفوں کی معرفت کا کمال یہ ہے کہ وہ اس کے کمال کو نہیں جانتے اور اس کی تعریف و توصیف کا یہ عالم کہ کماحقہ اس کی تعریف سے دنیا قاصر ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے یوں اعتراف فرمایا

لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علٰی نفسک

میں تیری وہ تعریف نہیں کر سکتا جو تو نے اپنی ذات کی خود کی ہے

اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

العجز عن درک الا دراک ادراک

تیری پہنچان سے عجز عین پہنچان ہے کمال خداوندی کو احاطہ میں لانا تو در کنار۔ سرکار دو عالم ﷺ کے مقام و کمال کو سمجھتے تک عرفاء کی رسائی نہیں۔

چنانچہ

حضرت بایزید بسطامی سلطان العارفینؒ فرماتے ہیں

میں معرفت کے دریا میں غوطہ زن ہوا تا کہ حضور ﷺ کی حقیقت۔ کمال و مقام کو جان سکوں تو فرماتے ہیں کہ جب بحر معرفت میں غوطہ زن ہوا تو میں کیا دیکھتا کہ میرے اور حضور سراپا نور ﷺ کے حقیقت کے درمیان ایک ہزار نور کے پردے حائل ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی جگہ کو ناپا جاتا ہے تو جہاں سے آپ ناپنا شروع کریں گے اس منزل کی آخری مقام سے اور اگلی منزل کی پہلی مقام تک یہ درمیان والا فاصلہ ناپا جاتا ہے۔ تو سلطان الاولیاء شیخ بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں۔ میرے اور حضور ﷺ کے درمیان ایک ہزار نورانی پردے حائل ہیں۔ کیا مطلب ہوا۔ کہ جہاں ہماری ولائیتوں کی آخری حد ہے۔ وہاں سے لیکر حضور ﷺ کے کمال و مقام کی دہلیز تک ایک ہزار نور کے پردے حائل پائے۔ اور فرمایا کہ میں نے محسوس کیا کہ اگر میں نے پہلے پردے کی طرف قدم اٹھایا تو یوں راکھ ہو جاؤ گا جیسے بال آگ میں گر کر راکھ ہو جاتا ہے اور سرکار دو عالم ﷺ نے بھی فرمایا

یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة سوا ربی

اے پیارے ابوبکر میری حقیقت و کمال و مقام کو میرے رب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جب سرکار دو عالم ﷺ کی حقیقت ' کمال و مقام کو کوئی نہیں جانتا تو اللہ جل مجدہ الکریم کے کمال و قدرت کی معرفت کس کو ہو سکتی ہے۔

اب جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں کرتا۔ ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ۔ کیا وہ ان اوصاف کو اوصاف جمال و محامد کمال نہیں سمجھتا یا اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف نہیں مانتا یا ان صفات کو بالطبع باعث محبت نہیں جانتا

کسی نے کیا خوب کہا۔

گر نہ بنید بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب راچہ گناہ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے جمال کو اندھوں کی آنکھوں سے چھپا لیا کہ وہ دیکھ نہ سکیں اور اپنے جلال کو ان سے پوشیدہ کرلیا وہ اس سے آگاہ نہ ہوں۔ یہ دولت سرمدی ان ہی خوش بختوں کے حصہ میں رکھی ہے جن کی قسمت میں یہ سعادت روز ازل سے لکھ دی گئی۔ اور جن کو آتش حجاب سے بچا لیا گیا ہے۔ اور وہ بدنصیب اس سے محروم ہیں۔ جو اَندھوں کی طرح اندھیرے میں ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ اور دنیا کی خواہشوں اور شہوتوں کے میدانوں میں جانوروں کی طرح چرتے پھرتے ہیں۔

یعلمون ظاھر من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون

یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں

جن نیک بختوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔ وہ اس بدبختوں کے حال پر افسوس کرتے ہیں جو اس سے محروم ہیں۔ اور جن کو یہ دولت حاصل نہیں ہوئی وہ ان صاحب دلوں پر ہنستے ہیں۔ اور حقیر و ذلیل تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ

؎ نہ دیکھ کسی کو حقارت کی نظر سے
ہر چہرہ کسی نہ کسی کا محبوب ہوتا ہے

جو عاشق اس کی خاطر دنیا کی ہر نعمت و دولت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ ناداں لوگ انہیں حقیر گردانتے ہیں۔ حقیقت میں وہ خود مفلس و قلاش ہیں ان کو بھی مفلس و قلاش سمجھتے ہیں خود ہی حقیر و ذلیل ہیں خود پریشان حال دنیا کی طلب میں مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کو بھی پریشان حال خیال کرتے ہیں کاش اگر عاشقوں کی حقیقت ذرا بھی کھل جائے تو وہ دیوانہ وار ان کا دامن پکڑ لیں اور مجنوں کی طرح

گھربار چھوڑ کہ ان پیچھے ہولیں

آنکس کہ ترا شناخت جان را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

مولانا روم صاحب نے مثنوی شریف میں ایک حکایت تحریر فرمائی۔

فرماتے ہیں

ایک مجوسی نے ایک بت خانہ بنوایا اور وہاں آگ کا ابنار لگوا دیا' جو بت کو سجدہ نہ کرتا وہ اس کو اس آگ میں جھونک دیتا ایک مومنہ عورت کو جس کے گود میں معصوم بچہ تھا اس نے پکڑا اور کہا اس بت کو سجدہ کر اس زن پاک مومنہ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اس ظالم نے اس کے گود سے بچہ چھین کر آگ میں ڈال دیا۔

ماں کا کلیجہ اپنے بچے کی محبت کی آگ میں جل اٹھا۔ اور حالتِ اضطرار میں اس نے بت کو سجدہ کرنا چاہا

بچے نے آگ میں آواز دی

اندر آما در کہ من ایں جا خوشم
گرچہ در صورت میان آتشم
اندر آما در بہ بیں برہان حق
تابہ بیتی عشرت خاصان حق
اندر آو آب بیں آتش مثال
از جہانے کہ آتش ست آبش مثال
اندر آسرار ابراہیم بیں

کودر آتش یافت وز دیا سمین
اندر آئید ہمہ پروانہ وار
اندریں آتش کہ دارد صد بہار

مولانا کا مقصود یہ ہے کہ
عاشقوں کی ظاہری حالت سے تم یہ نہ سمجھو کہ وہ عذاب میں ہیں اپنی حالت پہ ان کا قیاس نہ کرو ان کے لیے تو 'غیر عذاب است آں ہمہ
یعنی محبت حق کے پاکیزہ و شیریں پانی کے سوا دنیا کی ساری چیزیں عذاب ہیں۔
اور وہ اس شراب طہور سے مست ہیں اور ان کے دل اس سے مسرور ہیں
جاہل کو اس کی خبر نہیں

۶۔ محبت ذاتی

محبت کی یہ قسم وہ محبت ہے جس میں کوئی سبب نہیں ہوتا محبت کی مندرجہ بالا قسموں کے برعکس یہ محبت کسی صفت' رنگ' روپ' شکل و صورت' قامت اور حسن و جمال کی محتاج نہیں بلکہ اس کی تو علامت ہی یہی ہے کہ محب کو پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی محبوب سے محبت کس وجہ سے ہے محب سارا دن سوچ میں غرق رہے اور شام کوئی فیصلہ نہ کرپائے کہ یہ محبت کیسے اور کیوں ہو گئی مجازی محبتوں میں اسے لیلےٰ مجنوں اور ہیر رانجے کی محبت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے یہ ذاتی محبت ہے جو مجنوں کو باوجود اس امر کے کہ لیلیٰ کالی ہے اس کا دام محبت میں گرفتار کیے رکھتی ہے اس محبت کی بنیاد نہ آثار پر ہوتی ہے نہ افعال و صفات پر بلکہ یہ اس وقت تک دائمی رہتی ہے جب تک محبوب کی ذات برقرار رہتی ہے اب چونکہ مخلوق فانی ہے اس لیے اس کی ذات سے محبت بھی فانی ہو گی لیکن وہ محبت کی مزکورہ بالا قسموں سے ذرا طویل ہو گی جب کہ اول الذکر محبتیں ہنگامی' عارضی اور قلیل وقت پر موقوف ہوتی ہیں۔

مجازی اور حقیقی کا محبت تقابل

مجازی محبت کی طرح حقیقی محبت بھی جو محبوب حقیقی یعنی ذات خداوندی سے ہوتی ہے وہ آثاری بھی ہو سکتی ہے' افعالی و صفاتی بھی اور ذاتی بھی مگر فرق یہ ہے کہ اللہ جل مجدہ الکریم کی محبت چاہے وہ آثاری ہو افعالی ہو' صفاتی و ذاتی' دائمی اور ہمیشہ رہنے والی ہوتی ہے اس لیئے کہ جس طرح ذات الٰہی دائم و قائم ہے اس طرح اس کے افعال و صفات اور آثار بھی دائم و قائم ہیں گویا اللہ تعالیٰ سے محبت جس رنگ میں بھی کی جائے اپنے وجود میں دائمی رہتی ہے یہ الگ بات ہے کہ بندہ اپنی کسی بد بختی کی وجہ سے اس دولت محبت سے محروم کیا جائے

حسن فطرت کے جلوؤں میں حسن خالق کی جلوہ گری

حسن فطرت سے محبت کرنے والے انجام کار اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے لگتے ہیں انھیں لہلاتے کھیتوں' نغمہ گاتی آبشاروں' پر بہار وادیوں' دریاؤں کے تموج' وادیوں اور کوہساروں کے سکوت اور روح پرور نظاروں میں حسن خداوندی جلوہ افروز نظر آتا ہے دشت و دمن اور سبزہ زاروں کی رعنائیوں ان پر خالقِ کائنات کے حسن حقیقی کے جلوے منکشف کرنے لگتی ہیں اور ان کا دامن دائمی ابدی اور لازوال محبت الہیہ کے خزانوں سے مالامال ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

سنریهم ایاتنا فی الافاق و فی انفسهم

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں کائنات میں دکھائیں گے اور ان کی جانوں میں

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کائنات چار سو میں بکھرے ہوئے آثار الٰہی سے محبت اللہ ہی کی محبت کی طرف لے جاتی ہے۔ بلاشک و شبہ یہ آثاری محبتیں بھی محبت الٰہی کا درجہ ہیں مگر ہیں یہ بھی دائمی ہی اور جس کو یہ نصیب ہو جائیں وہ بھی غنیمت ہیں۔ خوش قسمت ہیں' وہ لوگ جو ان چیزوں سے اللہ کی محبت پالیں۔

اسی طرح کچھ افعالی محبتیں بھی محبت الٰہی کا پیش خیمہ بن جاتی ہیں۔ بندہ اللہ سے محبت اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ رزاق ہے۔ بخشنہار ہے۔ غفورالرحیم ہے۔ وہ بیماروں کو شفا دیتا ہے ایسے مریض جنھیں حکیم و ڈاکٹر لاعلاج قرار دیں اور بظاہر ان کے زندہ رہنے کی امید باقی نہ رہے جب ہر طرف سے مایوس ہو کر اللہ سے رجوع کریں اور انھیں شفا مل جائے تو اسباب سے ماوراء شفایابی کا یہ فعل چونکہ باری تعالیٰ سے منسوب اور جنگل بیابانوں میں جہاں حالات بالکل ناساز گار ہوں خزانہ غیب سے رزق اور مدد کا میسر آجانا اور بندے کا یہ دیکھ لینا کہ یہ تائید غیبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سربستہ در کھول دیتا ہے بعض لوگ اللہ تعالیٰ سے صفاتی محبت کرتے ہیں ان کی محبت کا محور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت صفت رحمانیت، صفت مالکیت اور صفت ربوبیت وغیرہ میں سے کوئی بھی صفت ہو سکتی ہے اس کا انتائی حسین و جمیل ہونا اس کی اعلیٰ اور بلند و بالا صفتوں میں سے ایک ہے جسے بندہ چشم تصور سے دیکھتا ہے تو صفاتی محبت بڑھنے لگتی ہے اور جوں جوں وہ مراقبے کے عالم میں اس پر غور کرتا ہے یہ محبت بڑھتی ہی چلی جاتی ہے صفاتی محبت بھی دائمی ہے اور اس کا خزانہ لازوال ہے

آثاری محبت پر افعالی محبت غالب و فائق ہے۔ اب چونکہ اثر فعل سے پیدا ہوتا ہے اور فعل صفت سے لٰہذا افعالی محبت پر صفاتی محبت غالب ہوتی ہے یہ محبت بڑے اور عظیم المرتبت اولیاء اور اہل اللہ کو نصیب ہوتی ہے جن کی محبت کا مرکز و محور اللہ تعالیٰ کی صفات ہوتی ہیں اب حقیقی محبت میں سب سے اونچا درجہ وہ ہے جب اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان تعلق محبت سے آثار بھی اٹھ جاتے ہیں اور افعال و صفات بھی نکل جاتے ہیں اور بندے کی محبت کا مرکز تنہا ذات رہ جاتی ہے اس کی علامت یہ ہے کہ چاہے اس کو رزق ملے نہ

ملے اس کی محبت نہیں ٹوٹتی افعالی محبت کا طرۂ امیتار تو یہ کہ رزق ملے تو محبت پیدا ہوتی ہے بندہ شکر بجالاتا ہے چھن جائے تو دکھی و پریشان ہوتا ہے اور شکوہ زباں پر لاتا ہے صفاتی محبت کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے لیکن جسے ذات سے محبت ہو جائے اس کا رشتہ محبت نہیں ٹوٹتا چاہے وہ ساری عمر بھوکوں مارے اور کسی بھی حال میں رکھے صحت دے یا بیماری، جسم سالم رکھے یا ٹکڑے ٹکڑے کردے، لوگ پھولوں کے ہار گلے میں ڈالیں یا پتھر ماریں محبت میں فرق نہیں آتا

مجھے موت دی کہ حیات دی یہ سوال نہیں کہ کیا دیا
تیری نگاہِ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

ذاتی محبت کا کمال و امتیاز یہ ہے کہ وہ ساری جہتوں سے ماوراء اور بے نیاز ہوتی ہے محبت کے سفر پر نکلے ہوئے سالک کو چاہئے کہ ساگر اسے آثاری محبت نصیب ہو جائے تو صفات کی طرف رجوع کرے اور صفات کی محبت نصیب ہو جائے تو ذات کی طرف کمر ہمت باندھ لے کہ بندے کی انتہائی منزل یہی ہے کچھ ایسے خوش نصیب ہیں جنھیں براہ راست ذات سے محبت نصیب ہو جاتی اور ان کے سفر کی ابتداء ہی ذاتی محبت سے ہوتی ہے محبتوں کے لئے ظرف خود خدائے پاک انتخاب کرتا ہے اور ان کی خوش قسمتی کا کیا ٹھکانا جو محبوب حقیقی سے ذاتی محبت کرنے لگیں پھر محبوب حقیقی بھی بندے کی ذات کو محبوب بنا لیتا ہے قرآن حکیم میں واضع ارشاد ہے

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم

(اے محبوب ﷺ) آپ فرما دیجئے! اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (نتیجۃً) اللہ تم کو محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا

اللہ تعالیٰ سے ذاتی محبت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو محبوب بنا کر اس

کے گناہوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لیتا ہے کتنے لطف کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو محبوب پہلے بناتا ہے اور گناہوں کی بات بعد میں کرتا ہے سوچنے کی بات ہے کہ کیا کوئی گنہ گار بھی رب کا محبوب ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ آئیہ کریمہ کھول کر بیان کر رہی ہے کہ اے بندے جب اللہ جل مجدہ الکریم تمہیں اپنا محبوب بنالے گا تو تمہارے گناہ بخش دے گا۔ وہ کونسے گناہ ہیں جنھیں بخشوانے کی بات ہو رہی ہے اس کا جواب اس آیت کریمہ سے مل رہا ہے کہ بندہ آخر خطا کا پتلا ہے خطا و نسیان سے مرکب انسان کسی بھی وقت نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آکر ٹھوکر کھا سکتا ہے اسے یہ مژدۂ جانفزا دیا جا رہا ہے کہ اگر وہ ہماری ذات سے محبت کرنے لگے تو ہم اسے اپنا محبوب بنالیں گے اس کو محبوب بنانے کے بعد ہمارا شیوہ یہ ہے کہ اگر وہ گناہ کر بیٹھے تو ہم اس کے گناہ مٹاتے چلے جائیں گے بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیں گے جیسا کہ ایک مقام پر قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے

ان الحسنات یذھبن السیات

بے شک نیکیاں گناہوں (کی ظلمت) کو دور کر دیتی ہیں

کیا عجیب نکتہ ہے کہ لوگوں کی نگاہوں میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ بندے کو مقام محبوبیت ملنے کے بعد گناہ نہیں رہتے بلکہ نیکیوں میں بدل دیئے جاتے ہیں۔

محبتوں میں خطائیں ہو ہی جاتیں ہے
محبتوں کا تقاضا ہے در گزر کرنا

اقبال اور تصور عشق و محبت

گزر جا خرد سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

اور

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پہ بنیاد اعمال رکھ

گزشتہ چند صفحات پہ آپ نے اقبال کا نظریہ سمجھ لیا ہو گا اختصار کے پیش نظر ہم تھوڑی سے مزید وضاحت کرتے ہیں اقبال کے نزدیک عشق درج ذیل عناصر خمسہ کے امتزاج سے وجود پذیر ہوتا ہے

۱۔ اخلاص
۲۔ یقین
۳۔ عمل
۴۔ فقر
۵۔ حضوری

۱۔ اخلاص۔

اخلاص ہر قسم کے حرص و طمع اور کدورت و مخالفت سے پاک قلب و باطن کی اس کیفیت کا نام ہے' جہاں انسان کا تعلق بندگی اللہ تعالیٰ سے اس قدر یکسوئی اور خالصیت کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے کہ اس کا ہر قول و فعل حتیٰ کہ جینا اور مرنا بھی صرف اللہ کے لیے خاص ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا ہے

لیعبدواللہ مخلصین لہ الدین

تاکہ اللہ کی ایسی بندگی اختیار کریں کہ دین کو مکمل طور پر اسی کے لیے

خالص کر دیں۔

اس اخلاص کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے

قل ان صلوتی ونسکی و محیای ومماتی للّٰہ رب العلمین

کہہ دے کہ میری نمازیں، میری قربانیاں اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے

زندگی میں اخلاص کی یہی کیفیت عشق کا عنصر اوّلیں ہے۔ اقبال اس مضمون کو یوں بیان کرتا ہے۔

صدق خلیل بھی ہے عشق
صبر حسین بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں
بدر و حنین بھی ہے عشق

عشق کا آغاز تعلق میں اخلاص کے بغیر نہیں ہوتا۔ اور تعلق میں اخلاص کا مظہر یہ ہے کہ سب کچھ محبوب کے لیے وقف کر دیا جائے۔ آتش نمرود ہو یا کنارہ فرات معرکہ ہائے بدر و حنین ہوں یا زندگی کے دیگر احوال و کیفیات۔ الغرض ہر حال اور کیفیت میں تعلق باللہ کا اخلاص کے ساتھ قائم رہنا اور اندیشۂ سود و زیاں سے بالا تر ہو کر محبوب کی رضا کا متلاشی رہنا، یہی عشق کا پہلا سبق ہے جسے فکر اقبال میں جا بجا مختلف پیرایوں میں اجاگر کیا گیا ہے۔

۲۔ یقین

اقبال کے تصور عشق کا دوسرا عنصر یقین ہے۔ یقین وہ لازوال دولت ہے جس تک رسائی کے لئے انبیاء و رسل کو بھی عالم لاہوت و ملکوت کا مشاہدہ کرایا جاتا رہا ہے قرآن منزل یقین کے باب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کائناتی مشاہدے کی نسبت یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین

ہم نے زمین و آسمان کی بادشاہوں کا مشاہدہ اس لیے کرایا کہ وہ صاحب یقین ہو سکیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام یقین کی اس منزل پر فائز کئے جا چکے ہیں جو اقبال کے نزدیک عشق کا دوسرا زینہ ہے۔ اس لیے اقبال وجود ابراہیم (علیہ السلام) کو خود عشق سے تعبیر کرتے ہوئے کہتا ہے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

ایک مقام پر اقبال عقل اور عشق کا موازنہ کرتے ہوئے عقل کو شک کا آئینہ دار قرار دیتا ہے اور عشق کو یقین کا عکاس

؎ عقل را سرمایہ از ہم و شک است
عشق را عزم و یقین لا ینفک است

قرآن اس تصور پر ان الفاظ میں مہر تصدیق ثبت کرتا ہے

واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین

اپنے رب کی ایسی بندگی کر کہ تجھے منزل یقین نصیب ہو جائے

اقبال کے نزدیک یقین اس باطنی اور ذہنی کیفیت کا نام ہے جو محال کو ممکن اور ناممکن کو واقع بنا دیتی ہے۔ یہی یقین مومن کے لیے خود تقریر الٰہی بن جاتا ہے اقبال کہتا ہے

؎ ترے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے
خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے

عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

اقبال کہتا ہے کہ اسی یقین سے نئی تقدیر رقم ہوتی ہے اور پرانی تقدیر بدل جاتی ہے

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہے زنجیریں

اقبال ایک اور مقام پر کہتا ہے

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را ناممکن ، ممکن است

صاف ظاہر ہے کہ یقین کی اس کیفیت میں زندگی کے ہر قدم پر کامیابی و کامرانی کی ضمانت کا پایا جانا بھی از حد ضروری ہے۔ قرآن اس کی تائید یوں کرتا ہے:

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مومنين

پست ہمت نہ ہونا اور نہ گھبرانا تم ہی غالب ہو کر رہو گے اگر تم صاحب ایمان یعنی اہل یقین ہو جاؤ

۳۔ عمل

علم کی بناء شک ہے اور عمل کی یقین علم ماضی و حال کی توجیہہ کرتا ہے اور عمل مستقبل کی تخلیق۔ علم کا محل عقل ہے اور عمل کا عشق سود و زیاں کو ناپتی ہے اور عشق اس سے بے نیاز ہوتا ہے

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

اس لیے عقل سست رفتار ہے مگر عشق سبک رفتار۔ بقول اقبال

؎ عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنی پیغام ابھی

اقبال ایک اور مقام پر کہتا ہے

؎ مردِ خدا کا عشق ، عشق سے صاحب فروغ
عشق ہے اصل حیات ، موت ہے اس پر حرام
عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں ، جن کا نہیں کوئی نام
عشق دم جبرئیل ، عشق دل مصطفیٰ
عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام
عشق فقیہہ حرم ، عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام
عشق کے مضراب سے نغمہ تار حیات
عشق سے نور حیات ، عشق سے نار حیات

یہی وجہ ہے کہ عشق منزل کو پالیتا ہے اور عقل گرد راہ میں گم ہو کر رہ جاتی ہے

؎ بو علی اندر غبار ناقہ گم !
دست رومی پردۂ محمل گرفت

عقل کا نمائندہ بو علی جو تلاش محبوب میں دوڑا مگر ناقہ کے پاؤں سے اٹھنے والی گرد میں گم ہو کر رہ گیا۔ مگر نمائندہ عشق (مولائے روم) نے آگے بڑھ کر کجاوے کا پردہ تھام لیا جس میں محبوب سوار تھا

وہ عمل جو عشق سے وجود میں آتا ہے۔ سراسر مجاہدہ ہے۔ اور اسی مجاہدے میں منزل تک رہنمائی کی ضمانت دی گئی ہے۔ ارشاد ایزدی ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

جو لوگ ہمارے اندر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر سب راہیں کشادہ کر دیتے ہیں۔

اقبال کے نزدیک جب بادۂ حق کا راہی سامان عشق سے آراستہ ہو کر عازم سفر ہوتا ہے تو زمین و آسمان کی ساری مسافتیں اور بیکرانیاں اس کے قدموں میں سمٹ آتی ہیں اور وہ ایک ہی قدم میں بہت سے مرحلے طے کر جاتا ہے۔

عشق کی ایک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھتا تھا میں

۴۔ فقر

اقبال کے نزدیک عشق عین فقر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیاء کے نزدیک راہ جذب سے آنے والوں کا سفر، راہ سلوک والوں کے مقابلے میں زیادہ جلدی طے ہوتا ہے کیونکہ یہ عشق کے شہسوار ہوتے ہیں

فقر کی ماہیت بیان کرتے ہوئے اقبال نے شرع کے ظاہر پرستانہ رجحان اور نام نہاد باطن پرستی دونوں کی خبر لی ہے۔ ظاہر پرستی کی رو میں بہنے والے منکرین فقر کو جو محض علم نظری کو ہی جملہ معارف کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اقبال ان الفاظ میں ہدف تنقید بناتا ہے۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ
علم فقیہ و حکیم، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جو یائے راہ فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر، علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ
چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینہ مہر و ماہ

دوسری طرف نام نہاد باطنیت کی انتہا پسندی کی نفی کرتے ہوئے اقبال یوں رقم طراز ہے

فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست
ما امینیم ایں متاع مصطفیٰ است

گویا فقر ترک لباس' ترک زوجیت اور ترک دنیا کا نام نہیں بلکہ وہ استغناء قلب ہے جو فخر سرور کائنات ہے۔ اسی لیے اقبال کہتا ہے

؎ فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر سپاہ
فقر ہے میروں کا میر' فقر ہے شاہوں کا شاہ

فقر مومن کی تعریف اقبال نے یوں کی ہے

فقر مومن چیست ؟ تسخیر جہات
بندہ از تاثیر او مولا صفات
فقر کا فر خلوت دشت و دراست
فقر مومن لرزۂ بحر و براست
فقر عریاں گرمی بدر و حنین
فقر عریاں بانگ تکبیر حسین

اقبال کا عشق اس فقر کا موجو ہے' جو بدر حنین کے معرکے بپا کرتا ہے' کربلا کے ریگزاروں کو لالہ زار کرتا ہے اور اقوام و ملک کی تقدیر اپنے خون مقدس سے رقم کرتا ہے گویا اقبال کے نزدیک فقر سراسر انقلاب ہے مگر انقلاب کی سمت کے تعین کے لیے رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے' یہ رہنمائی اگر حضوری کے سر چشمے سے ہو تو سمت درست رہتی ہے' اگر دل کی حالت بے حضوری کی ہو تو سمت غلط

ہو جاتی ہے اس لیے اقبال کے تصور عشق کا پانچواں عنصر حضوری ہے

۵۔ حضوری

اقبال نے اس کو توجیہہ یوں کی ہے

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں
دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں
بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تو تو بے حضور نہیں

اقبال کے نزدیک صحیح رہنمائی کے لیے جس حضوری کی ضرورت ہے وہ نہ عقل کے ذریعے میسر آ سکتی ہے، نہ علم کے واسطے سے۔ حسن تمام کی صحبت، جس قدر عشق کو نصیب ہے کسی اور کو نہیں۔ کیونکہ بقول اقبال اگر حسن محفل ہے تو عقل ہنگامہ محفل ہے حسن زلف ہے تو عشق اس کی پریشانی ہے۔ حسن تصویر ہے عشق اس کی حیرانی ہے۔ حسن جلوہ ہے تو عشق اس کا پر تو ہے۔ حسن خورشید ہے تو عشق اس کی تپش اور حسن ماہتاب ہے تو عشق اس کی روشنی ہے ۔ الغرض حسن و عشق جس روپ میں بھی ہوں عشق کو حسن کا وہ قرب حاصل ہے جو کس اور شے کو میسر نہیں لہٰذا اسی سے حضوری ممکن ہے۔

اقبال کے نزدیک جب عشق ان عناصر خمسہ سے ترتیب پا کر انسانی شخصیت کے باطن میں سما جاتا ہے تو وہ انسان کو اس زندگی سے بہرہ ور کر دیتا ہے جو موت سے آشنا نہیں ہوتی وہ موت خود اس کے لیے حیات جاوداں کا پیغام بن جاتی ہے اور اسے ہر لمحہ نئی اور تازہ زندگی عطا کرتی رہتی ہے

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عشق کی یہ چنگاری جو شعلہ جوالہ بن کر انسانی شخصیت کے ہر گوشے کو منور اور اس کے قلب و باطن کو انقلاب آشنا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے' کسی طرح بھڑکائی جائے اقبال اس مقام پر ہماری رہنمائی کرتے ہوئے جمال محبوب ﷺ کی فریفتگی کی تلقین کرتا ہے جمال مصطفوے ﷺ سرچشمہ عشق ہے۔ اقبال کے نزدیک دامن مصطفوی ﷺ سے وابستہ ہوئے بغیر وہ آتش عشق نصیب نہیں ہو سکتی جو پیکر خاکی کو صد رشک ملائک کر دے۔ اقبال جب ارض و سما کی وسعتوں پر نظر ڈالتا اور جہان رنگ و بو کی گہرائیوں میں اتر کر دیکھتا ہے تو اسے ہر پیکر وجود عشق مصطفوی ﷺ سے لبریز نظر آتا ہے۔ اسی طرح جب وہ جذب دروں کی پنہائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے' تو اسے زندگی کے جملہ مظاہر آفتاب مصطفوی ﷺ کی کرنوں سے مستنیر نظر آتے ہیں یہاں اقبال بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست

اقبال کے نزدیک یہ عشق و مستی جو انسانی حقیقت کے ارتقاء کا وسیلہ ہے محض عشق مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے نصیب ہوتی ہے۔ حلاوت ایمانی کی سرشاریاں اور جذب و کیفیت روحانی کی مستیاں' سب اسی آفتاب کی کرنیں ہیں۔ اقبال کہتا ہے کہ ذات محبوب ﷺ ایک بحر بے کنار ہے جس کی موجوں سے زمین و آسمان کی ساری کائنات معمور ہے۔ شاہ ولی اللہ

محدث دہلویؒ نے بھی اپنے ایک مشاہدے کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ حضور نے مجھ پر بارہا توجہ فرمائی اور مختلف شانوں کے ساتھ ظہور فرمایا یہاں تک کہ پوری کائنات میں جاری و ساری ہونے کی شان سے بھی جلوہ گر ہوئے۔

حتی ثا تخیل ان الفضاء ممتلی بروحه علیه الصلوٰة والسلام

حتیٰ کہ میں نے خیال کیا کہ ساری فضا حضور ﷺ کی روح اقدس سے لبریز ہے۔

اقبال کہتا ہے کہ اہل دل! تم سب اسی سمندر سے سیرابی حاصل کرو تاکہ تمہیں زندگی نصیب ہو سکے۔ اور تمہاری گزری ہوئی وہ روحانی کیفیات اور ایمانی حلاوتیں جنہیں ہوا و ہوس اور مادیت و نفسانیت چھین کر لے گئی ہے تمہیں واپس مل سکیں۔

؎ می ندانی عشق و مستی از کجا ست
این شعاع آفتاب مصطفیٰ ست
زندہ تا سوز او در جان تست
این نگہ دارندۂ ایمان تست
مصطفیٰ بحراست و موج او بلند
خیزد این دریا بجوئے خویش بند
یک زمانہ خود را ہ دریا در فگن
تاروان رفتہ باز آید بہ تن

یہی وجہ ہے کہ زندگی کے جتنے بھی مظاہر ہیں وہ یا تو آفتاب مصطفوی ﷺ سے فیض یاب ہیں یا ابھی حقیقت مصطفوی ﷺ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ایک اور مقام پر اس حقیقت کا اظہار یوں کیا گیا ہے۔

ے ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اقبال عشق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کار فرمائی عالم چار سو پر محیط دیکھتا ہے تو برملا پکار اٹھتا ہے

ے ہر کہ عشق مصطفٰے سامان اوست
بحر و بر در گوشہ دامان اوست

اقبام اہل دل کو تعلیم دیتے ہوئے کہتا ہے

سوز صدیق و علی رضی اللہ تعالٰی عنہ از حق طلب
ذرہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حق طلب

اطاعت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال عشق کی مظہر ہے

اس مقام پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب اقبال کے نزدیک کارگہ حیات میں عشق محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر سوز دروں پیدا نہیں ہوتا۔ اور زندگی انقلاب آشنا ہو کر بقائے دوام سے سرفراز نہیں ہوتی۔ تو پھر اس عشق کا معیار کیا ہے ؟ اس سوال کا جواب اقبال کی نگاہ حقیقت شناس یوں دیتی ہے۔

ے عاشقی محکم شو از تقلید یار
تا کمند تو شود یزداں شکار
علم حق غیر از شریعت ہیچ نیست
اصل سنت جز محبت ہیچ نیست

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ
گل شو از باد بہار مصطفیٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرہ از خلق او باید گرفت
مرشد رومی چہ خوش فرمودہ است
آں کہ یم در قطرہ اش آسودہ است
مگسل از ختم الرسل ' ایام خویش
تکیہ کم کن برفن و بر گام خویش

اقبال کے پیش کردہ معیار عشق کی شہادت قرآن سے اس طرح فراہم ہوتی ہے

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

تو فرما دے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اس طرح اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ (آل عمران '۳'۳۱)

یہاں پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مضمر ہے تو اتباع مصطفوی کا معیار کیا ہے؟ کمال اتباع مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تقاضا اقبال کی نگاہ میں اسوہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنا ہو جاتا ہے اس کی خاطر ضروری ہے کہ فکر و عمل اور علم و عرفان کے ہر گوشے کو درجہ کمال تک فائز کرنے کے لیے معیار وہلیز مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دریوزہ گری ہی قرار پائے۔ اقبال حضور کی ذات ستودہ صفات کو عشق کا محور گردانتے ہوئے یوں سخن پرداز ہوتا ہے

ے نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی **یسٓ** وہی **طٰہٰ**

اس تصور کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے وہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے براہ

راست مخاطب ہو کر عرض گزار ہے

؎ ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی
کشتی و دریا و طوفانم توئی

یعنی اے سید اولاد آدم ﷺ میرا ذکر بھی آپ کی ذات ہے اور میرا فکر بھی آپ ہی کا طواف کر رہا ہے میرا علم اور میرا عرفان بھی آپ ہی کی معرفت تک محدود ہے' میرا سفینہ آپ ہی ہیں' طوفان کا تموج بھی آپ ہیں اور میرا ساحل مراد بھی ہیں۔ اقبال کے نزدیک امت مسلمہ کی عزت و آبرو سب حضور ﷺ کے واسطہ وسیلہ سے ہے آپ ﷺ سے عشق و محبت ہی حیات جاوداں اور ناموس زندگی کی ضامن ہے

؎ در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ماز نام مصطفیٰ است
طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرام کا شانہ اش

اقبال کے نزدیک خلق انسانی سفر کا آغاز ہے۔ اور تقدیر اس کی صورت گری ہے۔ جب کہ ہدایت حیات انسانی کے سفر کی انتہائی منزل ہے تاہم یہ سب کچھ محض ابتداء ہے لیکن جب ارتقائے انسانیت کا سفر اپنے نقطہ کمال کو پہنچتا ہے تو وہ وجود مصطفوی ﷺ کا روپ دھار لیتا ہے اقبال اس مضمون کو اپنے اس شعر میں بیان کرتا ہے

خلق و تقدیر و ہدایت ابتداء است
رحمتہ للعالمینی انتہا است

وجود محبوب ﷺ فکر انسانی کی معراج ہے اور عمل انسانی کا نقطہ کمال بھی۔ اس لیے اقبال کے نزدیک اتباعِ مصطفوی ﷺ کا حصول اس ذات ستودہ

صفات کے اندر فنا ہوئے بغیر میسر نہیں آ سکتا۔ اقبال مرد مومن کو اس حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

وہ مرد مومن سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ تو اس ہستی کو وجود مصطفوی ﷺ میں اس طرح فنا کر دے کہ نہ تو تیرا انفرادی تشخص نسبت محبوب کریم ﷺ کے بغیر باقی رہے اور نہ ہی تیرا قومی و ملی امتیاز۔ تو جہاں کہیں بھی جائے مصطفوی ہونے کے ناطے پہچانا جائے کیونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ نہ صرف فرد کا امتیاز انفرادی وجود بلکہ قوموں کا جداگانہ تشخص بھی نسبت محبوب کریم ﷺ سے وابستگی کا مرہون منت ہے اور اگر وہ اس سے مستغنی و بیگانہ ہونے کی کوشش کریں گے تو پھر ان کی بقا مبدل بہ فنا ہو جائے گی کیونکہ بقول اقبال

تاشعار مصطفےٰ از دست رفت
قوم را رمز بقا از دست رفت

تاریخ اسلام کے اوراق پر نظر ڈالیے تو دکھائی دے گا کہ قومیں اور ملتیں اس وقت تک زندہ رہیں جب تک کہ وہ دہلیز محبوب ﷺ کی دریوزہ گری کرتی رہیں اور جب وہ بدبختی کی وجہ سے محبوب سے بے نیاز ہو گئیں تو گردش لیل و نہار نے انہیں نظر انداز کر کے منزلت میں دھکیل دیا اور پھر سے بولہبی ان کا مقدر بن گئی۔

یہاں بعض ذہنوں میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ قرآن نے جو ارشاد فرمایا ہے

والذین امنوا اشد حبا للّٰہ

اور ایمان والے تو وہ ہیں جو اللہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں

اور پھر مقبوبان الٰہی کے معمولات کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے

الذین یذکرون اللّٰہ قیاما و قعودا و علٰی جنوبھم 8

وہ جو اٹھتے بیٹھے اور پہلو بدلتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں

والذین یبیتون لربھم سجدا و قیاما

وہ جن کی راتیں سجود و قیام میں بسر ہوتی ہیں۔

تو کہیں عشق الٰہی اور عشق مصطفوی ﷺ دو باہم متضاد اور مختلف تقاضے تو نہیں ؟۔ ایسا ہرگز نہیں کیونکہ جس طرح رب العزت نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے خصائص و اوصاف اور صفات و کمالات کا مظہر اور آئینہ دار بنایا ہے یاد رکھیئے! عشق ہمیشہ مرکز حسن اور محسوس پیکر جمال سے کیا جاتا ہے۔ اللہ رب العزت حسن مطلق ہے وہی ہر حسن کا مبدا او منتہا ہے۔ وہ صاحب جمال ہے کہ جو پیکر جمال کو رعنائی عطا کرنے والا ہے لیکن اس کا حسن و جمال مخفی و مستور ہے۔ البتہ اس نے اپنے حسن کے جلوے کائنات ارضی و سماوی کے گوشے گوشے بکھیر دیے ہیں۔ اور ذرے ذرے میں اس کا جمال منعکس ہو رہا ہے یہاں یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ کائنات کے ہر گوشے اور ہر ہر ذرے کا جمالیاتی پہلو انسان کو حسن ازلی اور جمال مطلق کی طرف متوجہ تو ضرور کرتا ہے لیکن حسن حقیقی کی رعنائیوں اور جمال مطلق کی جلوہ سامانیوں کا صحیح شعور مہیا نہیں کر سکتا بلکہ اس کا محض ایک دھندلا سا تصور پیش کرتا ہے۔ مخلوق پر اپنے حسن و جمال کی تمام تر رعنائیوں براہ راست آشکار کر دینا رب العزت کے شایان شان نہ تھا۔ لہٰذا اس کی مشیت نے ایک ایسا مجسم پیکر حسن تخلیق کیا جو اس کے حسن و جمال کے جلووں کا مظہر اتم اور اس کے جمالیانی پہلو کا آئینہ دار ہو تاکہ اس حسن بے مثال کا نظارہ کرنے سے لوگوں کو اس کے جمالیاتی پہلو کی عظمت کا اندازہ ہو جائے اور جب وہ پیکر حسن و جمال بزم کائنات میں جلوہ آرا ہو تو لوگ

اس کے حسن و دلربائی کے شیدا ہو جائیں۔ اور اس طرح مخلوق کا اس کے ساتھ عشق خدا کے عشق کا مظہر اور آئینہ دار بن جائے ارادۂ الٰہی کی اس جہت کی تکمیل جب تکوین کائنات کی صورت میں ظاہر ہوئی تو اس نے سب سے پہلے وجود محبوب ﷺ کو تخلیق کر دیا اور یوں حسن محبوب کریم ﷺ حسن ایزدی کا مظہر اتم اور بزم کائنات میں خدا کے دست قدرت کا شاہکار بن گیا اور نتیجتاً عشق مصطفوی ﷺ عشق الٰہی کا ہی کامل مظہر قرار پا گیا۔ چنانچہ حسن و عشق کے یہ دونوں روپ من وجہ مختلف اور من وجہ باہم یکدگر ہیں۔

آخر میں یہ دیکھنا مقصود ہے کہ عشق مصطفوی ﷺ کا تحقق بیک وقت کیونکر ممکن ہے۔ یاد رکھیے کہ محبوب کی رضا عاشق کا سرمایہ حیات اور اس کی خوشنودی کا حصول ہی اس کی زندگی کا حاصل ہوا کرتا اور اس کی پسند و ناپسند پر نظر رکھنا اور اس کی رضا و خوشنودی کے لیے اس کے ایک اشارۂ ابرو پر جان کا ندارنہ پیش کر دینا داستان عشق و محبت کا پہلا سبق ہوا کرتا ہے۔ اصطلاح شریعت میں محبوب کی رضا کے لیے جان کا نذرانہ پیش کر دینے کی تڑپ کا نام جہاد ہے۔ چنانچہ محبوب کریم ﷺ کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہر اس قوت کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا جائے جسے اس پیکر حسن و جمال نے شیطنت قرار دیا ہے اور ہر اس نظریے کو رد کر دیا جائے جو اس کی نگاہ میں باطل ٹھہرا ہے اور ہر اس نظام فکر و عمل کو ٹھکرا دیا جائے جسے اس نے طاغوث کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ یاد رکھیے! عشق محبوب کریم ﷺ کا داعیہ مرد مومن کی زندگی کو سراپا جہاد دیکھنا چاہتا ہے۔ رضائے محبوب کے بر عکس ہر نظام فکر و عمل سے ٹکرا جانا اس کی زندگی کا مقصد وحید اور نصب العین قرار پاتا ہے عشق محبوب کریم ﷺ کی اس تاثیر سے طاغوتی اور ابلیسی طاقتیں ناواقف نہیں۔ وہ اس

چراغ عشق مصطفوی ﷺ کو بجھانے کے لیے ازل سے سر دھڑ کی بازی لگا دینے میں مصروف ہیں۔ اقبال نے اس تاریخی حقیقت کی تصویر کشی کیا خوب کی ہے۔ بقول اقبال شیطان اپنے چیلوں چانٹوں کو حکم دیتا ہے

؎ وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہ روح محمد ﷺ عشق مصطفوی ہی تو ہے جو ملت اسلامیہ کو ہر آن نئی زندگی اور تازگی عطا کرتا ہے۔

باطل اور طاغوتی قوتیں اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جب تک عشق محبوب کریم ﷺ کی چنگاری اس ملت کے باطن میں سلگ رہی ہے ان کے مکروہ عزائم پورے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے ابلیس اپنی ذریت کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس ملت کو تہہ دام کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے عشق مصطفوی ﷺ کی متاع گراں مایہ سے محروم کر دو' روح محمد اس کے بدن سے نکال دو اور یہ چنگاری جو ایک دن شعلہ جوالہ بن کر اس باطن کو منور کر سکتی ہے' بجھا دو۔ لیکن اسے خبر نہیں کہ

؎ نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

قران اور تصور محبت

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

والذین امنوا اشد حبا للّٰہ ایمان والے اپنے رب سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

یعنی ایمان والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

ان الذین امنوا وعملو الصلحت سیجعل لھم الرحمٰن ودا

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کردے گا

ایک اور مقام پہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

واللّٰہ یختص برحمة من یشاء

اور اللہ تعالیٰ تو اپنی رحم کے ساتھ جس کو چاہے مختص فرمالیتا ہے

یعنی اللہ کریم جسے چاہے اپنی محبت کے لئے چن لیتا ہے

؎ جسے چاہا در پہ بلا لیا جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر محبت کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا

یعنی اگر تم نصرت دین چھوڑ دو گے یاد رہے کہ نصرت دین ہی کوئی کرے گا اسے اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گئی

یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرو گے تو

فبہا و رنہ

فسوف یاتی للّٰہ بقوم یحبہم و یحبونہ

اللہ تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے یہاں اللہ اپنی شان بے نیازی و محبت کا واضح اعلان فرما رہے ہیں ۔ کہ اگر کوئی فرد یا قوم محبت خداوندی سے پہلو تہی کرے یا غفلت برتے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک اور قوم لے آئے گا ۔ وہ متبادل قوم کیا ہو گی ؟ یہی اس آیت کا نفسِ مضمون ہے ۔ اور ہمارے اس موضوع کا مرکزی نکتہ وہ متبادل قوم کیا ہوگی ۔ وہ لوگ کیسے ہونگے ؟ فرمایا

یحبہم ‘ و یحبونہ

اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہو گی اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہونگے اللہ تعالیٰ نے محبت نہ کرنے والے ابو جہل ابو لہب جیسے قریشی سرداروں کو دھکے دے کر اپنی بارگاہ سے بے دین اور کافر کر کے نکال دیا ۔ اور

محبت کرنے والے ۔ ایک سیاہ فام حبشی غلام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اٹھا کر امت کا سردار بنا دیا اور محبت سے نا آشنا منافقوں کے سردار عبد اللہ بن ابی کو جھنم رسید کر دیا ۔

اور ۔ دل میں عشق و محبت کی چنگاری رکھنے والے ۔ فارس کے رہنے والے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لا کر مدینہ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اعلیٰ مقام عطا فرما دیا ۔ یہ فقط اور فقط نگاہ لطف کے کرشمے ہیں اور چناؤ کی بات ہے ۔

اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء و یہدی الیہ من ینیب

اللہ ہی جس کو چاہتا ہے راہ حق کے لئے منتخب فرما لیتا ہے ۔ اور ہر وہ شخص جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے ۔ اس کو اپنی ہدایت عطا فرما دیتا ہے

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرماتے

ہیں اور اپنی محبت کے لئے چن لیتے ہیں خاص کر لیتے ہیں۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

یہ (عشق کی چنگاری) اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا وہ عطا فرما دیتا ہے یہاں ایک لطیف اور قابل غور نکتہ ہے۔ کہ۔

اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے۔ رب العالمین ہے۔ اور لوگ اس کی مخلوق اس کے کے محتاج اور عبادت گزار ہیں۔ صاف ظاہر ہے شان تو اللہ ہی کی بلند و بالا ہے۔ پھر کسی سے محبت کرنے کی پہلی وجہ حسن و جمال ہوتا ہے۔ اور یہاں بھی پیکر حسن و جمال وہی ذات ٹھہری عبادت و بندگی کی مستحق بھی وہی ذات ہے۔ تو ظاہر ہے مخلوق کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مخلوق محبت کرے۔ لیکن کہتے ہیں کہ محبت کے دستور نرالے اور اس کے اصول بھی عام اصولوں سے ہٹ کر جدا نوعیت کے ہوتے ہیں۔ اس لئے یہاں بھی معاملہ الٹ ہے۔ محبت کے باب میں یہاں اللہ تعالیٰ کی شان بھی نرالی ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ میں اونچا ہوں۔ بندہ نیچا ہے۔ میں خالق ہوں۔ بندے میری مخلوق ہیں۔ میں مختار ہوں۔ بندے میرے محتاج ہیں۔ یہ سب کچھ بجا ہے مگر جب۔ محبت کے اظہار کا معاملہ آتا ہے۔ تو اونچ نیچ اور خالق و مخلوق کے درمیان فرق مٹ جاتے ہیں۔ ان سے ہٹ کر اللہ رب العزت اپنی محبت کا اظہار فرماتے ہیں۔ کہ

یحبھم ویحبونہ

میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فاذکرونی اذکرکم

تم (محبت میں آ کر) میرا ذکر کرو میں (محبت کی وجہ سے تمہارا ذکر کرونگا۔ تم مجھے اپنی خلوتوں میں پکارو گے تو میں ملائکہ کی انجمن میں تمہارا ذکر کرونگا۔ تم اگر مجھے

اپنی مجلس میں یاد کرو گے تو میں تمہیں عرش معلیٰ پر یاد کرونگا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ جہاں بھی اور جس حالت میں بھی بندوں کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے قابل رشک اور باعظمت مقام ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہوتا ہے۔ اس سے بڑھکر اس بندے کی عظمت کیا ہوگی۔ کہ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ اپنی زبان پر لے آتا ہے۔ اور خود اپنے برگزیدہ انبیاء و رسل اور ملائکہ کی پاکیزہ مجالس میں اس محبوب بندے کی یاد اور اس کے چرچے کے ڈنکے بجاتا ہے۔ پھر اس بندے کو نہ صرف زمینی مخلوق میں محبوب بنا دیتا ہے بلکہ آسمانوں پر بھی اس کے ذکر کے چرچے ہوتے ہیں۔ پس جب کسی بندے کا ذکر خیر مخلوق میں زبان زد خاص و عام ہو جاتا ہے۔ تو سمجھ لیں کہ۔ وہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بندہ ہے

اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی محبت کے لئے چن لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت فرماتا ہے تو۔ اس کے ذکر کو زمین و آسمان میں پھیلا دیتا ہے صحیح بخاری ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ان اللّٰہ اذا احب عبدا دعا جبرائیل

جب اللہ کریم کو کسی بندے سے محبت ہو جاتی ہے۔ تو جبرائیل امین کو اپنی بارگاہ میں بلاتے ہیں۔ اور سیدنا جبرائیل سے فرماتے ہیں کیا تو میرے فلاں بندے کو جانتا ہے جو فلاں جگہ رہتا ہے؟ جبرائیل امین۔ عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ کیا حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

انی احب فلانا مجھے اس سے محبت ہو گئی۔

قربان جایئے اس کریم اور مہربان مولیٰ کی عظمتوں پر جو اپنے بندہ سے اس قدر پیار کرتا ہے۔ ہم بندے کتنے ناشکرے ہیں کہ۔ محب کو بھلا بیٹھے ہیں۔ قرآن و

حدیث کا معالعہ اگر محبت سے کیا جائے تو جگہ جگہ قیام بندگی کی عظمتوں کے ایسے ہی ہزار مقامات ہیں ۔ جہاں خالقِ کائنات جل جالہ اور محسن کائنات ﷺ نے بندے کی شان بیان فرمائی ہے ۔ انسان کو پتہ چلتا ہے کہ ۔ اللہ کے ہاں بندگی و محبت کی کتنی اہمیت ہے ۔ ہم نے اس بندگی کی گرد کو بھی نہیں پایا ۔ جہاں اللہ تعالٰی کا محبوب بندہ فائز ہے ۔ ہماری بندگیا سراسر شرمندگیاں ہیں ۔لاکھوں سلام ہوں اس بندے کی عظمت کو جس کے لئے ۔ خداوند کریم فرماتے ہے

مجھے اس سے محبت ہو گئی ۔

جبرائیل امین ' عرض کرتے ہیں ۔ بلاشبہ ایسا بندہ مبارک باد کا مستحق ہے ۔ مگر میرے لئے کیا حکم ہے ارشاد ہوتا ہے ۔ فاحبہ اے جبرائیل تو بھی اس سے محبت کر ۔

حقیقی اور مجازی محبت میں فرق ۔ ایک لطیف نکتہ

یہاں بھی ایک نہایت ہی لطیف نکتہ کی وضاحت ضروری ہے حدیث پاک کے ان الفاظ میں بظاہر تو حضرت جبرائیل کو اس بندے سے محبت کا حکم ہو رہا ہے مگرفی الواقعہ دنیائے محبت میں ایک انوکھا اور منفرد انداز اپنایا جا رہا ہے یہ اصول تو ہر شخص نجوبی جانتا ہے کہ کوئی محب اپنی محبت میں کسی کو شریک نہیں کرتا ۔ ہر محبت کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ جس سے میں محبت کرتا ہوں اس کی طرف اور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے ۔ ایک میں ہوں اور ایک میرا محبوب اس لیے کہ محبت سب سے غیرت مند جذبہ ہے (اس کی وضاحت ہم گزشتہ باب میں کر چکے ہیں) اور اگر کوئی اور بھی اس کے محبوب سے محبت کرنے لگے تو وہ اس کا رقیب بن جاتا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ جذبہ رقابت حسد کا دوسرا مع ھم ہے ۔ انسان اپنے رقیب کے لیے کم از کم یہ چاہتا ہے کہ اس کا نام و نشان نہ رہے ۔ مجازی محبت اور حقیقی محبت میں یہی فرقؒ ہے اللہ پاک جس سے محبت فرماتا ہے پوری

کائنات میں اس کی محبت کے لیے منادی کر دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں بلاشبہ سب سے زیادہ محبت ہی آقا حضور اکرم ﷺ سے ہے مگر ان سے بھی خدا تنہا محبت نہیں فرماتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ذی روح کائنات کے علاوہ غیر ذی روح کائنات مثلاً شجر و حجر میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت رکھ دی ہے بس اسی طرح اللہ تعالے اپنے ان بندوں سے بھی کائنات کو محبت کرتے دیکھنا چاہتا ہے جن سے وہ خود محبت فرماتا ہے یہی صورت ان اولیاء اللہ اور صالحین کی ہے جو صرف اس لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک اللہ سے محبت کر رہا ہوتا ہے

حدیث نبوی میں اسی لیے اللہ ہی کے لیے محبت اور اللہ ہی کے لیے بغض اہل ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے قیامت تک محبت و نفرت کا یہی اصول اور کسوٹی معتبر ہے جس میں یہ اصول کار فرما ہو۔

الحب فی اللّٰہ و البغض فی اللّٰہ

یعنی اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت کرتے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے بغض و حسد کی آگ میں جلنے والوں سے نفرت کرتے رہو۔ یہی دوستی اور دشمنی کا دینی شعار اور معیار ہے

الغرض اللہ تعالیٰ کی محبت اور دنیا والوں کی محبت میں فرق ہے کہ اللہ رب العزت جس سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میری اس محبت میں پوری کائنات شریک ہو جائے لیکن انسان جس سے محبت کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ پوری کائنات میں سے صرف میں ہی اس سے محبت کروں اللہ اپنے محبوب سے محبت کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے اور انسان اپنے محبوب سے محبت کرنے والوں سے دشمنی اور حسد رکھتا ہے

کائنات پست و بالا کو بندے سے محبت کا حکم

چنانچہ حکم الٰہی کے آگے حضرت جبرائیل سر نیاز خم کر دیتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے!

فرمایا!

فیحبه جبرائیل پھر جبرائیل امین بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر عرض کرتے ہیں باری تعالیٰ اب کیا حکم ارشاد ہوتا ہے جبرائیل اب جا زمین و آسمان کے کونے کونے میں میرے اس بندے کے ذکر کے ڈنکے بجا دے۔ کائناتِ پست و بالا میں اعلان کر دے کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص سے محبت ہے

ثم ینادی فی السماء

پھر آسمانی مخلوق میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ **ان اللّٰہ یحب فلانا فاحبو** اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قدسیان فلک یہ اعلان سماعت کرتے ہیں تو وہ بھی سنت الٰہیہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اس بندے سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضور ﷺ و سلم فرماتے ہیں۔

فیحبه اهل السماء

تمام آسمانی مخلوق اس بندے کو محبوب بنا لیتی ہے۔

وہ بندہ کتنا خوش نصیب ہوتا ہے جو بیٹھا تو زمین کے کسی کونے میں ہے مگر خدا اس کی محبت کے ڈھنکے آسمانوں پر بجوا دیتا ہے

سیدنا جبرائیل جب آسمانی دنیا میں اس بندے کی محبت کا اس کے ذکر کا اعلان کر کے پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ اب کیا حکم ہے جبکہ ملائکہ آسمانی نے بھی اس بندے کو اپنا محبوب بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے۔

نہیں جبرائیل ابھی میری محبت کا تقاضا پورا نہیں ہوا۔ ابھی تک تو آسمانی مخلوق نے اس سے محبت کی ہے۔ میری فرشی مخلوق بھی اس سعادت کی حقدار ہے کہ اسے بھی میں اپنے ساتھ محبت میں شامل کروں۔ لہٰذا اب تم زمین میں اتر جاؤ اور شرق سے غرب تک پوری کائناتِ ارضی میں اسی طرح ڈھنڈورا پیٹو اور اس بندے سے میری محبت کا اعلان کرو۔ جو بھی اس سعادت کے قابل ہوگا اس کے دل میں اس بندے کی محبت بیٹھ جائیگی حضور فرماتے ہیں

ثم یوضع لہ القبول فی الارض

پھر اس بندے کی مقبولیت اور محبت کو زمیں پر اتار دیا جاتا ہے اور کائناتِ ارضی کے دلوں میں اس کی محبت القاء کردی جاتی ہیں۔ اسکی محبت کا نور عرش الٰہی سے چل کر زمین تک پہنچ جاتا ہے۔ ہر چیز اس سے روشن اور منور ہوتی ہے۔ ہر کوئی اس شخص کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے صرف یہی نہیں کہ اس بندے کی ظاہری حیات میں بلکہ اس کے دنیا سے وصال فرما جانے کے ہزاروں سال بیت جانے کے باوجود اسکی شہرت محبت اور مقبولیت میں ذرہ بھر کمی نہیں آتی جیسے جیسے گزرتی ہے نسلیں بدلتی رہتی ہیں مگر اس مقبولیت و محبت میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے ان کی محبت کا تو یہ حال ہے کہ ان بندوں سے محبت کرنے والے بھی حیات جاوداں حاصل کر لیتے ہیں لوگ ان سے بھی اسی طرح محبت کرتے ہیں کوئی شخص اگر ہزار کوشش کرے کہ کسی کے دل سے اس بندے کی محبت نکل جائے تو نہیں نکل سکتی۔ اس لیے کہ اس کی محبت کے چراغ تو خود خدا نے روشن کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت تک ان کی محبت کے چرچے فرماتا ہے

فانوس بن کے جس کی حفاظت خدا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

لوگ اگر محبت الٰہی کے نور کو ان محبوب ہستیوں سے منقطع کرنے کی ناکام کوشش بھی کریں تو خود ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور اللہ کے مبغوض قرار پاتے ہیں۔ کفر کی یہ تمام تر سازشیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ یہ ایسے ہی ہیں جسے تیز آندھی کے سامنے پھونک کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ علامہ اقبال نے اس بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

محبوب بندے سے بغض پر اللہ کا اعلان جنگ

جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں سے محبت کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور ان سے دوستی رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے بالکل اسی طرح وہ ذات پاک اپنے محبوب بندوں سے حسد بغض یا دشمنی رکھنے والوں سے نہ صرف نفرت کرتی ہے بلکہ ان سے اعلان جنگ کرتی ہے۔

درج ذیل حدیث قدسی کے بڑے واضح الفاظ اس کی شہادت فراہم کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب

جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ عداوت کی۔ تحقیق میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں

قابل غور نکتہ

اس حدیث قدسی سے یہ نکتہ کھل کر سامنے آ رہا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اپنی نظروں سے گرادے اور اسے اپنی نگاہ میں مغضوب بنا دے تو اس کے دل میں اپنے محبوب بندوں کے لیے بغض اور عناد ڈال دیتا ہے اسے اپنے

بندوں کی محبت سے عاری کر دیتا ہے جب وہ شخص اللہ کے نیک اور محبوب بندوں سے جو نفرت کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے نفرت فرماتا ہے

اس نفرت کا اعلان بھی جبرائیل امین کے ذریعے زمین و آسمان میں اس طرح کروا دیتا ہے جس طرح محبت کرواتا ہے۔ پھر وہ بندہ اللہ کا بھی مغضوب ہو جاتا ہے اور مخلوق کے ہاں بھی قابلِ نفرت و حقارت ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام لفظ 'اللہ' پر اگر غور کیا جائے تو اس میں بھی دعوتِ محبت ہے

لفظ اللہ اصل میں کسی مادہ سے ماخوذ ہے اس میں اہلِ لغت کا اختلاف ضرور ہے مگر ایک کثیر گروہ علماء کا خیال ہے کہ یہ ولاہَ سے نکلا ہے ولاہ اور ولہ کے اصل معنی عربی میں اس غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس سے مطلق عشق و محبت کے معنی ہیں اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ والہ (شیدا) مستعمل ہے اس لیئے اللہ کے معنی محبوب اور پیارے کے ہیں جس کے عشق و محبت نہ صرف انسان بلکہ کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمان رحمتہ اللہ علیہ مراد آبادی نے قرآن مجید کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے انہوں نے لفظ اللہ' کا ترجمہ ہندی میں من موہن یعنی دلوں کا محبوب کیا ہے یعنی محبت کے لائق صرف اللہ کریم کی ذات ہے

لفظ اللہ کا ہر ہر حرف دعوتِ محبت دیتا ہے

اگر لفظ اللہ سے کوئی حرف حذف بھی کر دیا جائے تب بھی بقیہ حروف ذات باری تعالیٰ کی محبت کی دعوت دیتے ہیں مثلاً اللہ کا پہلا حروف الف حذف کر لیں۔ تو لللہ باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اللہ کے لئے یعنی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے محبت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے اگر دوسرا

حرف (لام) حذف کرلیں اور پہلی الف بحال رکھیں تو الہ باقی رہ جائے گا۔ جس کا معنی ہے معبود اگر پہلے دونوں حرف (الف اور لام) حذف کرلیں تو لہ باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اس کے لئے اور اگر پہلے تینوں حروف حذف کرلئے جائیں تو (ہ) باقی رہ جائے جو پھر اسی ذات کی نشان دہی کرتا ہے اور (ہ) (وہ) کے معنوں میں بطورِ ضمیر استعمال ہوتا ہے یعنی وہی ذات یکتا ہے محبت کے لائق اسی سے محبت کی جائے گویا۔ "اللہ" ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکل ہے اس لفظ کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بھی بے معنی نظر نہیں آتا گویا یہ لفظ بھی ذات باری تعالیٰ کی طرح ہر ہر اعتبار سے کامل ہے اور اس کا ہر ہر حرف دعوتِ محبت دیتا ہے

بلکہ اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اکثر اسماء مبارکہ میں کشش محبت ہے

مثلاً قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے وہ رحمٰن و رحیم ہیں ان دو لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی رحم' مہربانی لطف و کرم' فرمانے والا جو رحیم و کریم و مہربان ہو وہی من موہن ہوتا ہے ۔یعنی دل اس مہربانی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور نام مبارک یا وصف (الودود) ہے جس کے معنی محبوب اور پیارے کے ہیں کہ وہ مہر و محبت اور عشق و پیار کے لائق ذات ہے ایک اور نام مبارک (الولی) ہے جس کے لفظی معنی یار اور دوست کے ہیں ایک نام مبارک (الرؤف) ہے رؤف کا لفظ رافت سے نکلا ہے رافت کے معنی آرام پانا سکون' اور لفظ اللہ کا بھی ایک اور مادہ اشتقاق الہ (سکون پانا) ہے کہا جاتا ہے

الھت الی فلان ای سکنت الیہ

کہ میں نے فلاں سے سکون پایا ذات باری تعالیٰ کو رؤف اور اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ بے تاب دلوں کو اسی سے تسکین ملتی ہے

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب

بے شک دلوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی سکون نصیب ہوتا ہے

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

انما المومنین الذین اذ ذکر اللّٰہ وجلت قلوبھم

ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل لرز جائیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو ان کا ایمان ترقی پائے اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کریں اس آیت میں اہلِ دل کی حالت محبت بیان کی جا رہی ہے کہ اہل ایمان وہ ہیں جو اپنا رشتہ محبت اس محبوب حقیقی سے استوار کر لیتے ہیں

یہ ایک مسلمہ علامت محبت ہے کہ محبوب کا نام اور ذکر سن کر اہل محبت کے دلوں کو تسکین ملتی ہے۔ سب غم زیست بھول جاتے ہیں۔ دِل اس کی یاد میں لذت و طمانیت اور کیف و سرور کی دولت پاتے ہیں۔ لیکن اس آیت مبارکہ **و جلت قلوبھم**' کے الفاظ ہیں۔ جس میں دل کے لرز جانے وجد میں آنے کا ذکر ہے' اہل دل اس حقیقت سے آشنا ہیں۔ کہ جب محبت شدت اختیار کر کے عشق کا روپ دھار لے تو دل پر عجیب کیفیات طاری ہونے لگتی ہیں۔ اس وارفتگی اور جنون کی حالت میں جب محبوب کا نام سننے میں آئے کہیں اس کا تزکرہ ہو یا خود دل میں اس کی یاد زور پکڑے تو دل وجد میں آ جاتا ہے لرز لرز جاتا ہے بعض اوقات کپکپی کی کیفیت طاری ہوتی ہے یوں لگتا ہے جیسے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی ہو۔ عاشق اس کی یاد میں ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا ہے۔ آنکھیں برسنا شروع کر دیتی ہیں۔ یہی یاد اسے بے چین کر دیتی ہے۔ اور یہی اس کے لئے باعثِ سکون بھی بنتی ہے۔ قیس محبوب کا ذکر سننے پر دل کی کیفیت یوں بیان کرتا ہے۔

الیس و عدتنی یا قلب عنی
اذا ما تبت عن لیلیٰ تتوب
فھا انا تائب عن حب لیلیٰ
فمالک ملما فکرت تنوب

اے دل کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ جب میں لیلیٰ کی محبت سے تائب ہو جاؤنگا۔ تو توں بھی توبہ کرلے گا پس دیکھ میں تو لیلیٰ کی محبت سے تائب ہو چکا ہوں' اب تجھے کیا ہوا ہے کہ جب بھی لیلیٰ یاد آتی ہے۔ اس کا ذکر ہوتا ہے تو پھر پھگلنا شروع کر دیتا ہے۔ قرآن اہل ایمان کی اس حالت کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب باری تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے تو۔ اہل ایمان کے دل **پھگلنے** لگتے ہیں۔ کیونکہ جوں جوں حبِ الٰہی عشق میں بدلتی جاتی ہے۔ ایمان کمال کو پہنچتا ہے۔

جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

والذین امنوا اشد حبا...

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔

اسی ٹوٹ کر محبت کرنے کو تو ہی تو عشق کہتے ہیں۔ اور اس کے کمال کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ عاشق کو محبوب کے سوا نہ کسی اور کی طلب رہے اور نہ ضرورت ۔ اس بے نیازی کو قرآن حکیم **وعلیٰ ربھم یتوکلون** کے الفاظ سے تعبیر کر رہا ہے۔ کہ اہل ایمان اپنے محبوب حقیقی کے علاوہ کسی اور کے لطف و کرم اور عنایت و احسان انھیں دامن محبوب سے میسر آجائے۔ تو پھر انھیں کسی اور جانب نگاہ اٹھانے کی حاجت ہی کیوں ہو کسی نے کیا خوب کہا ہے

سب کچھ خدا سے مانگ لیا تجھ کو مانگ کر
اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

چنانچہ لفظ رؤف اور لفظ اللہ ۔ ذات باری تعالیٰ سے انسان کے محبت کرنے اور اسی سے سکون قلب پانے پر دلالت کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا اسم 'غفور' ہے غفور، مومن ' الوھاب 'بخشش فرمانے والا ۔ امن و سلامتی دینے والا عطا فرمانے والا' حنان ' حنان حن سے مشتق ہے ۔ حن و حنین سوز دل اور محبت کو کہتے ہیں گویا اسمائے رب کریم اگر ہر ہر اسم پر غور کیا جائے تو ۔ ان تمام ناموں میں خدا کی محبت کا یہ گوشہ نمایاں ہو رہا ہے ۔

قرآن پاک کی ان صاف صریح آیات بینات سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت فرماتے ہیں ۔ اور ہر بندے کو اللہ تعالیٰ سے محبت فرض ہے ۔

ہماری اس ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت (یا افراطِ محبت جو عشق ہے) قلب انسان میں پیدا ہونے کے چھ ہی سبب ہیں ۔

محبت نفس ' احسان ' کمال ' جمال ' نسبت ظاہر و باطنی یہ سارے اسباب ' مقتضیات حق تعالیٰ ہی میں کامل طور پر جمع ہیں ۔

لہٰذا محبت یا عشق کے مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں ۔ اور اربابِ بصیرت کے نزدیک قابل پزیرائی صرف محبتِ الٰہی ہے

عارف رومی فرماتے ہیں

عشق زندہ در روان و در بصر
ہر دمے باشد زغنچہ تازہ تر
عشق آں زندہ گزیں کو باقیست
وز شراب جاں فزایت ساقیت
عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء
یافتند از عشق او کار او کیا !

آگے چل کر فرماتے ہیں

عشق بر مردہ نباشد پائیدار
عشق را بر حیئے جاں افزائے دار
عشق ز اوصاف خدائے بے نیاز
عاشقی بر غیر او باشد مجاز
زانکہ آں مس زراندو و آمد است
ظاہرش نور اندروں دور آمدست
چوں شود نور و شود پیدا و خان
بفشر و عشق مجازی آں زماں

محبت کے اسباب و موجبات پر روشنی ڈالنے کے بعد اور یہ ثابت کرنے کے بعد کہ حقیقی محبت یا عشق تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیئے

عشق ۔ علامت ایمان

تعلق کا وہ مقام جہاں پر ناز و نیاز ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں ۔ طالب رضائے مطلوب کے لئے فنائیت کی منزلیں طے کرتا ہے ۔ محبت عشق کا روپ دھارتی ہے ۔ عقل جذبہ بے قراری کی تخلیق کو خالق کی طرف متوجہ کرتی ہے ۔ حواسِ انسانی مقاصد حیات سے اگاہی حاصل کرتے ہیں ۔ شہود موجود سے متعارف ہوتا ہے حادث قدیم کا بنتا ہے ' بے قرار ' قرار ' بے رنگ رنگ کا موید ہوتا ہے ۔ سر زمینِ دل کو باران وصل کے جھالے تراوت مہیا کرتے ہیں ۔

قرآن اسے علامت ایمان قرار دیتا ہے

والذین امنوا اشد حبا للّٰہ

ایمان والے اپنے رب سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں

یعنی کامل الایمان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو عشق الٰہی سے سرشار ہو

عشق کیا ہے ؟ آرزوئے قربِ حسن
حسن کیا ہے ؟ عشق کا حسنِ خیال
چارہ گر اپنی مسیحائی کو چھوڑ
ان سے ملنے کی کوئی صورت نکال
لب پہ آ کر رہ گئی عرضِ حال
کیا کرے خورشید سے ذرہ سوال

اور

ڈھل نہیں سکتے کبھی زماں
شعر کے سانچے میں ان کے خدوخال
ان سے ملنے کی کوئی صورت نکال

اب ذھن میں یہ سوال ضرور پیدا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کیسے کی جائے اور کیسے ملا جائے اور سچی اور حقیقی محبت کا معیار کیا ہو گا کیونکہ کسی سے محبت ہونے کے کچھ وجوہات ہوتے ہیں گذشتہ اوراق میں ہم نے ان کا ذکر کیا ہے مثلاً کبھی کسی کی شکل و صورت دیکھ کر کبھی حسن و جمال دیکھ کر کسی کے نازوادا دیکھنے سے کسی کے افعال و اعمال سے 'کسی کے حسن و گفتار سے کسی کے عزت ووقار سے کسی کے کمالات و کرامات دیکھ کر انسان دیوانہ و مستانہ وار دامِ محبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن ذات باری تعالیٰ کی ذات و صفات کا ادراک قوائے انسانی سے بالا تر ہے نہ کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہے اور نہ ہی کوئی کان کلام الٰہی سننے کی طاقت رکھتی ہے۔

تجھ سے ملنے کی آرزو بھی ہے
اپنا انجام رو برو بھی ہے
میں فقط میں ہوں اور تو ہے تو

کیا بتاؤں تجھے بتا نہ سکوں
پانا چاہوں پا نہ سکوں
تو حقیقت بھی ہے ' گمان بھی ہے
تو عیاں بھی ہے تو نہاں بھی ہے
کون ہے تو ' بھلا کہاں ہے تو
ماورائے حدوث ہاں ہے تو

جب اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس حدوث سے ماوراء ہے تو محبت کیسے پیدا ہو؟ تو لازماً انسان کا ذھن کسی واسطے ' وسیلے کی طرف مائل ہو گا اور تلاش کرے گا۔ تاکہ وہ اپنے خالق مالک رب کی محبت سے آشنا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت عطا کرنے کا جو وسیلہ اور واسطہ بنایا ہے اس کا نام 'نبوت و رسالت ہے

اس لیئے محبوب کریم ﷺ کے بغیر کوئی شخص رب قدید کی محبت سے آشنا نہیں ہو سکتا ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

اے محبوب ﷺ فرما دیجئے!

اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو (مجھ سے محبت کرو) میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا

اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے

یعنی! جب کسی نے خواہش ظاہر کی کہ یا الٰہی میں تجھ سے محبت کرنا چاہتا ہوں کوئی راستہ کوئی صورت بتا کہ میں تجھ سے محبت کر سکوں

تو آواز آئی اے میرے بندے! اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو میرے محبوب ﷺ سے محبت کر جب تو میرے محبوب ﷺ سے محبت کرے گا تو تو میرے محبوب و مقرب ہو گا سبحان اللہ واہ!

کیا مقام محبوب ﷺ ہے جب یہود نے محبوب ﷺ کا دامن چھوڑ کر یہ دعویٰ کیا کہ ہم اولاد انبیاء ہیں اور خدا کے مقرب و محب ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محبوب ﷺ اعلان فرما دو۔ اللہ کی محبت کا دم بھرنے والوں جب تک حضرت محمد ﷺ کی غلامی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالو گے حسنِ مصطفیٰ ﷺ زلفِ محبوب ﷺ کے اسیر نہیں بنو گے تو اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں بن سکتے ہاں جو محبوب ﷺ کی غلامی اور اطاعت کرے ہم اس کے گناہ بھی معاف فرما دیں گے اور محبت بھی کریں گے اس فرمانِ خداوندی سے پتہ چلا کہ محبتِ خداوندی کا راز چراغِ مصطفیٰ ؐ سے نور حاصل کرنے اور ذات محبوبِ کبریا ﷺ کی غلامی میں پنہاں ہے

محمدؐ کی غلامی دینِ حق کی شرط اوّل ہے
اس میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا

احبوا اللّٰہ لما یغدفوکم بہ من نعمۃ واحبونی لحب اللّٰہ

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو اسی لیئے کہ۔ وہ۔ تم کو ہر صبح اپنی نعمتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور مجھ سے محبت اس لئے کرو کہ وہ قادر مطلق نعمتوں سے سرفراز فرمانے والا۔ رب کائنات۔ مجھ سے محبت فرماتا ہے

ایک مقام پہ فرمایا

ادبوا اولاد کم علیٰ ثلاث خصال حب نبیکم وحب اہل بیتہ وتلاوۃ القران

اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے آقا ﷺ سے محبت۔ اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

۔ جس نے رسول اللہ ﷺ (سے محبت کی) اطاعت کی ۔ اس نے میری (مجھ سے محبت کی) اطاعت کی۔

اس لیئے کہ

کلھم یطلبون رضائی وانا رضاک یا محمد ﷺ

تمام کائنات (محبت کرتی ہے) میری رضا چاہتی ہے! اور میں (اپنے محبوب سے پیار کرتا ہوں) رضا چاہتا ہوں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

اور سرکار دو عالم ﷺ جب اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہو کر واپس تشریف لے آپ تو عاشقوں نے آپ سے پوچھا یا رسول ﷺ آپ نے خدا کو دیکھا تو محبوب رب العالمین ﷺ نے فرمایا

بلیٰ' من رانی فقد رای الحق

ہاں جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھا

کائنات سے کٹ کر محبوب سے محبت کرنا علامت ایمان ہے

حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس سے یوں الفاظ ملتے ہیں

قال رسول ﷺ لا یومن احدکم حتی اکون احبة الیه من والدہ وولدہ والناس اجمعین

محبوب کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہو گا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اولاد اور دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مبارک

امیر المومنین حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں۔

میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ دونوں پہلوؤں کے درمیان جو جان پوشیدہ ہے اس کے علاوہ آپ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں یہ ارشاد سن کر حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ اگر ایسا ہے تو قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ کتاب ہدایت دے کر بھیجا ہے آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں

یہ سن کر حضور اقدس نور مجسم ﷺ نے فرمایا

اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے۔

گویا محبت محبوب ﷺ اتباع محبوب ﷺ کا نام ایمان ہے آگے چل کر ہم مزید اس پر گفتگو کریں گے یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف راغب ہوتے ہیں

۱۔ اصل ایمان۔ یہ وہ اساسی ہے جو نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کے ذریعے متحقق ہو جاتا ہے

۔

۲۔ کمال ایمان۔ یہ ایمان کامل ہے جو بعض شرائط اور تقاضے صحیح طور پر پورے کئے بغیر مکمل نہیں ہوتا

ایمان بالرسالت اقرار و تصدیق کی شرط پوری کرنے کے علاوہ وہ درج ذیل چار تقاضوں سے مرکب ہے

ا۔ محبت محبوب ﷺ

ب۔ تعظیم محبوب ﷺ

ج۔نصرت محبوب ﷺ

د۔اطاعت محبوب ﷺ

ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کے تحقق اور ثبوت میں ایک قدر مشترک ہے اور ایک مختلف۔ جہاں تک اصل اور کمال کے مدارج کا تعلق ہے دونوں ایک دوسرے کے مماثل ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو امام اور حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے!

من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ واعطٰی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد اشکمل الایمان

جس نے اللہ کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے کسی سے دشمنی کی اور اللہ کے لیے کسی کو کچھ دیا اور اللہ ہی کے لیے کسی سے روکا' پس اس نے ایمان مکمل کرلیا

حالانکہ ان شرائط پر پورا نہ اترنے کے باوجود اس کا اللہ پر ایمان رکھنا اصلا ثابت ہو سکتا ہے مگر ناقص رہ جاتا ہے۔ جہاں تک ایمان بالرسالت میں اصل ایمان اور کمال ایمان کے تعین اور ان کے ثبوت کی حدود کا تعلق ہے اس میں اس کی حیثیت مختلف ہے مزکورہ چار شرائط اور تقاضوں میں سے پہلے دو (محبت اور تعظیم) اصل ایمان کا حصہ ہیں۔ جبکہ بقیہ دو (اطاعت اور نصرت) کمال ایمان کا اگر محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ سرے سے محبت ہی نہ ہو بلکہ اور باطنی سطح پر ایک کی لاتعلقی یا عدم رغبت کی کیفیت ہو اور نہ ہی دل میں آپ کی تعظیم کا کوئی داعیہ موجود ہو ان خصائص کا فقدان مطلقاً ایمان ہی کی نفی کو مستلزم ہو گا۔ اس کے بر عکس اگر محبت رسول ﷺ اور تعظیم رسول ﷺ کے عناصر انسان کی طبیعت میں پائے جائیں مگر بد قسمتی سے اطاعت اور نصرت کی توفیق نہ ہو تو پھر ایمان اصلا تو ثابت ہو گا مگر ناقص رہ جائے گا۔

سے کا کمال بلکہ خود داعیات محبت و تعظیم کا کمال اطاعت اور نصرت کے بغیر ممکن نہیں۔ ہاں محبت اور تعظیم میں پھر دو مدارج ہیں! (۱) محض محبت و تعظیم
(۲) شدید محبت و تعظیم

اگر محبوب دو جہاں علیہ السلام کی ذات سے محض اس قدر محبت اور تعظیم کا تعلق ہو کر انسان کا دل آپ کی یاد سے کچھ مانوس، ہو آپ کے ذکر سے کچھ لذت اور سکون پائے اور اس کے اندر ادنیٰ سے ادنیٰ درجے گستاخی و بے ادبی کا بھی شائبہ نہ ہو تو وہ صاحب ایمان تصور کیا جائے گا اور اگر یہی محبت و تعظیم اس کے قلب و باطن میں زور پکڑ جائے اور اتنی شدت اختیار کر جائے کہ نہ تو کسی مخلوق کی محبت واقعہ آپ کی محبت کا مقابلہ کر سکے اور نہ ہی کسی کی تعظیم تو پھر اس ایمان کو ایمان کامل تصور کیا جائے گا۔ اب ہم ان چاروں تقاضوں کا اختصار کے ساتھ جداگانہ ذکر کرتے ہیں۔

محبت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ان کان اباء کم و ابنا وکم و اخوانکم واذ واجکم وعشیر تکم وامول اقتر فتموھا و تجارۃ تخشون کساد ھاو مساکن ترضو نھا احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ و جھاد فی سبیلہ فتر بصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ ان اللّٰہ لا یھدی القوم الفسقین

فرما دیجئے! اگر تمہارے باپ دادا اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہارے اموال جو تم کماتے ہو اور تمہارے کاروبار جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ لگا رہتا ہے اور تمہاری پسندیدہ رہائش گاہیں تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو پھر انتظار کرو اس وقت کا جب اللہ اپنا حکم (عذاب) نازل کرے۔ بیشک اللہ ایسے سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا

اس آیت کریمہ میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا و مافیہا کی ساری محبتوں سے فائق و برتر قرار دیا گیا ہے اور اسے ہی علامت ایمان و ہدایت کہا گیا ہے نبی اکرم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں

لا یو من احد کم حتی اکون احب الیہ من والد و ولدہ و الناس اجمعین

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب وہ مجھ سے اپنے والدین اولاد بلکہ تمام انسانوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے۔

عبد اللہ بن ہشام روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور فرما رہے تھے

لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک مجھے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔

کیونکہ محبت رسول ﷺ ایمان بالرسالت کی بنیاد تھی اس لیے صحابہ کرام محبوب کریم ﷺ کے دست اقدس پر محبت کی بیعت کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کیا۔

یا رسول اللہ ناونی یدک ابایعک فنا ولنی یدہ فقلت یا رسول اللہ انی احبک قال المرء مع من احب

یا رسول ! اپنا دست اقدس میرے آگے کیجئے میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنا دست اقدس میرے آگے بڑھایا۔ میں نے بعیت کرتے ہوئے عرض کیا یا رسول ﷺ مجھے آپ سے محبت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اسے محبت ہو گی

یہی ارشاد نبوی ﷺ حضرت عبد اللہ ابن مسعود ابو موسیٰ اشعری 'انس بن مالک اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ محبوب دو جہاں ﷺ نے حلاوت ایمان کی سب سے پہلی شرط یہ قرار دی

ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما

کہ انسان کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر محبت اللہ اس کے اور رسول سے کرلے
قاضی عیاض نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث بھی روایت کی ہے

من احبنی کان معی فی الجنۃ

جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا

محبت چونکہ دل کی کیفیت سے عبارت ہے 'اس لیے آنکھوں سے دیکھتی نہیں جا سکتی لہٰذا اس کی علامات سے اس کے وجود کا پتہ چلتا ہے ائمہ حدیث نے محبت کی درج ذیل علامات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام کی زندگیوں میں تمام و کمال دکھائی دیتی ہیں۔

۱۔ کثرت ذکر۔ محبت کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر اور اس کی یاد کثرت سے کی جائے بلکہ دل ہمہ وقت یاد محبوب سے معمور رہے۔

۲۔ شوق زیارت۔ دوسری علامت یہ ہے کہ محبوب کے جلوہ و یدار کی خواہش ہمیشہ دل میں شدت سے رہے۔

۳۔ تعظیم و توقیر۔ محبوب کی عزت و تکریم اور تعظیم و توقیر انتہا درجے کی ہو۔ محبوب کی شخصیت کے کسی بھی پہلو کو عیب دار یا ناقص تصور نہ کیا جائے تاکہ ادب و احترام میں کوئی کمی واقع نہ ہونے پائے۔ گویا اسے محبوب کی ہر خوبی منتہائے کمال پر دکھائی دے 'کسی اعتبار سے بھی نظر نہ آئے

۴۔ خشوع و خضوع۔ محبوب کا نام اور اس کے فضائل و محاسن سن کر دل میں بڑی راحت و سکون لذت و حلاوت اور خشوع و خضوع کی کیفیت پیدا ہو اور

محبوب کے لیے بڑی انکساری اور تواضع کا اظہار کیا جائے

۲۔ تعظیم محبوب ﷺ

قرآن حکیم کا اس سلسلے میں بڑا واضح حکم موجود ہے۔

فالذین امنوا به و عزروه و نصروه واتبعو النور الذی انزل معه اولیک هم المفلحون

پس جو لوگ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائیں آپ کی تعظیم کریں۔ آپ ' (کے مشن) کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو آپ کے ساتھ اتارا گیا ہے ' صرف وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں

اس آیت کریمہ میں دوسرا تقاضائے ایمان تعظیم رسول ﷺ کو قرار دیا گیا ہے قرآن مجید نے تعظیم رسول ﷺ کے کئی آداب اور پہلوؤں پر روشی ڈالی ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں

یا ایها الذین امنوا لا تقدموا بین یدی اللّٰه و رسوله

اے اہل ایمان ! (کسی بھی عمل کرنے میں) اللہ اور اس کے رسول سے پہل نہ کیا کرو

صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس امر سے پاک ہے کہ کوئی شخص اس سے پہل کرے ' پھر یہ حکم اس وقت اتارا گیا جب کچھ لوگوں نے حضور ﷺ سے پہلے اپنی قربانی کرلی۔ یہ پہل تو فی الواقع صرف عمل رسول سے تھی۔ جسے باری تعالیٰ نے امت کے لئے تقاضائے تعظیم رسالت کے خلاف سمجھا اور تعظیم رسول کی خلاف ورزی کو خود تعظیم الوہیت کی خلاف ورزی قرار دے دیا۔

تفصیل ہماری کتاب محبت اور علامت محبت میں ملاحظہ فرمائیں

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا۔

لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا

تم رسول ﷺ کو اس طرح (عامیانہ انداز میں) نہ پکارا کرو جیسے ایک دوسرے کو آپس میں پکارتے ہو۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ باری تعالیٰ اپنے محبوب کے عامیانہ انداز سے پکارے جانے کی اجازت کسی طرح دے سکتا ہے جب اس نے خود بھی پورے قرآن میں حضور ﷺ کو تعظیمی القاب اور پیار بھرے خطابات کے بغیر کبھی نہیں پکارا

کبھی وہ **یا ایھا النبی** کہہ کر پکارتا ہے، کبھی **یا ایھا الرسول** کبھی **یا ایھا المزمل** کہہ کر یاد کرتا ہے کبھی **یا ایھا المدثر** کبھی **یٰس** کبھی **طٰہ** جبکہ دیگر تمام انبیاء کو ہمیشہ نام لے کر بلایا جاتا ہے مثلاً **یا ادم یا نوح یا ابراھیم یا موسی یا داؤد یا عیسٰی** یہی وجہ ہے کہ عام طور حضور ﷺ کو نام لے کر پکارنے کے بجائے یا رسول اللہ اور یا نبی اللہ جیسے القاب سے پکارنے کی تلقین کی گئی ہے اس میں پاس ادب ہے

مزید ارشاد فرمایا گیا

لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی و لا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم و انتم لا تشعرون

(اے ایمان والو) اپنی آوازیں، نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان سے اس طرح بے تکلفانہ انداز میں پکار پکار کر بات نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ایسا کرو کے تو تمہارے سب اعمال غارت ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔

یہاں تعظیم محبوب ﷺ کا کتنا بڑا ادب سکھایا جار رہا ہے اور ساتھ ہی یہ

تنبیہہ بھی کی جارہی ہے کہ بارگاہ رسالت میں معمولی سی بے ادبی بھی جو صرف آواز بلند کرنے سے ہو سکتی ہے' ساری زندگی کے نیک اعمال اور عبادات کو غارت کر دیتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان دولت ایمان سے بھی محروم ہو جاتا ہے قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ ایمان صرف کفر سے غارت ہوتے ہیں۔ اس کے سوا کسی بھی صورت میں ختم نہیں ہوتے۔ کیونکہ مسلمان جس قدر بھی گنہگار اور فاسق و فاجر کیوں نہ ہو' وہ اخروی زندگی میں اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں ضرور جائے گا۔ چنانچہ اگر اسکے سارے اعمال غارت ہو جاتے تو نتیجہ اس کا ایمان بھی نہ بچتا۔ لہذا وہ کبھی بھی دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل نہ ہو سکتا کیونکہ اعمال غارت ہو جانے سے ہمیشہ دوزخ میں رہنا لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے'

اولیک حبطت اعمالھم و فی النار ھم خلدون

ان کے اعمال غارت ہو گئے اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

بڑے سے بڑا گناہ بھی اپنا اثر اور سزا تو ضرو مترتب کرتا ہے لیکن تمام اعمال صالحہ کی نفی نہیں کر سکتا۔ اس لیے مومن بالاخر جنت کا مستحق بن جاتا ہے مگر بارگاہ مصطفویت کی بے ادبی صرف گناہ نہیں بلکہ کفر ہے۔ کیونکہ تمام اعمال کا غارت ہونا محض گناہ کی نہیں بلکہ کفر کی تاثیر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

اور جو کوئی ایمان کا انکار کر دے اور کفر کا مرتکب ہو پس اس کے اعمال غارت ہو جاتے ہیں

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

و لو اشرکوا لحبط عنھم ما کانو یعملون

اور اگر وہ شرک کرتے تو ان کے وہ عمل ضائع اور غارت ہو جاتے جو انہوں نے

کیے ہوئے تھے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ایزدی ہے

الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللّٰہ اضل اعمالھم

جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اللہ نے ان کے اعمال غارت کر دیے۔

جب مذکورہ بالا آیات کی روشنی میں یہ امر طے پا گیا کہ بارگاہ نبوت کی بے ادبی تمام اعمال کو غارت کرنے کا باعث ہوتی ہے' چونکہ اعمال صرف' کفر سے ہی غارت ہوتے ہیں اس لیے آنحضرت (ﷺ) کی بے ادبی صریح کفر قرار پائی اور نتیجہ آپ کی تعظیم عین ایمان

اس لیے حضور (ﷺ) کی محبت اور تعظیم صرف ایمان کے کمال کا ہی نہیں بلکہ اصلا ایمان کے ثبوت اور تحقق کا باعث ہیں۔ ان دو تقاضوں کو پورا کیے بغیر ایمان بالرسالت کا وجود ہی سرے سے محل نظر رہتا ہے

۳۔ نصرت محبوب (ﷺ)

آنحضرت (ﷺ) کے پیغمبرانہ مشن کی خدمت کو قرآنی اصطلاح میں نصرت رسول (ﷺ) کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ ایمان بالرسالت کا چوتھا تقاضا ہے **نصروہ** سے یہی مراد ہے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت سعیدہ کا مقصد **لیظھرہ علی الدین کلہ** اس دین حق کو تمام ادیان عالم پر غالب و فائق کرنا تھا) اس لحاظ سے آپ کے مشن کے دو پہلے تھے

۱۔ دین اسلام کی ظاہری شوکت اور سیاسی تمکنت کے تحفظ کا پہلو

۲۔ دین اسلام کی علمی' اخلاقی اور روحانی اقدار کے تحفظ کا پہلو

آپ (ﷺ) کے وصال کے بعد امت مسلمہ کو محبوب کریم (ﷺ) کی خلافت و نیابت دو طرح سے عطا کی گئی

۱۔ ظاہری خلافت

۲۔ باطنی خلافت

اسلام کی مادی ' سیاسی اور ظاہری شان و شوکت اور عظمت و تمکنت کے تحفظ اور فراغ کی جدوجہد ظاہری خلافت ہے ۔ جب کہ اسلام کی علمی ' مذہبی اور روحانی زندگی کے احیاء تجدید اور تحفظ کی جد و جہد باطنی خلافت ہے ۔ اپنی جان و مال ممکنہ وسائل و ذرائع اور علم و عمل کی تمام صلاحیتوں کو بروئے لاکر مصطفوی مشن کی خدمت میں ہمہ وقت مستعد رہنا یہی حقیقی تبلیغ اور جہاد ہے ۔ اس لیے سورہ توبہ کی آیت کریمہ میں محبت کے تین عناصر بیان کئے گئے ہیں اور **احب الیکم من اللّٰہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ**

جس کا معنی یہ ہے کہ کائنات کی کوئی شی اور منفعت خدا کی محبت رسول کی محبت اور جہاد کی محبت یعنی پیغمبرانہ مشن کی خدمت سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہونی چاہئے

پیغمبرانہ مشن کی خدمت و مدد کا یہی تصور کئی مقامات پر قرآن مجید میں یوں مذکور ہے

الذین امنوا وھاجروا وجھد و ا فی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم اعظم درجہ عند اللّٰہ واولیک ھم الفائزون

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ' وہ اللہ کے ہاں بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور وہی کامیاب و بامراد ہونے والے ہیں ۔

۴۔ اطاعت محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آیت مذکورہ بالا میں آخری شرط اور ادب کو **واتبعوا النور الذی انزل معہ** کے الفاظ کی صورت میں واضح کیا گیا ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت و اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان بالرسالت کا آخری اور تکمیلی تقاضا ہے ۔ اس کے

بغیر نہ محبت و تعظیم کا عنصر مکمل ہوتا ہے نہ نصرت و خدمت کا اس لیے ہر جگہ ایمان کے ساتھ اطاعت و اتباع کا حکم ضرور صادر کیا گیا ہے ارشاد ایزدی ہے

یا ایھا الذین امنوا اطیعو اللّٰہ ورسولہ

اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو

اطیعو اللّٰہ والرسول لعلکم ترحمون

اللہ اور رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو' تاکہ تم پر رحم کیا جا سکے

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔

ان تطیعوہ تھتدوا

اگر تم رسول (ﷺ) کی غلامی و اطاعت کرو گے' تو ہدایت پا سکو گے۔

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

جو کوئی رسول کی اطاعت کرے گا وہی اللہ کا مطیع ہو گا

اس طرح حب الٰہی کی شرط بھی اتباع رسول قرار دی گئی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

فرما دیجئے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو' تو میری پیروی کرو' اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا نے لے گا

محبوب دو جہاں ﷺ نے اپنی مکمل غلامی اطاعت اور اتباع کو ایمان کی شرط لازم قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو میری تعلیم کے تابع نہ کر دے

مذکورہ بالا چاروں تقاضے پورے ہوں گے تو ایمان بالرسالت مکمل ہو گا ورنہ ناقص و نا تمام رہ جائے گا۔ جب انسان حضور ﷺ کی اطاعت کرتا ہے تو

اسے اللہ کی اطاعت کی صورت میں اس کا انعام ملتا ہے

من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ

جو کوئی رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اور اگر انسان حضور ﷺ کی اتباع کرے تو اسے انعام میں اللہ تعالیٰ کی محبت ملتی ہے رشاد ہوتا ہے

فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

پس میری پیروی کرو تب اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا

یعنی میری اتباع کرو اللہ کی محبت مل جائے گی اتباع کا صلہ محبت ہے

اللہ کی محبت اور محبوبیت کا مرکز و محور

اتباع شروع بھی محبت سے ہوتی ہے اور ختم بھی محبت پر فرمایا

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ

اے محبوب! آپ فرما دیجئے انہیں اگر تم واقعی اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا

اگر تم اللہ کی محبت چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرو نتیجہ اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔ یہاں بھی مرکز و محور آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے ۔ اگر اللہ کا محب بننا چاہتے تو اس کے لئے بھی حضور ﷺ کی اتباع کو شرط قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی خدا کا محبوب بننا چاہے تو اس کے لیے بھی محبوب کریم ﷺ کی اتباع شرط لازم ہے۔

الغرض اللہ کا محب بننا بھی حضور علیہ السلام کی اتباع کے بغیر ممکن نہ رہا اور اللہ کا محبوب بننا بھی حضور ﷺ کی اتباع کے بغیر ممکن نہ رہا۔ پس اللہ کی محبت کا مرکز و محور بھی حضور ﷺ ذات گرامی ٹھہری ۔ سبحان اللہ!

محبوب کریم ﷺ سے محبت کیوں؟

اس صاحب فضل عظیم ﷺ کی امت پر ان گنت انعامات و احسانات ہیں لطف و کرم، رحمت و شفقت، تعلیم کتاب و حکمت، ہدایت صراط مستقیم، نار جحیم سے رستگاری ان میں سے ہر انعام و احسان قدر و منزلت میں کتنا بڑا ہے۔ ہدایت کی طرف آپ ﷺ مسلمانوں کے لئے ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ ان کی فلاح و نجات کے داعی ہیں۔ پروردگار عالم کے حضور ان کے شفیع اور گواہ ہیں حضور اکرم ﷺ کے کمالات و کرامات کچھ تو وہ ہیں جن کے انوار و آثار اس عالم میں ظاہر و روشن ہیں کچھ وہ ہیں جن کا ظہور آخرت میں روز قیامت ہو گا۔ آپ ﷺ خلیفہ رب العالمین اور نائب مالک یوم الدین ہیں۔ روز قیامت جو مقام محبوب ﷺ کا ہو گا اور کسی کو حاصل نہ ہو گا۔

روز محشر نہ کوئی اور سہارا ہو گا
سب کے ہونٹوں پہ محمد کی دہائی ہو گی

اور

جس کی دربار محمد میں رسائی ہو گی
اس کی قسمت پہ فدا ساری خدائی ہو گی

اور سچ تو یہ ہے کہ

تجھ سے پوچھا نہ نکیروں نے ظہوری کچھ بھی
قبر میں نعت نبی تو نے سنائی ہو گی

اور

جو قدر و منزلت محبوب الٰہی ﷺ کی ہو گی اور کسی کی نہ ہو گی

اور بحکم رب العالمین وہ آپ ہی کا دن ہو گا اور آپ ﷺ ہی کا حکم ہو گا۔

؎ جرم کتنا ہی نہ کیوں ہو بخش دیتا ہے خدا
وہ جسے کہہ دیں کہ جا تیری خطا کوئی نہیں

قصہ مختصر کہ! محبت کا سبب جو بھی ہو وہ تمام اسباب سید السادات، منبع البرکات علیہ افضل الصلوات و اکمل التسلیمات میں ثابت و موجود ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ محبت کے مستحق و موجب ہیں کیونکہ آپ ﷺ کے ساتھ ہماری محبت اپنی جان اپنے مال اور اپنی اولاد سے کہیں زیادہ وافر و اکثر ہے اور جو بھی اخلاص کے ساتھ حضور اقدس ﷺ پر ایمان صحیح لایا اس کا وجدان آپ ﷺ کی محبت سے خالی نہیں ہے۔

○ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے تمام احوال میں محبوب کریم ﷺ کی ولایت نہ دیکھی اور خود کو محبوب کریم ﷺ کی ملکیت نہ جانا اس نے سنت کی چاشنی نہیں دیکھی اور دوسری طرف

؎ دامن محبوب ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جن کے محبوب ﷺ ہو گئے ان کا زمانہ ہو گیا

حقیت میں خود کو محبوب کریم ﷺ کی ملکیت جاننا اور آپ ﷺ کی سراپا غلامی اختیار کرنا ہی ذریعہ نجات ہے

؎ جو بھی مجرم میری سرکار کے دامن میں چھپے
عرش والے اسے جنت کی سزا دیتے ہیں

محبت خدا کی ہے اور محور حضور اکرم ﷺ ہیں گویا خدا کی محبت اور محبوبیت دونوں میں مرکز و محور حضور ﷺ کی ذات اقدس ہی ہے مختصر یہ کہ دین میں اول و آخر مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی ہے۔

حب الرسول ﷺ من الایمان

حضور ﷺ کی محبت 'ایمان کا حصہ ہے

یہ حقیقت بالکل عیاں ہے اور سب کے ہاں مسلمہ ہے کہ حضور نبی کریم روف و رحیم نور مجسم شفیع معظم رحمتہ اللعالمین سرورِ کائنات ' نبی الانبیاء۔ جناب محمد الرسول ﷺ کی محبت ایمان کا حصہ اس کا جزو بلکہ سراپا ایمان ہے

مفہوم حدیث کی مزید وضاحت۔

لا یو من احد کم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین

تم میں سے کوئی پکا مومن نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ میں اسے 'اس کے ماں باپ آل اولاد اور تمام لوگو ں سے زیادہ محبوب ہو جاؤں

اس حدیث پاک کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ اہل ایمان کو اپنے پاک نبی کی محبت میں اس طرح غرق ہونا چاہئے کہ ان کے تصور و خیال میں اس من موہنی صورت کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہ آئے ' اور وہ شب روز انہیں کے تصور میں منہمک رہیں۔ اور جب ان کی حفاظت نہ موقع آئے۔ تو جان کا نزرانہ پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ اور سر ہتھیلی پہ رکھ کر میدان میں آ جائیں۔ اور دشمن کے چھکے چڑا دیں ایسے ہی جان نثار اور سرفروش عاشقانِ باصفا کے بارے میں قرآن پاک نے بیانِ فرمایا ہے۔

یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن تبعک من المومنین

اے پیارے نبی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے۔ اور وہ (جانباز) مومنین جنہوں نے آپ کی پیروی کی۔

۲۔ حدیث پاک میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ماں باپ آل اولاد' اور تمام لوگوں سے زیادہ اس محبوب ﷺ کے ساتھ محبت کرو۔

ان تین گروہوں کا ذکر سخن گسترانہ بات نہیں' بلکہ بڑی معنی خیز بات ہے۔ ماں باپ کے ساتھ محبت میں احترام و تعظیم کا پہلو غالب ہوتا ہے' اور اولاد کے ساتھ محبت میں شفقت و رحمت کا پہلو غالب ہوتا ہے اور لوگوں کے ساتھ محبت میں احسان و مروت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ گویا ماں باپ آل اولاد اور لوگوں کا ذکر یہاں تین محبتوں کا نمائندہ ہے اور یہ حکم یہ دیا گیا ہے ان تینوں محبتوں سے کہیں بڑھکر اور وافر مقدار میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ محبت ہونی چاہئے قرآن پاک نے محبت کے اس تصور کو یوں اجاگر کیا

لا تجد قوم یومنون باللّٰہ والیوم الاخر یوادون من حاء اللّٰہ ورسولہ لو کانو ابائھم اور ابناء ھم

جو لوگ اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان لے آئے ہیں' تم انہیں دیکھو گے کہ وہ خدا اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ قطعی محبت نہیں کرتے ہیں خواہ وہ ان کے ماں باپ بیٹے' بھائی بہن اور اہل خاندان ہی کیوں نہ ہوں ایسے لوگوں کے دلوں میں اللہ پاک نے ایمان گاڑ دیا۔ یعنی اللہ جل مجدہ الکریم ان کے دلوں میں اپنی اور اپنے محبوب ﷺ حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باپ ابو قحافہ (جب وہ حالت کفر میں تھے) سرکار ﷺ کے متعلق نازیبہ کلمہ صادر ہوا۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے باپ کو تھپڑ مار دیا۔

بلکہ فرمایا اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو تیری گردن اڑا دیتا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے صاحبزادہ نے عرض کیا۔ کہ جنگ بدر میں آپ بار بار میرے تلوار کے ذر میں آئے اگر میں چاہتا تو آپ کو قتل کر سکتا۔ مگر باپ سمجھ کر آپ کو چھوڑ دیا تھا۔

آپ نے فرمایا کہ بیٹے اگر تم میرے سامنے آجاتے تو کبھی بچ کر نہ نکلتے۔ عزت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میں بیٹے کی محبت کو قربان کر دیتا۔ یعنی تجھے قتل کرتا کبھی نہ چھوڑتا۔ (روح المعانی)

ایک اور صحابی حضرت عبد اللہ نے اپنے باپ جو رئیس المنافقین (عبد اللہ بن سلول) تھا سے یہ نازیبا الفاظ سنے۔

لمن رجعنا الی المدینه لیخرجن الاعز منها الاذل

اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم عزت والے 'بے عزت لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے

۔ حضرت عبد اللہ جو عشق صادق تھے۔ سرکار سے اجازت لی۔

اور اپنی تلوار سونپ کر شہر کے دروازہ آکھڑے ہوئے۔

اور اپنے باپ سے کہا کہ اب تو اپنی زبان سے۔ کہہ کہ

ان اذل الناس واصحاب محمد اعزه

میں تمام لوگوں سے ذلیل تر ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اصحاب سب سے زیادہ معزز ہیں ورنہ میں تیری گردن اڑادونگا

استحکام ایمان کا انحصار تعلق بالرسالت پر ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اپنی محبت کا مرکز و محور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو سمجھتے تھے اس لئے آپ کی حد درجہ تعظیم اور غایت درجہ تکریم کیا کرتے تھے۔ چونکہ مرکز و محور محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی اس لیے ہر جہت سے آپ کے ساتھ اپنا ربط و تعلق اتنا گہرا استوار کرتے تھے۔ کہ اس کی حد نہ رہتی تھی وہ جانتے تھے کہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس

کے ساتھ جس قدر مضبوط مستحکم تعلق ہو گا اسی قدر ایمان بھی مضبوط و مستحکم ہوتا چلا جائے گا پس یہی ایک گُر اور راز تھا جسے وہ سمجھ گئے تھے۔

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر نمازیں زیادہ ہوں گی اسی قدر ایمان مضبوط ہو گا جس قدر روزے زیادہ ہوں گے اسی قدر ایمان مضبوط ہو گا جس قدر حج زیادہ ہوں گے ایمان اسی قدر مضبوط ہو گا یہ ساری عبادتیں اور ان کی فضیلتیں اپنی جگہ بجا لیکن یہ سب اعمال مل کر بھی تنہا ایمان کو مستحکم نہیں بنا سکتے۔ ایمان فی الحقیقت اسی صورت میں مضبوط ہو سکتا ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ سے عشق و محبت والا تعلق مضبوط ہو جائے۔ پس اگر مرکز محور کے ساتھ تعلق مضبوط ہو گیا تو پھر ایمان بھی کامل ہو جائے گا اور عمل و عبادات بھی با مقصد و بامراد یعنی یہ سب اعمال و عبادت ایمان کے کھاتے میں جائیں گے۔ اور اگر یہ تعلق کمزور پڑ گیا یعنی محبت کم رہ گئی اور ادب ملحوظ خاطر نہ رہا تو نصرت و اتباع اور اطاعت وغیرہ کوئی بھی شئے ایمان کے کھاتے میں نہیں جائے گی۔ پھر یہ سب کچھ محض بوجھ ہو گا جو ہم اپنے کندھوں پر اٹھاتے پھرتے ہونگے

حقیقت ایمان

جب انسان مرتا ہے تو اس میں سے کیا نکل جاتا ہے؟ کیا آنکھ ناک کان ہاتھ یا پاؤں الگ ہو جاتے ہیں؟ نہیں بلکہ سب کچھ قائم رہتا ہے فقط روح نکل جاتی ہے۔ اندریں صورت کیا انسان کو زندہ کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اسے مردہ کہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح سارے کے سارے اعمال قائم رہیں لیکن اندر سے محبت اور ادب رسول ﷺ کا عنصر نکل جائے تو ایمان مر جاتا ہے۔ اعمال سب کے سب بدستور ہو رہے ہوں نمازیں' روزے' حج' زکوۃ' دعوت و تبلیغ سب کچھ ہو رہا ہو لیکن سب کچھ محبت اور ادب رسول ﷺ سے خالی ہو تو پھر یہ محض بے روح عبادات اور اعمال کے مردہ لاشے ہیں جو ہم اپنے کندھوں پر

اٹھائے پھرتے ہیں۔

محور کی پہنچان کے لئے قرآن ہدایت

ارشاد خداوندی ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ

(اے محبوب) اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ بلاؤ

یہاں ایک خاص نکتہ سمجھایا جا رہا ہے اور وہ یہ کہ کہنے کو تو یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ اے محبوب لوگوں کو رب کی طرف بلا۔ رب کا راستہ دکھا۔ یا یوں بھی کہا جا سکتا تھا کہ لوگوں کو کائنات کے رب کی طرف بلا' لوگوں کو ان کے رب کی طرف بلا۔ بات تو بہر صورت رب ہی کی ہوتی کہ وہی ہر ایک کا رب ہے۔ لیکن رب العزت نے اس انداز سے بات نہ کی بلکہ دیگر تمام نسبتوں کی بجائے اپنی ربوبیت کی بات اپنے محبوب کی نسبت و اضافے کے حوالے سے کی فرمایا کہ اے محبوب لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلا۔ انہیں میری پہچان و معرفت کروا۔ انہیں میرا رب ہونا بتلا لیکن اس طرح نہ کہ سیدھے میری طرف بھاگتے چلے آئیں۔ انہیں میری پہچان اپنا رب ہونے کے ناطے سے کروا۔ انہیں میری یاد دلا لیکن ایسے نہ کہ تجھے بھول جائیں انہیں مجھ سے ملا لیکن ایسے نہ کر تجھ سے بیگانہ ہو کر ملنے کے لئے میری طرف آئیں انہیں میری طرف بلا لیکن اس طرح کہ تیرے ذریعے مجھ تک پہنچیں۔ میری یاد انہیں تیری یاد سے اور میرا راستہ انہیں تیرے راستے سے ملے۔ میرا جمال انہیں تیرے جمال سے اور میرا کمال انہیں تیرے کمال سے میسر آئے میرا تعلق انہیں تیرے تعلق سے۔ میری نسبت تیری نسبت سے اور میری بندگی انہیں تیری غلامی کے ذریعے ملے۔ میری رضا اور میری بارگاہ میں فنائیت انہیں تیری رضا اور تیری راہ میں فنائیت سے ملے۔ یہ میرے بنیں لیکن اس طرح کہ پہلے تیرے بنیں۔ مجھے پہنچانیں ایسے کہ

پہلے تجھے پہچانیں مجھ تک پہنچیں لیکن ایسے کہ پہلے تجھ تک پہنچیں میرے در پر آئیں لیکن ایسے کہ پہلے تیری دہلیز پر جھکیں اسی صورت میں ہی ان کی مجھ تک رسائی قابل قبول ہے بصورت دیگر مردود و نامقبول ہے

امت مسلمہ کی محور فراموشی

جس طرح چکی کا محور قائم رہنے سے گندم پستی ہے اور محور کے قائم نہ رہنے سے دانے بکھر جاتے ہیں اسی طرح اپنے ایمان کے مرکز و محور پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے امت مسلمہ انتشار و افتراق کا شکار ہو گئی ہے۔ امت مسلمہ اپنے محور کو فراموش کر بیٹھی ہے۔ کسی نے مال و دولت کو اپنا محور بنالیا تو کسی نے اغراض د نیوی کو کسی نے جاہ و حشمت کو محور بنالیا ہے تو کسی نے ہوائے نفس کو۔ اجتماعی و ملکی سطح پر کسی نے امریکہ کو اپنا محور بنالیا ہے تو کسی نے روس کو الغرض کسی نے کسی کو محور بنالیا ہے اور کسی نے کسی کو

ادع الی سبیل ربک میں اضافت کا مفہوم

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جہاں بھی اپنی ربوبیت کا تذکرہ کیا ہے کسی نہ کسی اضافت کے حوالے سے کیا ہے۔ اضافت نسبت کو کہتے ہیں مثلا ایک کتاب ہے اور آپ فقط کتاب کہیں تو اس سے کچھ پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ کس کی کتاب ہے اور اگر آپ کتاب زید یعنی زید کی کتاب کہیں تو اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ کتاب کس کی ہے۔

معلوم ہوا کہ حروف اضافت کا کے کی کے ذریعے نسبت کا تعین اور اس کی پہچان حاصل ہوتی ہے اس طرح آیت مذکورہ میں ربک کے ذریعے رب کی پہچان ہو گئی کہ کون سا رب ورنہ کوئی سورج کا رب ہونے کی بات کرتا ہے تو کوئی چاند کا رب ہونے کی کوئی گنگا کا رب ہو۔ ہونے کی بات کرتا تو کوئی جمنا کا رب ہونے کی اور اس طرح ہر کوئی جدا جدا نسبت سے رب کی پہچان کرتا فرمایا کہ تم سب

ان نسبتوں کو بھول جاؤ اور رب فقط اسی کو مانو جو میرے محبوب ﷺ کا رب ہے اور جو میرے محبوب کا رب ہے وہی پوری کائنات کا رب ہے۔

معرفت الٰہی نسبت محبوب ﷺ پر منحصر ہے

اللہ رب العزت اپنی پہچان نسبت محبوب ﷺ کے ذریعے اپنی مخلوق کو کروا رہا ہے۔ حالانکہ اس کا محتاج نہیں۔ وہ بے نیاز ہے اور شان صمدیت کا مالک ہے وہ کسی شے کا محتاج نہیں لیکن جو کچھ بھی کرتا ہے اپنی مخلوق کے لئے کرتا ہے ہمارے لئے ہی کرتا ہے۔ پس فرمایا کہ لوگو! مجھے پہچانو لیکن یوں کہ اپنے محبوب کا رب ہونے کے حوالے سے پہچانو اس لئے کہ اگر یہ نسبت قائم ہو گئی اور تم نے مجھے اپنے محبوب اور اپنے کارخانہ قدرت کے عظیم ترین شاہکار کا خالق اور رب ہونے کے حوالے سے پہچان لیا تو پھر کوئی تمہیں بھٹکا نہ سکے گا۔ اگر لاکھوں انسان بھی تمہیں اپنی طرف بلائیں کہ آو رب ادھر ہے تو تمہیں گمراہ نہ کر سکیں گے اس نسبت کو قائم اور جاری و ساری ہونے سے کوئی تمہیں راہ راست سے بھٹکا نہ سکے گا۔ چنانچہ یہ لفظ ذہن نشین کر لیا جانا چاہئے اور اسے دل و دماغ کی تختی پر نقش کر لیا جانا چاہئے کہ اللہ رب العزت کی معرفت اور اس تک رسائی نسبت رسالت کے بغیر ہی نہیں اور اگر کوئی شخص، نسبت محبوب ﷺ کے بغیر براہ راست اللہ تعالیٰ کی معرفت و پہچان حاصل کرنا چاہتا ہے یا اس سے قرب و رسائی کا دعوایدار ہے تو یہ محض گمان باطل ہے نفس کا دھوکہ ہے اور شیطان کا فریب ہے رب العزت اس گمان باطل سے ہر صاحب ایمان کو محفوظ رکھے۔ المختصر یہ حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ محبوب کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی ایمان کا مرکز و محور ہے توحید گی پہچان بھی اسی سے ہے۔ الوہیت اور اللہ کی وحدانیت کی پہچان و معرفت بھی اسی سے ہے۔ قرآن ہونا بھی اسی نسبت سے اور کعبہ کی پہچان بھی اسی نسبت سے ہے۔ حتی

کہ ہمارے دین و ایمان اور مسلمان کی پہچان اسی نسبت سے ہے اس تصور پر ایمان کامل ہونا چاہئے کہ دین میں مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ جب یہ نکتہ ذہن نشین ہو جائے تو پھر جانا جائے کہ اس ذات کے ساتھ تعلق کے تقاضے کیا ہیں تا کہ انہیں پورا کر کے انسان اپنے دین و ایمان کی حفاظت کر سکے۔ دین و ایمان کا مرکز محور محبوب کریم ﷺ ذات اقدس ہے اس تصور کو سورۃ اخلاص میں بڑے اچھوتے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے

قل ھو اللّٰہ احد ○ اللّٰہ الصمد ○ لم یلد ولم یولد ○ ولم یکن لہ کفوا احد ○

اے محبوب فرمادیجئے وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے

اس سورۃ کا پورا مضمون ہی توحید کے بیان پر مشتمل ہے اور پورے قرآن مجید میں توحید کا مضمون اس انداز میں اور کہیں نکھر کر سامنے نہیں آیا

اب ذرا پہلی آیت کو لیں فرمایا۔ قل (اے پیارے محبوب) فرمادیجئے ھو اللہ احد وہ اللہ ایک ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توحید جو اللہ کی وحدانیت پر ایمان کا نام ہے کیا اس کا مضمون واقعہ لفظ قل سے شروع ہوتا ہے یا ھو اللہ احد سے؟ یقیناً ھو اللہ احد سے اس کا آغاز ہوتا ہے جب کہ قل محبوب کریم ﷺ کے ساتھ خطاب ہے کہ محبوب آپ کہہ دیں وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان فی الحقیقت ھو اللہ احد سے شروع ہوتا ہے جب کہ لفظ قل اضافی طور پر لیا گیا ہے

لفظ قل کے اضافہ کی افادیت و حکمت

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں لفظ قل کا اضافہ کیوں کیا گیا قل کے بغیر ھو اللہ احد

سے بات شروع نہیں کی جا سکتی تھی ؟ یقیناً کی جا سکتی تھی ۔ لیکن یہ اضافہ اس لئے کیا گیا کہ محبوب تو اپنی پیاری پیاری زبان سے کہہ دے کہ اللہ ایک ہے اور جب لوگ تیری زبان سے سن کر تجھ پر اعتماد کرتے ہوئے مجھے ایک مانیں گے تو ان کا یہی اقرار وحدت میرے نزدیک عقیدہ توحید بن جائے گا۔

باخبر کو مبعوث کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ کو از خود کوئی نہ جانتا تھا ۔ کسی نے اسے دیکھا نہ تھا کسی نے اسے سنا نہ تھا غرضیکہ ساری دنیا اس سے بے خبر تھی (الاماشاء اللہ) اللہ پاک نے چاہا کہ دنیا کو میری خبر ہو ۔ پس اس نے ایک باخبر پیدا فرمایا ' اسے اپنا راز دیا اسے اپنی معرفت و پہچان دی اپنا راز اسے دے کر با خبر بنایا اور پھر فرمایا کہ اب تو بے خبروں میں جا اور ان کو میری خبر دے قرآن حکیم میں فرمایا گیا۔

ھو الذی بعث فی الامین رسولا

وہی اللہ (اللہ) ہے جس نے امیوں میں ایک رسول مبعوث فرمایا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بے خبروں میں ایک باخبر کو معبوث فرمایا ۔ وہ باخبر آیا اس نے بے خبروں کو خبر دی ۔

مخبر پر ایمان خبر پر ایمان سے مقدم ہوتا ہے

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی خبر دی ہے تو آیا پہلے مخبر ہوتا ہے یا خبر؟ آپ کا تعلق پہلے مخبر کے ساتھ قائم ہوتا ہے یا خبر کے ساتھ آپ یقیناً پہلے مخبر کو صادق اور سچا مانتے ہیں تب اس کی خبر کو ۔ پس مخبر پہلے ہوا اور خبر بعد میں ۔ خبر یہاں توحید ہے اور مخبر کا آنا رسالت ہے رسول کا آ کر بے خبروں کو اس کی خبر دینا توحید ہے ۔ رب ذوالجلال نے فرمایا کہ محبوب ! جب تک مخبر کا واسط درمیان نہ ہو مضمون توحید میرے بے خبر بندوں تک پہنچ ہی نہیں سکتا ۔ اس

لئے توحید کا مضمون بعد میں ہو گا اور قل کا مضمون جو عنوان رسالت ہے پہلے لایا جائے گا تاکہ بے خبروں کو پتہ چل سکے کہ مجھ تک رسائی کا واحد ذریعہ میرا رسول ﷺ ہے جس نے آکر تمہیں میری خبر دی ہے۔

جب تک خبر دینے والے کا دامن تھام نہ لیا جائے مخبر عنہ (جس کی خبر دی جائے) تک رسائی میسر نہیں آسکتی۔ بس اللہ کا رسول اللہ کی خبر دینے والا بن کر آتا ہے اور انہیں خبر دیتا ہے جنہوں نے کبھی اسے دیکھا نہیں ہوتا کبھی اسے سنا نہیں ہوتا اس کی ذات کو اور اس کی صفات کا براہ راست مشاہدہ نہیں کیا ہوتا۔ پس رسول آتا ہے اور آکر خبر دیتا ہے کہ میں اس کی طرف سے بھیجا گیا ہوں۔ وہ ایک ہے اسے مان لو۔

ہم بات کے پیچھے بھاگتے ہیں 'بتانے والے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہماری حالت یہ ہو چکی ہے کہ خبر کے پیچھے جاتے ہیں مخبر کو چھوڑ دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ کامیابی نصیب نہیں ہو رہی۔ دین کو جب تک صاحب دین کی نسبت سے نہ مانا جائے شریعت کو جب تک صاحب شریعت کے حوالے سے نہ جانا جائے منزل مقصود تک پہنچنا ناممکن ہے

معرفت الٰہی بذریعہ غلامی محبوب ﷺ

یہ کتنی بے عقلی و نادانی اور ظلم و زیادتی کی بات ہے کہ اس رسول سے اللہ کی وحدانیت اور اس کا وحدہ لاشریک لہ ہونا سنے اور اسے ماننے لگے اور بعد ازاں یہ کہتا پھرے کہ توحید مانتے ہیں رسول کی کیا ضرورت ہے بے شک توحید اللہ رب العزت کی الوہیت اور اس کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی اطاعت' بندگی اور عبادت سے عبارت ہے لیکن اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے پہلے در مصطفیٰ ﷺ پر سر جھکانا ہو گا۔ خبر دینے والے کا دامن تھامنا ہو گا محبوب کریم ﷺ کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہو گا۔ آپ ﷺ کی غلامی میں

آنا ہوگا' آپ کو ماننا ہوگا اور لاریب آپ کو ماننے ہی سے اللہ کی راہ ملے گی۔
اسی لئے رب العزت نے فرمایا قل محبوب کہہ دو (کہ میں ایک ہوں) باری تعالیٰ ! بات تیری اپنی ہے اور جن سے بات کرنی ہے وہ بھی تیرے ہی بندے ہیں تو ہی ان سے بات کرلے۔ بات تیری بندے تیرے میں بھی تیرا مولا! اپنی بات ان سے براہ راست کیوں نہیں کرلیتا۔ فرمایا نہیں میں ان سے براہ راست بات نہیں کرتا۔ یہ میرے مخاطب بننے کے اہل نہیں۔ میرا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی انہیں بلاتا ہوں تیرے ہی لبوں کے ذریعے بلاتا ہوں' جب بھی ان سے بات کرنا ہو تیرے ہی ذریعے ہمکلام ہوتا ہوں۔ جب بھی ان تک کوئی پیغام پہنچانا ہو تیرے ہی واسطے سے پہنچاتا ہوں

باری تعالیٰ سے ہم کلامی بواسطہ رسالت

لفظ قل کے ذریعے محبوب کریم ﷺ کو مخاطب کرنے سے ہمیں ایک اور نہایت اہم سبق بھی حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سنو! میں تمہارا رب ہوں۔ جس سے چاہوں بغیر واسطہ کے خطاب کرسکتا ہوں' جسے چاہوں بغیر واسطہ کے اپنی طرف بلا سکتا ہے کیونکہ قادر مطلق ہوں لیکن تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جب میں قادر مطلق ہو کر بھی تم سے اپنے محبوب کریم ﷺ کے واسطے کے بغیر کلام نہیں کرتا تو تم بندے ہو کر نبی کے واسطے کے بغیر مجھ سے کس طرح بات کرسکتے ہو تمہیں خبر ہونی چاہئے کہ جب میں رب ہو کر مخلوق سے براہ راست بات نہیں کرتا مخلوق کو حق پہنچتا ہے کہ وہ کیسے مجھ سے میرے نبی کے واسطے کے بغیر بات کرے کائنات میں کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ یہ دعویٰ کرسکے کہ مجھ تک اللہ رب العزت نے یہ بات ہدایت نبی کے واسطے کے بغیر بھیجی ہے۔ پس فرمایا کہ اے محبوب! میں تیرے واسطے کے بغیر ان سے بات ہی نہیں کرتا۔ تاکہ یہ جان لیں کہ جب انہیں بھی مجھ سے بات کرنی ہو تو اس کا

طریقہ یہ ہے کہ تجھے واسطہ بنا کر کیا کریں

اللہ تعالیٰ واسطے کا محتاج نہیں ہے۔ یہ محتاجی ساری کی ساری ہماری ہے جب وہ بے نیازی کی شان کا مالک ہو کر بھی ہم سے بات کرتے وقت اپنے محبوب ﷺ کو درمیان میں واسطہ بناتا ہے تو ہم جو عاجز و گنہگار ہیں اس سے ہم کلام ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے وسیلے سے کیونکہ بے نیاز ہو سکتے ہیں؟

پس اگر خالق و مخلوق کے درمیان رسول کا وسیلہ اور واسطہ قائم یہ ہے تو بات ادھر سے ادھر بھی رہے اور ادھر سے ادھر جاتی بھی رہے۔ بصورت دیگر خود فریبی اور سعی لاحاصل کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

لفظ قل کے اضافے میں نکتہ محبت

اس انداز تخاطب میں ایک ایمان پرور نکتہ یہ بھی ہے کہ بے شک بات اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن اللہ کی بات پیارے محبوب محمد ﷺ کی شیریں زبان سے سن کر جو حلاوت نصیب ہوتی ہے وہ کسی اور صورت میں نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ منشائے ایزدی یہی ہے کہ اے محبوب شیریں دہن! میری بات اپنی زبان پر لا۔ میرا پیغام اپنی میٹھی میٹھی زبان سے میرے بندوں تک پہنچا دے چنانچہ محبوب کریم ﷺ کی نسبت اللہ کی بارگاہ میں اس کے ذکر کو عزیز تر کر دیتی ہے لہٰذا ہمیں چاہیے کہ محبوب کریم ﷺ کی نسبت سے اللہ کی یاد اور اس کا ذکر کریں۔ یہ نسبت خود ہمیں بھی اور ہمارے ذکر کو بھی اللہ کی بارگاہ میں عزیز بنا دیگی

ایمان و اسلام اور دعوت و تبلیغ کا مرکز و محور

قرآن حکیم میں جہاں بھی ایمان و اسلام اور دعوت و تبلیغ کی بات کی گئی ہے محبوب کریم ﷺ ہی کی ذات مطہرہ کو مرکز و محور ٹھہرایا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت مذکوہ میں دعوت کے حوالے سے فرمایا گیا

ادع الی سبیل ربک

اے محبوب لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلا

اسی طرح تبلیغ کے حوالے سے ارشاد فرمایا

بلغ ما انزل الیک من ربک

(اے محبوب) اس کی تبلیغ کر جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کیا گیا۔

وہ شان صمدیت کا مالک ہے' بے نیاز ہے اسے تیرے یا میرے کے الفاظ نے رب نہیں بنایا وہ تو بہر صورت رب اور ان نسبتوں سے بلند و بالا ہے وہ اول و آخر رب ہے اور اس کے سوا کوئی رب نہیں اور کارخانہ قدرت کا قیام اور دوام واستمرار اس کی ربوبیت والوہیت کی منہ بولتی شہادت ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا گیا۔

لو کان فیھما الھہ الا اللّٰہ لفسدتا

اگر (کائنات عالم میں) اللہ کے سوا کوئی اور الہ ہوتے تو یقیناً کارخانہ قدر کو تہہ دبا لا کر ڈالتے۔

کائنات ہست وبود میں اللہ کے سوا کوئی رب نہیں جب کہ عوالم کروڑوں اربوں ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے!

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا

تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ حقیقت مسلمہ تھی تو پھر رب کریم نے اپنا ذکر ربوبیت اضافت و نسبت کے ساتھ کیوں کیا؟ مطلق کیوں نہ کیا؟ اسے ہم ایک مثال کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فرض کریں کسی محلے میں پندرہ بیس گھر ہوں اور کوئی شخص فقط یہ کہے کہ میں گھر جانا چاہتا ہوں تو آپ کہیں گے بتاؤ بھائی! کس کے گھر جانا ہے کیونکہ سبھی گھر گھر تو ہیں ہی لیکن تم کس کے متلاشی ہو؟ کس کے ہاں جانا چاہتے ہو تو وہ کہے گا کہ بیت فلاں فلاں کے گھر جس سے اس کا مدعا واضح ہو جائے گا۔ اضافت کی

ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب ساری چیزیں سامنے ہوں اور ایک کی نشان دہی کرنی ہو آپ ایک سڑک پر کھڑے ہوں اور وہاں صرف ایک ہی دکان ہو اور کوئی شخص آکر آپ سے یہ پوچھے کہ دکان کہاں ہے؟ تو جواباً آپ یہ نہیں کہیں گے کہ کون سی دکان اس لئے کہ دکان فقط ایک ہی ہے۔ لہٰذا یہاں نسبت و اضافت لگانے کی ضرورت نہ رہی۔

پس جب ساری کائنات میں رب فقط ایک ہی ہے تو یہاں بھی اضافت کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن یہاں جابجا رب کے ساتھ تمہارا کی نسبت لگائی جا رہی ہے چنانچہ یہاں جو نکتہ واضح کرنا مقصود ہے وہ یہ کہ اضافت کی ضرورت اس لئے نہ تھی کہ اللہ کی پہچان میں کوئی مغالطہ لاحق ہونے کا احتمال تھا بلکہ اس لئے کہ رب کا ذکر تمہارا کی اضافت کے ساتھ ہوتا کہ لوگ پہچان جائیں کہ منزل رب ہے اور اس تک پہنچنے کا واحد راستہ اس کا محبوب ہے۔ مقصود رب ہے لیکن اس تک رسائی کا واحد ذریعہ ذات مصطفیٰ ﷺ ہے مطلوب رب ہے لیکن اس کو پانے کا واحد ذریعہ ذات مصطفیٰ ﷺ ہے مطلوب رب ہی ہے لیکن اس کو پانے کا واحد وسیلہ اس کا رسول ﷺ ہے۔ بالفاظ دیگر تیرا کی نسبت لانے میں حکمت یہ ہے کہ اے محبوب لوگ اپنے رب کی طرف آئیں لیکن تیرے راستے سے آئیں اپنے رب کو پائیں لیکن تیرے واسطے سے پائیں اپنے رب کی معرفت اور پہچان حاصل کریں لیکن اسے تیرا رب سمجھ کر پہنچائیں پس جب لوگ تیرے واسطے اور تیرے وسیلے اور تیرے راستے سے اپنے رب کی بارگاہ تک پہنچیں گے تو اس کی طرف سے خوش آمدید ہو گا۔ اس کی جانب سے استقبال ہو گا اور اس کی بارگاہ بے کس پناہ سے بھی جی آیاں نوں ہو گی۔ بصورت دیگر کسی کا آنا قبول نہیں کیا جائے گا۔

کامیابی کن لوگوں کا مقدر ہے

فلاح و کامرانی کا انحصار اور اس کا دارو مدار نسبت رسالت ﷺ ہی پر ہے جیساکہ ارشاد فرمایا گیا۔

والذین امنوا بہ وعزروہ و نصروہ واتبعو النور الذی انزل معہ اولیک ھم المفلحون

پس جو لوگ اس رسول ﷺ پر ایمان لائے اور اس کی حد سے بڑھ کر تعظیم کی اور اس کی مدد کی اور اس نور ہدایت کی پیروی کی جو اپنے ساتھ لایا ہے پس وہی خوش نصیب فلاح پانے والے ہیں۔

بے شک کامیابی انہی کو نصیب ہو گی جنہوں نے نسبت رسالت ﷺ کا دامن مضبوطی سے پکڑ رکھا ہو گا اور حضور اکرم ﷺ کو ایمان کا مرکز و محور سمجھتے ہوئے ایمان کے درج ذیل چاروں بنیادی تقاضے پورے کیئے ہوں گے۔

محبوب کریم ﷺ پر ایمان
محبوب کریم ﷺ کی حد سے بڑھ کر تعظیم
محبوب کریم ﷺ کے دین کی نصرت
محبوب کریم ﷺ کی تعلیمات کی پیروی

چند علمی و عشقی نکات

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

جو کوئی محبوب ﷺ کی اطاعت کرے اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی اس آیت کریمہ میں دین کی مرکز و محور ہستی کی نبوت و رسالت کے حوالے سے

تین بنیادی تصورات بیان کئے گئے ہیں جنہیں واضح کرنا مقصود ہے اور جنہیں جان کر ہمیں معلوم ہو گا کہ اعتقادی اور ایمانی حوالے سے محبوب کریم ﷺ کے ساتھ ہمارا تعلق غلامی کس نوعیت کا ہونا چاہیے۔

آیت مذکورہمیں موجود تین بنیادی نکات میں سے نکتہ اولیٰ لفظ الرسول سے ماخوذ ہے۔ نکتہ ثانی لفظ یطع فعل مضارع اور اس کی افادیت کے حوالے سے ہے جب کہ نکتہ ثالث فقد اطاع اللہ میں صیغہ ماضی کی اہمیت اور اس کی افادیت سے عبارت ہے۔

نکتہ اولیٰ۔ الرسول میں پنہاں معارف

ارشاد فرمایا گیا من یطع الرسول جو کوئی اس رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی اسم پر تنوین یعنی دو زبریں ' دو زیریں یا دو پیشیں آئیں تو وہ نکرہ بن جاتا ہے جو عمومیت پر دلالت کرتا ہے اور اگر کسی اسم پر الف لام داخل کر دیا جائے جیسے الرسول ' تو ایسا اسم معرفہ ہو کر خاص ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر کتاب کا اطلاق ہر کتاب پر ہوتا ہے۔ کوئی بھی کتاب اس سے مراد لی جا سکتی ہے لیکن الکتاب کہنے سے معنی تو کتاب ہی رہے گا لیکن اس سے مراد کوئی خاص کتاب ہی ہو گی ' ہر کتاب کے لئے اس کا اطلاق درست نہ ہو گا۔ جیسے فرمایا گیا۔

ذالک الکتاب لاریب فیه

یہ وہ کتاب ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

گویا لفظ کتاب پر الف لام داخل ہو جانے کی بنا پر کتاب خاص ہو گئی عام نہ رہی ۔ اس قاعدے کو ذہن میں رکھتے ہوئے **من یطع الرسول** کے حصہ آیت میں الرسول میں پنہاں نکتے کو سمجھیں۔

رسول کی بجائے الرسول فرمانے کی
اہمیت و افادیت

یہ بات قابل توجہ ہے کہ آیت بالا میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے **من یطع رسولا** (بطور نکرہ کے) ارشاد نہیں فرمایا بلکہ **من یطع الرسول** (بطور معرفہ کے فرمایا گیا ہے تاکہ تخصیص کی جا سکے۔ جہاں رسولوں کی عمومی اطاعت کا بیان مقصود تھا وہاں فرمایا

وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ

ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے

لیکن مذکورہ سابقہ آیت میں چونکہ ہر رسول مراد نہ تھا بلکہ خاص رسول نبی آخر الزماں ﷺ مراد تھے اس لئے رسول پر الف لام داخل کر کے **من یطع الرسول** فرمایا جس سے یہ نکتہ خاص باور کرایا گیا کہ ہم اس مقام پر ہر رسول کی بات نہیں کر رہے بلکہ اس خاص رسول مکرم ﷺ کی بات کر رہے ہیں جو تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا اور جس کی بعث کو ہم نے مومنین پر اپنا خاص احسان قرار دیا ہے۔

لقد من اللّٰہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم

یقیناً اللہ تعالیٰ کا مومنوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے انہی میں ایک رسول ان میں بھیجا۔

آیت کریمہ کا خطاب وہی رہا مگر مخاطب بدل گئے

یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ جب آیت مذکورہ نازل ہوئی تو اس کا اولین خطاب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا یہ خطاب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت ہو رہا تھا جب محبوب کریم ﷺ اپنی حیات ظاہری کے ساتھ ان میں موجود تھے

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ کے مخاطب صرف صحابہ کرام ہی تھے یا بعد کے ادوار کے تمام مسلمان ؟ یقیناً دور مابعد صحابہ کے مسلمان بلکہ قیامت تک آنے والی تمام نسلیں اور تمام طبقات اس آیت کے مخاطب ہیں۔ پس ہر دور میں مخاطب بدلتے رہیں گے۔ لیکن خطاب وہی رہے گا۔ جب محبوب کریم ﷺ اپنی حیات ظاہری کے ساتھ موجود تھے تو آیت پہلی بار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئی اور کہا کہ اے میرے محبوب ﷺ کے غلامو! **من یطع الرسول** تو صحابہ سمجھ گئے کہ اس خاص رسول ﷺ کی بات ہو رہی ہے دیگر انبیاء و رسل کی بات نہیں ہو رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ بیت گیا۔ صدیاں گذر گئیں حتی کہ ہمارا زمانہ آگیا مخاطب بدلتے گئے۔ لیکن آیت کا خطاب وہی رہا۔ سو جس طرح آیت کے خطاب کے مخاطب صحابہ کرام تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ آج ہم بھی اسی طرح اس آیت کریمہ کے مخاطب ہیں

آیت کریمہ کے خطاب میں دائمیت کا پہلو

فرمایا **من یطع الرسول** گویا آیت کریمہ چودہ صدیوں بعد بھی ہم سے رسول کریم ﷺ کی بات اس رسول کے الفاظ کے ساتھ کر رہی ہے۔ پھر زمانے بدلتے جائیں گے ہزاروں، لاکھوں کروڑوں برس گزر جائیں گے۔ ہم نہ ہوں گے آئندہ نسلیں ہوں گی لیکن اس دور میں بھی اس آیت کریمہ کا خطاب ان ہی الفاظ کے ساتھ ہو رہا ہو گا اور اربوں سال بعد بھی یہ آیت **من یطع الرسول** کے الفاظ کے ساتھ مخاطب ہو رہی ہو گی۔

چنانچہ الرسول کی ترکیب نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ اللہ جل مجدہ نے اپنے محبوب رسول ﷺ کو اس شان کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے کہ قیامت تک جب بھی اور جہاں بھی اس کا ذکر ہو گا الرسول کے الفاظ کے ساتھ ہی ہو گا۔ یہ رسول ہمیشہ اس کا مصداق رہے گا کبھی اس نہ بن سکے گا یہ رسول رہے گا کبھی وہ

نہ بن سکے گا۔ جب بھی اور جہاں بھی آپ ﷺ کی بات کی جائے گی اس رسول کہہ کر کی جائے گی اس کہہ کر نہیں کی جا سکے گی۔

محبوب کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا ہمہ وقت موجود ہونا

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ لفظ الرسول محبوب دو جہاں ﷺ کی نبوت و رسالت کو قیامت تک ہمہ وقت حاضر و موجود اور جاری و ساری حقیقت کے طور پر بیان کر رہا ہے اور اس وہم کا ازالہ کر رہا ہے کہ آقائے دو جہاں ﷺ کی نبوت و رسالت کوئی قصہ دیرینہ نہیں کوئی گذری ہوئی داستان نہیں بلکہ ہمہ وقت قائم و موجود جاری و ساری اور ہر زمان و مکان کو محیط ہے وہ نوجوان اور نام نہاد ترقی پسند دانشو جو دور جدید کے فلسفے اور عصر کے ملحدانہ انکار و نظریات کی یلغار سے مرغوب ہو کر اس گمان میں مبتلا ہیں کہ (معاذ اللہ استغفر اللہ) محبوب کریم ﷺ کی نبوت و رسالت آپ کی تعلیمات طیبہ چودہ صدیاں پہلے کی ہیں۔ اب زمانہ بدل گیا ہے بھلا اس دور میں اس سیرت سے کیونکہ رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے تو یہ آیت کریمہ ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہی ہے کہ اے فلسفہ جدید کی فسوں کاریوں کے شکار دین کے نادان دوستو! اس تصور کو مٹا دو کہ ہمارے رسول کا زمانہ بیت گیا ہے۔ اس باطل گمان کو رد کر دو ہمارے رسول ﷺ کا فیضان آج موجود نہیں رہا۔ بات اگر کسی اور سیرت کی ہوتی تو وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ وہ سیرت وہ کا مصداق بن جاتی لیکن یہ اس محبوب ﷺ کی سیرت ہے جس پر کبھی اس یا وہ کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا زمانہ بدل جائے گا۔ حالات بدل جائیں گے مخاطب بدل جائیں لیکن یہ سیرت ہمیشہ یہ ہی کا مصداق رہے گی کبھی وہ نہ بن سکے گی۔ صدیاں بیت جائیں گی لیکن اس کی نبوت و رسالت پر اب بھی وہ وقت نہ آ سکے جب اسے اس

رسول کا مصداق وانا جا سکے ۔ ہمارے محبوب ﷺ کی نبوت و رسالت کا پرچم تاابد لہراتا رہے گا کیونکہ ہم نے اسے **ارسلت الی الخلق کافۃ** کی شان کے ساتھ معبوث کیا ہے ۔ یہ نبوت ہمہ وقت ہے یہ رسالت ہمہ وقت جاری ساری ہے ۔ یہ فیضان ہمہ وقت بر قرار اور یہ سیرت ہمہ وقت حاضر و موجود ہے تم کہیں بھی چلے جاؤ جہاں بھی چلے جاؤ میرے محبوب ﷺ کی نبوت موجود ہو گی ۔ اسؐ محبوب کی رسالت کا سکہ چل رہا ہو گا ۔ اس کی سیرت کا سورج چمک رہا ہو گا ۔ اس کے اسوہ حسنہ کی ہدایت کا پرچم لہرا رہا ہو گا

بنابریں ایمان بالرسالت کی اولین شرط یہ ہے کہ اس اعتقاد کو پختہ تر کیا جائے کہ قیامت تک اب یہ رسول یہ ہی کا مصداق رہے کا کبھی وہ نہ بن سکے گا ۔ بالفاظ دیگر لفظ الرسول اس حقیقت کو آشکار کر رہا ہے کہ اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کو نبوت و رسالت کا سکہ جاری رہے گا اور کوئی بھی زمانہ آپ کی نبوت کے دائرے سے خارج نہیں ۔

ختم نبوت کی شان دائمیت

آیت کریمہ میں لفظ الرسول لا کر مخاطب کی توجہ اسی رسول ﷺ پر مرکوز کر کے اسے باقی سمتوں سے بے نیاز کر دیا گیا ہے ۔ کوئی شخص مسلمان ہی اس وقت رہ سکتا ہے جب اس کی توجہ سمت سے کٹ کر حضور ختمی مرتبت ﷺ ہی کیلئے خاص ہو کر رہ جائے چانچہ اس ذات پاک کے آجانے کے بعد دیگر نبوت و رسالت کا تصور ہی خارج از امکان ہو گیا ۔ یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اسی اعتقاد اور نظریے کی خالصیت کے ساتھ امت مسلمہ کا تشحض باقی رہ سکتا ہے جس طرح کسی صاحب اقتدار یا حکم کی موجودگی میں کوئی دوسرا مقتدر یا حاکم نہیں ہو سکتا اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کی موجودگی مین کسی دوسرے کا چراغ نبوت نہیں جل سکتا ۔ بنا بریں

جب اللہ تعالیٰ نے قیامت اور مابعد قیامت کے تمام ادوار تک الرسول کہہ کہ اس رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے تابع کر دیئے ہوں تو آپ ﷺ کی موجودگی میں کوئی نیا نبی یا رسول کیونکر آ سکتا ہے ؟ اب قیامت تک اسی رسول ﷺ کی حکومت جاری ہے اسی کی نبوت و رسالت کی حاکمیت جاری ہے اب اسی کا نفاذ اور اسی کی دستی کی بات ہو گی اس کے علاوہ کسی اور قانون یا شریعت کے نفاذ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضور ﷺ کے ساتھ تعلق غلامی استوار کرنے کی بنیادی شرط یہ ہے کہ آپ ﷺ سے فیضان نبوت و رسالت کو ہمہ وقت اور ہمہ جہت جاری و ساری مانا جائے آقائے نامدار ﷺ کی نبوت و رسالت کو ہمہ وقت دائمی حقیقت تسلیم کیا جائے۔ آپ ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کو قصہ ماضی تصور نہ کیا جائے بلکہ ہر دور کے لئے نتیجہ ہمہ وقت موجود اور دائمی حقیقت کے طور پر تسلیم کیا جائے

نکتہ ثانی۔ فعل مضارع استعمال کرنے کی حکمت

آیت مذکورہ میں لفظ الرسول کے ساتھ دوسرا لفظ یطع فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے جو قابل توجہ ہے۔ جس طرح رب العزت نے ہمارے رشتہ غلامی اور ہمارے ربط و تعلق کو ایک نقطے پر مرکوز کرنے کے لئے الرسول کی ذات کو مرکز و محور بنا دیا ہے اور اس کے لئے ایک اصول فراہم کر دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کا اعلان کر دیا ہے کہ اس سے ہٹ کر تمہار ایمان ہی باقی نہیں رہتا اسی طرح اللہ جل مجدہ **من یطع الرسول** جو کوئی اس رسول ﷺ کی اطاعت کرے میں فعل مضارع لا کر ایک اور ایمانی حقیقت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جسے قدرے تفصیل کے ساتھ سمجھا درکار ہے۔

تین زمانوں کا باہمی تعلق اور انکی خصوصیات

زمانے کی تین قسمیں ہیں۔ ماضی حال اور مستقبل۔ ان کا باہمی تعلق یہ ہے کہ ماضی وہ زمانہ ہے جو گذر گیا ہوتا ہے جب کہ حال وہ زمانہ ہے جو کبھی نہیں گذرتا بلکہ ہروقت موجود رہتا ہے۔ آج کا حال جب ماضی بنے گا تو اگلا زمانہ تب تک حال کی جگہ لے چکا ہو گا پس حال میں موجود رہتا ہے اسی طرح مستقبل بھی ہمشیہ قائم رہتا ہے اور کبھی گذرتا نہیں مختصر یہ کہ ماضی پر گذر جانے کا اطلاق ہوتا ہے جو کہ حال اور مستقبل بہرحال قائم رہتے ہیں

اردو اور انگریزی زبان میں تینوں زمانے ماضی حال اور مستقبل اپنے تین مستقبل صیغوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں لیکن عربی زبان میں دو صیغے استعمال ہوتے ہیں۔ فعل ماضی مستقبل طور پر علیحدہ ایک صیغے کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ فعل حال اور مستقبل ایک ہی صیغے کے ساتھ فعل مضارع کے نام سے استعمال ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اس مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کے حوالے سے فعل مضارع **من یطع الرسول** (جو کوئی اس رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے یا کرے گا) استعمال کیا ہے فعل ماضی استعمال نہیں کیا۔ جو بات یہاں قابل توجہ ہے وہ یہ کہ فعل ماضی استعمال کرتے ہوئے **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** اس رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی بھی کہا جا سکتا تھا۔ لیکن قرآن نے **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** کہا ہے **من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** نہیں کہا یعنی فعل ماضی کا صیغہ استعمال نہیں بلکہ فعل مضارع استعمال کیا ہے۔

الرسول کے ساتھ فعل ماضی استعمال نہ کرنے کی حکمت

آیت مذکورہ میں فعل ماضی استعمال نہ کرے اور فعل مضارع استعمال کرنے میں ایک بڑی حکمت ہے الرسول کے ساتھ فعل ماضی استعمال اس لئے نہیں کیا کہ

فقط گذرتے ہوئے زمانے پر دلالت کرنے کے لیے فعل ماضی استعمال کیا جاتا ہے حال اور مستقبل کے ساتھ اس کا کوئی سروکار نہیں ہوتا بناء بریں فعل ماضی کے استعمال سے یہ امکان اور احتمال موجود تھا کہ کہیں کوئی نادان صیغہ ماضی کے ستعمال ہونے کی بنا پر یہ نہ سمجھنے لگے کہ اب اس رسول ﷺ کی رسالت گذر گئی ہے اور پھر ساتھ ہی کوئی نادان یہ گمان نہ کرنے لگے کہ یہ رسول بھی گذر گیا ہے۔ قرآن نے صیغہ ماضی استعمال ہی نہیں کیا تاکہ اس رسول ﷺ کی نسبت گذر جانے اور اب نہ ہونے کا احتمال ہی باقی نہ رہے بلکہ مضارع کا صیغہ استعمال کیا تاکہ حال و مستقبل دونوں کو محیط ہونے کے باعث اس رسول ﷺ کی رسالت میں استمرار دوام اور تسلسل کا تصور واضح رہے۔ بالفاظ دیگر **من یطع الرسول** فرما کر حضور ختمی مرتبت ﷺ کی نبوت و رسالت کی ابدیت خاتمیت اور قطعیت کو آشکار کر دیا۔

محبوب کریم ﷺ کی نبوت کا تمام زمانوں کو محیط ہونا

ماضی کے امکان کو یکسر ختم کر کے واضح کر دیا کہ قیامت تک زمانہ حال ہو یا مستقبل۔ بات جب بھی ہو گی اور جہاں بھی ہو گی اس محبوب ﷺ کی نبوت اور رسالت کی ہو گی۔ اسی محبوب ﷺ کا وجود اس کی رسالت اس کی توجہ' اس کی تعلیمات اس کا اسوہ اور اس کا فیضان بہر طور قائم و موجود رہے گا ۔ گویا یہ اعلان کر دیا گیا کہ لوگو! سن لو۔ اوروں کے زمانے تو گذر سکتے ہیں لیکن محبوب دو عالم ﷺ کا زمانہ نہیں گذر سکتا۔ اوروں کے دور بیت سکتے ہیں لیکن میرے محبوب ﷺ کا دور ختم نہیں ہو سکتا میرے محبوب کی نبوت و رسالت کو دائمیت' ابدیت قطعیت' ہمہ گیریت اور آفاقیت کی شان حاصل ہے ۔ ہر رسول کا زمانہ گذر سکتا ہے' ہر نبوت کا دور بیت سکتا ہے لیکن یہ رسول ﷺ اس شان دوامی کے ساتھ معبوث ہوا ہے کہ کبھی خود گذرے گا اور

نہ ہی اس کی نبوت و رسالت گذرے گی۔ اس کی وفات یقیناً ہو گی لیکن وفات پا کر بھی زندہ رہے گا اس کا وصال یقیناً ہو گا لیکن بعد از وصال بھی اس کی نبوت کا آفتاب چمکتا رہے گا۔ یہ رسول ﷺ حیات ظاہری سے پردہ فرما جائے گا لیکن فیوضات نبوت کے چشمے جاری رہیں گے تمہیں کسی اور سمت نظر اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں میرے محبوب ﷺ کے دامن سے تمہیں تا ابد لطف و کرم کی خیرات ملتی رہے گی۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا

حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم

میری حیات بھی تمہارے لئے سراپا خیر ہے اور میری ممات بھی سراپا خیر

چنانچہ قرآن حکیم نے یطیع کا صیغہ استعمال کر کے اسی حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ اس رسول ﷺ کی نبوت و رسالت قصہ ماضی نہیں بلکہ حاضر و موجود و حقیقت ہے مومن کو محبوب کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی نسبت یہی عقیدہ رکھنا چاہئے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک اور مقام پر قرآن ارشاد فرماتا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوحسنہ

بیشک تمہاری رہنمائی کے لئے اللہ کے رسول (کی زندگی) بہترین نمونہ ہے

اس آیت کریمہ کا خطاب بھی کسی مخصوص دور کے لئے نہیں بلکہ قیامت تک کے ہر دور کے لئے ہے محبوب دو جہاں ﷺ کا اسوہ حسنہ ہر دور کے لئے لائق اتباع اور قابل تقلید ہے۔ ہر زمانے کے لئے آپ ﷺ کی سیرت موجود ہے سنت موجود ہے فیض نبوت موجود ہے۔ رحمت عالم ﷺ کی شفقتیں اور عنائتیں امت کے حق میں ہر دور میں موجود ہیں جو آج بھی بزبان حال پکار پکار کہہ رہی ہیں۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہر و منزل ہی نہیں

نکتہ ثالث۔ باری تعالیٰ کا اپنے حوالے سے صیغہ ماضی استعمال کرنے کی حکمت

گذشتہ سطور میں ہم اس امر پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکے ہیں کہ رب العزت نے مقام مذکورہ پر جب اپنے محبوب ﷺ کے حوالے سے بات کی تو فعل مضارع استعمال کیا تاکہ ہمیشگی اور دوام واستقرار پر ولالت کرے لیکن یہ نقطہ ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ اسی مقام پر حق تعالیٰ جل شانہ نے جب اپنی بات کی تو فعل ماضی اطاع استعمال کیا۔ دیکھا یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اپنے لئے صیغہ ماضی کیوں استعمال کیا؟ اس کی وجہ اور حکمت یہ ہے کہ اگرچہ صیغہ ماضی گذر جانے والے زمانے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن اللہ رب العزت کی نسبت تو گذر جانے کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا گویا آیت کا اسلوب بیان اہل ایمان کو یہ نکتہ باور کرا رہا ہے کہ میرا محبوب مخلوق ہے خلق نہیں رسول ہے مرسل نہیں میری ذات و صفات کا مظہر اتم ضرور ہے لیکن بندہ ہے خدا نہیں۔ مخلوق کے بارے میں گذر جانے کا گمان اور احتمال بہرحال موجود ہے اور

کل نفس ذائقة الموت

ایک امر واقعہ ہے۔ اس لئے اگر محبوب کے لئے صیغہ ماضی استعمال کرتا تو مخلوق ہونے کے ناطے کوئی گمان کر سکتا تھا رسول کہ رسول گذر گیا' اب نہ رہا' اس کی رسالت گذر گئی اب نہ رہی۔ اس لئے ماضی استعمال ہی نہ کیا۔

رہی میری ذات! تو میں خالق و مالک ہوں حی و قیوم ہوں۔ جو بھی صیغہ چاہوں اپنے لئے استعمال کر لوں۔ میرے بارے میں تو کوئی گذر جانے کا گمان بھی نہیں کر سکتا' میرے بارے میں تو کسی کے خانہ خیال میں بھی یہ تصور نہیں آ سکتا کہ

اللہ گذر گیا (معاذ اللہ) اس لئے جہاں بات ناممکنات میں سے تھی وہاں صیغہ ماضی برملا استعمال کر دیا اور جہاں مخلوق ہونے کے ناطے رسول پاک ﷺ کے بارے میں احتمال موجود تھا وہاں صیغے کی تبدیلی سے اس کا ازالہ فرما دیا۔ تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ حضور اب موجود نہیں ہیں۔ حضور اکرم ﷺ جس طرح کل تھے اسی طرح آج بھی ہیں اور جیسے آج ہیں اسی طرح کل رہیں گے۔ یہ آقائے دو جہانوں ﷺ کی نبوت و رسالت کی شان ابدیت ہے اور ایک امتی کو اسی ایمان و اعتقاد کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھ تعلق استوار کرنا چاہیئے تاکہ اسے فیضان نبوت کی برکات اور لطف و کرم کی خیرات عطا ہوتی رہے۔ اس بارے میں اگر ذہن میں کوئی شک رہا اعتقاد میں کوئی تزلزل یا ایمان میں فساد آگیا تو پھر ظاہر ہے نسبت غلامی کا فیض کا حقہ نصیب نہیں ہو گا اور لذت و حلاوت ایمانی کی نعمت سے دامن ایمان خالی رہے گا۔

بارگہ محبوب سے آج بھی خیرات مل رہی ہے

امام ابن کثیر بیان کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے قرآن کریم کی یہ آیت سن رکھی تھی

ولو انهم اذظلو انفسهم جاؤک فاستغفراللّٰہ واستغفر لھم الرسول لوجدواللّٰہ توابا الرحیما

اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کی خدمت میں آ جائیں۔ اللہ سے معافی مانگیں اور پھر اللہ کا محبوب بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور نہایت رحم کرنے والا پائیں گے۔

اس بدوی کا عقیدہ تھا کہ محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے سے بایں طور بخشش ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر

مغفرت کا پروانہ پانے چونکہ دور دیہات کا رہنے والا تھا اسے علم نہ تھا کہ آپ ﷺ وصال فرما چکے ہیں مدینہ منورہ پہنچ کر اسے پتہ چلا کہ محبوب دو جہاں ﷺ وصال فرمایا چکے ہیں پریشان ہو گیا رونے لگا کہ اب کیا کروں، کہاں جاؤں ؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ مسجد نبوی ہے جس کے ایک کونے میں آقائے دو جہاں ﷺ کا مزار اقدس ہے۔ وہ بدوی مزار انوار پر حاضر ہوا اور بڑا دکھی ہو کر حسرت بھرے لہجے میں عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ! میں تو یہ سن کر آیا تھا کہ اگر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگی جائے اور آپ بھی شفاعت فرما دیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ میں تو اسی امید پر آتا تھا کہ آج آپ کی شفاعت پالوں گا اور اللہ کی بارگاہ سے بخشش نصیب ہو جائے گی گناہ گار ہوں خطا کار ہوں بس یہی ایک سہارا تھا میری بدنصیبی کہ آپ کی حیات طیبہ میں نہ آسکا اب مایوسی کے عالم میں واپس لوٹ رہا ہوں اس وقت مزار اقدس کے قریب ایک اللہ والا لیٹا ہوا تھا۔ بدوی واپس لوٹ رہا تھا کہ محبوب کریم ﷺ نے اس سوئے ہوئے شخص کو خواب میں اپنا جلوہ کرایا اور فرمایا کہ اٹھ دوڑ کر جا اور میرے اس پریشاں حال امتی کو یہ خوشخبری سنا دے کہ میں آج بھی موجود ہوں، میرا لطف و کرم آج بھی موجود ہے مایوس نہ لوٹ تو میری بارگاہ میں آیا تیرا آنا قبول ہوا۔ تو نے بخشش مانگی میں نے شفاعت کر دی اور اللہ نے تجھے معاف کر دیا۔

صیغہ ماضی استعمال کرنیکی ایک اور حکمت،

صیغہ ماضی میں کلام کرنے میں ایک اور علمی اور فقہی حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ بات کے ہو چکنے اور واقع ہو جانے کا یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً نکاح کے دو ارکان ایجاب و قبول میں سے ایک کا بہر حال صیغہ ماضی میں ہونا ضروری ہے۔ اگر نکاح کے دونوں فریق ایجاب و قبول صیغہ مضارع میں کریں تو یہ کلام قبول

نہیں کیا جاتا اور اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ صیغہ مضارع چونکہ اپنے ایک اطلاق کے اعتبار سے مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور بات کی جا رہی ہوتی ہے حال میں تو اس کے بہر حال واقع ہونے کا یقین پیدا نہیں ہوتا جب کہ نکاح کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ جس مجلس میں بات کی جا رہی ہو اسی میں اس کا انعقاد عمل میں آ جائے ۔ اسی لئے فقہانے شرط لگائی ہے کہ ایجاب و قبول کے وقت کلام میں تو دونوں صیغے ماضی کے استعمال کئے جائیں یا کم از کم ایک ماضی کا ضرور ہو عقد گانٹھ کو کہتے ہیں اور گانٹھ اس لئے باندھی جاتی ہے کہ گٹھری محفوظ ہو جائے ۔ صیغہ ماضی کا استعمال فریقین کے مابین رشتہ ازدواج کی گانٹھ باندھ دیتا ہے کہ اب اس کے عقد کے نہ ہونے کا شک بھی دل میں نہ لایا جائے بلکہ اسے بہر حال واقعہ و منعقد سمجھا جائے

محبوب ﷺ کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت کی ضمانت ہے

آیت مذکورہ میں صیغہ ماضی کے استعمال سے یہ امر متحقق ہو گیا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کر لی اس نے اللہ جل مجدہ کی اطاعت کا حق ادا کر دیا ۔ جس نے اس کے محبوب رسول ﷺ کی اطاعت و غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لیا اس نے اللہ کی بندگی اور اس کی اطاعت کی ضمانت حاصل کر لی ۔ گویا جو شخص رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ اس نے اپنے رب کی اطاعت کر لی ۔ اب اس میں شک کا کوئی شائبہ تک باقی نہ رہا اور اطاعت بھی بایں طور ہوئی کہ ادھر رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہوئی ادھر رب کی اطاعت متصور ہو گئی

اے اللہ بندگی کا دم بھرنے والوں ! اگر تم چاہتے ہو کہ رب العالمین کی اطاعت پختہ و کامل طریقے سے حاصل ہو جائے اور اس کی بندگی کی گانٹھ ایسی بندھے کہ

کھل نہ سکے اور تعلق ایسا جڑے کہ کبھی ٹوٹنے نہ پائے تو اس کی شرط اول صرف اور صرف یہ ہے کہ محبوب کریم ﷺ کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لو۔ پس تم اگر کر لو گے تو رب کبریا کے ساتھ تعلق و اطاعت کی گانٹھ از خود بند جائے گی اور ایسی پختہ بندھے گی کہ پھر کھلنے نہ پائے گی اور یوں اس کی اطاعت کا حق ادا ہو جائے گا۔ اور اگر محبوب کریم ﷺ کی اطاعت غلامی میں نہیں آو گے تو رب کے ساتھ اس کی اطاعت و بندگی کی گانٹھ کھل جائے گی اور تمہارے دین و ایمان کی ساری پونجی بکھر کر رہ جائے گی۔

فرمایا گیا کہ جو کوئی محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کرتا ہے یا آئندہ کرے گا وہ جان لے کہ اس نے اللہ کی اطاعت کر لی حضور ختمی مرتبت ﷺ کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہی ہے چنانچہ اس تصور کو ہر شک و شبہ سے بالا تر اور وہم و گمان سے پاک رکھنے کے لئے اللہ جل مجدہ نے اپنی اطاعت کے حوالے سے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا تاکہ ہر شخص پر واضح ہو جائے کہ اگر وہ اللہ کی اطاعت کرنا چاہتا ہے تو اس کا راستہ فقط اور فقط محبوب دو جہاں ﷺ کی غلامی ہے پس جس نے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کر لی اسی نے اللہ کی اطاعت کا حق ادا کیا

اطاعت محبوب ﷺ کی قبولیت پذیری

ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ نبی مکرم ہادی عالم ﷺ کی اطاعت قبول ہونے اور اطاعت الٰہی قرار پانے میں کتنا وقت لیتی ہے؟ یہ ایک بس یہی قاعدہ ہے کہ ہر عمل کے قبول ہونے کے لئے کچھ نہ کچھ مہلت درکار ہوتی ہے۔ کچھ وقت لگتا ہے لیکن بعض اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو نسبتاً سریع القبول ہوتے ہیں۔ مثلاً قربانی کا عمل کہ جس کے بارے میں آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ بھی ابھی

زمین پر نہیں گرتا کہ قربانی اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اطاعت مصطفوی ﷺ بھی انہی اعمال میں سے ہے جو فی الفور قبول ہو جاتے ہیں لیکن باری تعالیٰ سے ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کے محبوب علیہ السلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت بننے میں کتنا وقت لیتی ہے۔ تو اس کا جواب بھی یہی آیت کریمہ دے رہی ہے **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ اگر صیغہ ماضی کے ساتھ لفظ قد لگ جائے تو وہ اسے ماضی قریب کے معنی میں بدل دیتا ہے چنانچہ **اطاع اللّٰہ** کا معنی ہو گا کہ اے مخاطب سوچتا کیا ہے؟ اور اے نادان! تردو میں کیوں پڑتا ہے؟ سن لے تو نے جونہی میرے محبوب ﷺ کی اطاعت کی میں نے اسے اپنی اطاعت شمار کر لیا۔ تو نے جونہی میرے محبوب ﷺ کی غلامی کا قلاوہ اپنے ڈال لیا میں نے اسی لمحے تجھے اپنا بندہ قرار دے دیا۔ ارے تم میرے محبوب رسول ﷺ کی اطاعت کر کے تو دیکھو اس کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کے تو دیکھو۔ تم جونہی میرے مصطفےٰ ﷺ کی اطاعت و غلامی میں آؤ گے اسی لمحے تمہارا عمل ہماری بارگاہ میں شرف قبولیت پا جائے گا۔ بالفاظ دیگر رحمت حق بندوں کو خوشخبری دے رہی ہے کہ یہ جو تم نے ابھی ابھی میرے محبوب ﷺ کی اطاعت میں قدم اٹھایا ہے تمہیں مبارک ہو کہ ہم نے اسے سند قبولیت عطا کر دی ہے دیر تو تمہارے ہاں تھی ہمارے ہاں نہیں ادھر تم نے محبوب کو آقا و مولا تسلیم کر کے اس کے حکم کو سر آنکھوں پر بٹھایا اور اس کے مطابق عمل کیا ادھر ہم نے اسے اپنی اطاعت شمار کر لیا۔ ادھر تم نے اپنی جبین نیاز میرے محبوب کے در اقدس پر خم کی ادھر ہم نے اسے اپنی بندگی قرار دے دیا گویا **فقد اطاع اللّٰہ** کہہ کر یہ حقیقت آشکار کر دی کہ تم میرے محبوب ﷺ کی غلامی میں قدم تو اٹھاؤ پھر دیکھنا کہ کس طرح قبولیت آگے بڑھ کر تمہارا استقبال کرتی ہے۔

ہر عمل کو سند قبولیت پانے میں بہر حال وقت لگتا ہے لیکن یہاں وقت کے سارے پیمانے توڑ دیئے گئے ہیں سارے ضابطے اور جملہ تکلفات ہی ایک طرف کر دیئے گئے ہیں

فقد اطاع اللہ میں پنہاں چند مزید تفسیری معارف

آیت کریمہ کے اس حصہ میں تین تاکیدیں لگائی گئی ہیں حرف فا اور قد دونوں تاکید کے لئے ہیں۔ ان کے علاوہ صیغہ ماضی اطاع اللہ کا استعمال فی نفسہ تاکید کے لیے ہے۔ ان تاکیدات کے ساتھ کلام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ رب العزت اپنے محبوب ﷺ کی اطاعت ہی کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے اس پر تین تاکیدوں کا گانٹھ لگا رہا ہے تاکہ ہر کسی پر اچھی طرح آشکار ہو جائے اور کسی قسم کا ابہام نہ رہے۔ ہم تو ایک گانٹھ لگا کر مطمئن ہو جاتے ہیں اس لئے کہ مطلب اسی سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن باری تعالیٰ تین گانٹھیں لگا کر ہمارے عقیدے کو پختہ تر کر رہا ہے اور دین و ایمان کا یہ بنیادی نکتہ سمجھا رہا ہے کہ جو کوئی میرے محبوب ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ جان لے کہ اس نے در حقیقت میری ہی اطاعت کی ہے اور اس میں شک و شبہ کی معمولی گنجائش نکالنا بھی منافی ایمان ہے۔

محبوب ﷺ کی غلامی در حقیقت اللہ کی بندگی ہے

فقد اطاع اللہ میں تین تاکیدوں کے ساتھ کلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا باری تعالیٰ دہرا دہرا کر اس تصور کو واضح فرما رہا ہے کہ کہیں اس مغالطے میں نہ پڑ جانا کہ میرے مصطفےٰ ﷺ کی غلامی اور چیز ہے اور میرے بندگی اور چیز... نہیں نہیں !!! مصطفےٰ کی غلامی ہی در حقیت میری بندگی ہے۔ میرے محبوب علیہ السلام کی اطاعت ہی فی الحقیقت میری اطاعت ہے۔ مصطفیٰ ﷺ کی اتباع

و اطاعت کا پٹہ گلے میں ڈالنا ہی فی الواقعہ بندہ بن جانا ہے میری اطاعت کا راستہ میرے محبوب کریم ﷺ کی اطاعت کے راستے سے جدا نہیں میری بندگی کا راستہ میرے محبوب ﷺ کی غلامی کے راستے سے الگ نہیں۔ جان لو! کہ میرے ساتھ تعلق میرے محبوب ﷺ کے ساتھ ربط و تعلق سے جدا نہیں۔ مجھ سے ربط قائم کرنا چاہئے ہو تو میرے محبوب ﷺ کے ساتھ ربط پیدا کرلو میرے ساتھ تعلق استوار کرنا چاہتے ہو تو میرے پیارے کے ساتھ تعلق کو پختہ کرلو کہ یہی نکتہ جان ایمان ہے اور یہی تصور روح دین۔

قرآن اور سنت محبوب ﷺ کا باہمی تعلق

باوجود اس کے کہ اللہ رب العزت نے مختلف تاکیدات کے ذریعے اطاعت محبوب ﷺ کی اہمیت کے اس تصور کو واضح تر کردیا ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ بعض نام نہاد مفکرین جدت پسند سکالر اور خود ساختہ روشن خیال دانشور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ ہم نبی آخرالزماں ﷺ اور اس کی حجیت کو نہیں مانتے ' ہمارے لئے قرآن کافی ہے۔ کاش انہوں نے کبھی قرآن سے بھی پوچھ لیا ہوتا کہ وہ کیا کہتا ہے قرآن کے نزدیک تو محبوب دو جہاں ﷺ کی سنت آپ علیہ السلام کی سیرت اور اتباع و غلامی کے بغیر رب العزت کے ساتھ تعلق کا کوئی تصور ہی موجود نہیں۔ یہ کس قرآن کی بات کرتے ہیں؟ کلام الٰہی مصطفوی قرآن کے نزدیک تو پیغمبر آخرالزماں ' ہادی کون و مکان ﷺ کی پیروی اور اطاعت و غلامی کے بغیر تعلق باللہ کا کوئی نظریہ ہی موجود نہیں تعلق باللہ کی تو اساس ہی تعلق بالرسالت پر ہے

نام نہاد اور کوتاہ فکر مفکرین جو کہتے ہیں کہ ہم صرف قرآن کو مانتے ہیں کسی اور شے کو ماننے کی ضرورت نہیں ذرا غور کریں کہ اس قرآن تک تمہیں پہنچایا کس نے؟ اس قرآن کے قرآن ہونے کی خبر تمہیں کس نے دی؟ کیا تم

میں سے کسی نے قرآن کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا؟ کیا کسی نے جبرئیل کو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ہمکلام ہوتے ہوئے دیکھا؟ کیا رب العزت کا کلام تمہارے کانوں نے سنا؟ کیا تم میں سے کسی نے اس کا براہ راست جلوہ دیکھا؟ اس کا براہ راست جلوہ کرنے اور اس کے ساتھ براہ راست تعلق جوڑنے والوں کا حال پوچھنا چاہتے ہو تو بنی اسرائیل کے اس ٹولے سے پوچھو جس نے شرط لگائی تھی کہ

یاموسیٰ لن نومن لک حتی نری اللّٰہ جھرہ

اے موسیٰ! ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اللہ کو ظاہر دیکھ نہ لیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم تو براہ راست اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے' اس کا جلوہ کریں گے پھر تجھ پر ایمان لائیں گے ورنہ ہم تجھے نہیں مانتے پھر کیا ہوا؟ اس حسن کے جلوے کی ایک جھلک طور پر پڑی اور وہ سب کے سب لقمہ اجل بن گئے ارے اس حسن کو براہ راست دیکھنا اور اس کا بلاواسط مشاہدہ کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ تاب تو فقط ایک ہی آنکھ کو دی گئی ہے' یہ اعجاز صرف ایک آنکھ کو حاصل ہے جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔

مازاغ البصر وماطغی

نہ درماندہ ہوئی چشم مصطفیٰ ﷺ اور نہ حد (ادب سے) آگے بڑھی

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کے لائق ہے کہ تعلق بالقرآن کا تصور حضور ﷺ کے ساتھ ربط و تعلق کی ناگزیریت کے بغیر باطل ہے۔ اس

لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس ایمان شکن تصور کو ختم کرنے کے لئے اس آیہ کریمہ **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** میں تین تاکید لگا کر بات کی ہے تاکہ ایک پر عیاں ہو جائے کہ جو کوئی میرے محبوب ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی در حقیقت میری اطاعت کرتا ہے۔

اساس ایمان نسبت و تعلق محبوب ﷺ ہے

حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت اعلان کرتی ہے کہ۔

من اطاع محمد ﷺ فقد اطاع اللّٰہ ومن عصٰی محمد ﷺ فقد عصی اللّٰہ و محمد ﷺ فرق بین الناس

لوگوں سن لو! جس نے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے در حقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جس نے حضرت محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور ہر حق و باطل' ایمان و کفر حتی کہ مومن و کافر کے درمیان اگر کوئی حد فاصل اور وجہ امتیاز ہے تو وہ فقط ذات محبوب ﷺ ہے

پس جو در رسول ﷺ پر جھک گیا اور جس نے غلامی رسول ﷺ کا پٹہ گلے میں ڈال لیا وہ مومن ہو گیا اور جس نے در رسول ﷺ پر سر تسلیم خم کرتے اور غلامی رسول کا پٹہ گلے میں ڈالنے سے انکار کر دیا وہ کفر و منافقت کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا کیونکہ **محمد ﷺ فرق بین الناس** مومن و کافر کے درمیان وجہ امتیاز صرف حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی ہے جس کا ربط تعلق آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ قدر پختہ و مستحکم ہے اس کا ایمان اسی قدر مضبوط ہے اور جس کا ربط و تعلق جس قدر ضعیف ہے اس کا ایمان اسی قدر نحیف کمزور ہے۔

یہی بات حق ہے اور اسی کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ایمان کی اصل و اساس نسبت و تعلق رسول ﷺ ہی ہے ایمان کا کمال نسبت و ربط رسول

ﷺ پر منصر ہے حتی کہ ایمان نام ہی نسبت و ربط رسول ﷺ کا ہے۔ جس کا ربط آقائے دو جہاں ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ جتنا پختہ ہو گیا اس نے اسی قدر ایمان کی دولت کو پالیا اور جس کا ربط جس قدر کمزور پڑ گیا وہ اسی قدر محروم رہ گیا۔

جزائے محبت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ محبوب رب العلمین ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا

یارسول ﷺ متی الساعۃ ؟

یارسول ﷺ قیامت کب آئے گی؟

آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا

ماعدرت لھا

تو نے اس کے لئے تیاری کی ہے

اس نے عرض کیا

لاشئی الا انی احب اللّٰہ ورسولہ ﷺ

میرے پاس کوئی عمل نہیں مگر اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے محبوب ﷺ سے محبت کرتا ہوں آپ ﷺ نے اس صحابی کی بات سن کر فرمایا

انت مع من احببت

تجھے اپنے محبوب کی سنگت ضرور نصیب ہو گی اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو گھبرا مت تجھے میری معیت ضرور حاصل ہو گی خضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آج تک ہم کبھی اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر

ہوئے کہ محب محبوب کے ساتھ ہو گا

تسکین دل و جان!

اٹھتی نہیں ہے آنکھ کسی اور کی طرف
پابند کر گئی ہے کسی کی نظر مجھے

اور

جب سے دیکھا ہے جلوہ تمہارا کوئی آنکھوں میں جچتا نہیں ہے
لاکھ دیکھے ہیں جہاں میں حسن والے کوئی عالم میں تجھ سا نہیں ہے

ایک صحابی محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر خود وارفتگی کے عالم میں اپنے عشق و محبت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں

اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کی ذات اقدس کو دنیا وما فیھا سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں (نہ مجھے مال سے اتنی محبت ہے نہ اپنے متعلقین سے) جب بھی آپ کی یاد ستاتی ہے۔ (اور کچھ بھی نہیں ہوتا تو) آپ کا نورانی مکھڑا دیکھ کر دل مضطرب کو تسکین دے لیتا ہوں لیکن رہ رہ کر یہ خیال دل میں چٹکیاں لینے لگتا ہے کہ آقا مرنے کے بعد یہ کس طرح ممکن ہو سکے گا کیونکہ آپ انبیاء ورسل کے سردار ہونے کی وجہ سے جنت کے اعلیٰ منازل میں ہونگے اگر مجھے جنت میں پچھا بھی گیرا تو نہ معلوم کہوں ہوں گا میرے لیئے وہاں یہ ممکن نہ ہو گا کہ آپ کے دیدار فرحت سے مشرف ہو سکوں۔

تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من احبنی کان معی فی الجنة

جو شخص مجھ سے دنیا میں محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب بجدی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول کی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر صباحے زید را
کیف اصبحت اے رفیق باصفا

ایک صبح امام الانبیاء ﷺ نے اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آج رات تو نے کیسے گزاری تو حضرت زید نے جواب دیا

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا
شب نخفتم ز عشق و سوزہا

اے میرے محبوب آقا ﷺ سارا دن تو میں روزے سے رہا اور ساری رات آپ کے عشق کی آگ میں جلتا رہا تو محبوب کریم ﷺ نے پھر پوچھا کہ اس کے صلے میں تجھ کو جو انعام ملا ہے وہ بھی بیان کر۔
تو حضرت زید نے عرض کی

گفت خلقاں چوں بہ بیند آسماں
من یابیم عرش را باعرشیاں !

کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ دنیا والے جس طرح آسمان کو بے پردہ دیکھتے ہیں میں نے اس طرح عرش اور عرش والوں کو بے حجاب دیکھا

اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من
اور آٹھوں بہشت اورساتوں دوزخ بھی دیکھے

اور

کے بہشتی کیست و بیگانہ کے است
یا رسول ﷺ میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے

وانمائیم حوض کوثر را بجوش

اور میں نے حوضِ کوثر کو ٹھاٹیں مارتا ہوا بھی دیکھا ہے

اور

یارسول ﷺ بگویم سرحشر

یارسول ﷺ اگر اجازت ہو تو ابھی روز حشر کے تمام حالات بتادوں

لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس

لیکن آقائے دو جہاں ﷺ نے حضرت زید کو منع فرمادیا

ہم گزشتہ صفحات میں عشق و محبت کے بارے میں سیر بحث کر آئے ہیں محبت محبوب ﷺ اور اس کے ثمرات کے پیش نظر مذید عشق و محبت کی وضاحت کرتے ہیں جہاں تک لفظ محبت کی حقیقی اور حمتی تعبیر کا تعلق ہے آج تک بیان نہیں ہو سکی

ہر کسی نے اپنی ذہنی بساط کے مطابق اس کے معانی بیان کئے ہیں۔ لیکن ہر دانا اور بینا اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ چار حرف کا یہ مجموعہ اپنے اندر سمندر سے زیادہ گہرائی اور کائنات سے زیادہ معرفت بھڑکتی آگ کے شعلوں سے زیادہ تپش آفتاب و ماہتاب سے زیادہ نورانیت گلاب کی پنکھڑی سے زیادہ نزاکت اور قطرہ شبنم سے زیادہ لطافت موجوں سے بڑھ کر روانی دریاؤں سے بڑھ کر طغیانی پروانے سے بڑھ کر درد شمع سے بڑھ کر گداز آبشاروں سے بڑھ کر ترنم اور بلبل سے بڑھ کر میٹھا تکلم رکھتا ہے۔

مختلف احباب علم و دانش نے محبت کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔ انگلش کے بہت بڑے رائٹر نے محبت کے متعلق یوں اظہار کیا۔

God is and love is God

(ترجمہ خدا محبت ہے اور محبت خدا ہے

فرانس بیکن نے کہا۔

It is impossibie to love and to be eise

(ترجمہ) یہ ناممکن ہے کہ انسان محبت بھی کرے اور عقل مند بھی رہے

ایک مغربی مفکر کا خیال ہے۔

It is attraction between two souls

(ترجمہ) محبت دو روحوں کے درمیان کشش کا نام ہے۔

مصور پاکستان علامہ اقبال نے محبت کے متعلق یوں اظہار فرمایا۔

چمک تارے سے مانگی چاند سے داغ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلف برہم سے
تڑپ بجلی سے پائی حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفس ہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شان بے نیازی لی
ملک سے عاجزی افتاد گی تقدیر شبنم سے
پھر ان اجزاء کو گھولا چشمہ حیوان کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرش اعظم سے

امام ابن قیم کہتے ہیں محبت کی جتنی بھی تعریف کی جائے اتنی تعریف الجھتی جائے گی۔ محبت کی تعریف یہ ہے کہ محبت محبت ہے

امام احمد قسطلانی نے محبت کی تشریح یوں کی ہے۔

والمر ادان نهب ارادتک وافعالک نفسک ومالک ووقتک لمن نحبه

ترجمہ۔ محبت یہ ہے کہ تو اپنے ارادے اپنے افعال، اپنی جان اپنے مال اور اپنے وقت کو محبوب کے قدموں پر نچھاور کردے۔ آگے فرماتے ہیں۔

العشق افراط الحب

محبت کی انتہا کو عشق کہتے ہیں۔

محبت در حقیقت کیفیات کا بحر بیکراں ہے۔ جذبات کی سیل رواں ہے۔ تخلیق کائنات کا محرک ہے۔ حسن کائنات کا جوہر ہے۔ نظم کائنات کا جوہر ہے شخصیت انسان کا زیور ہے۔ خالق کائنات کا نور ہے۔ پیغمبر اعظم ﷺ کا منشور ہے۔ امن عالم کی ضمانت ہے۔ ایمان و اسلام کی علامت ہے۔ علم و عمل کی معراج ہے عبادت و ریاضت کا نچوڑ ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

محبت کے متعلق سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو۔

حبل الشئی یعمی و یصم

ترجمہ تمہیں کسی شے کی محبت اندھا بھی کر دیتی ہے اور بہرا بھی کر دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ محب کی آنکھیں محبوب کے عیب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہیں اور اس کے کام محبوب کی عیب جوئی سننے سے بہرے ہو جاتے ہیں۔ یعنی محبت کی یہ نشانی کہ محب کو محبوب کا عیب نہ تو نظر آتا ہے اور نہ ہی وہ کسی سے محبوب کی تنقید سن سکتا ہے

محبت کی دوسری نشانی سرکار دو جہاں ﷺ نے یہ بیان فرمائی۔ **من احب شیئا اکثر ذکرہ**

(ترجمہ) جس کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے۔ اب عقل یہ سوال کرتی ہے کہ محبت رسول ﷺ کیوں ضروری ہے؟ قرآن کا ارشاد ہے۔

قل ان کان اباء کم و ابناء کم و اخونکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموها وتجارة تخشون کسادها و

مساکین ترضونها احب الیکم من اللّٰہ ورسولہ وجهاد فی سبیلہ فتربصو حتی یاتی اللّٰہ بامرہ

ترجمہ۔ (اے محبوب) فرما دیجئے۔ اگر تمہارے باپ، تمہاری اولاد تمہارے بھائی تمہاری بیویاں تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جن کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان (یہ چیزیں تمہیں اللہ، اس کے رسول ﷺ اور جہاد کی محبت سے زیادہ پیاری ہوں تو پھر راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ تم پر اپنا امر لائے قرآن کی دوسری آیت ہے۔ **اطیعو اللّٰہ واطیع الرسول** عربی میں ایک لفظ اتباع ہے اور ایک اطاعت ہے اتباع کا معنی پیروی ہے جو لالچ میں بھی ہو سکتی ہے منافقانہ طور پر بھی ہو سکتی ہے اور خوف میں بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اطاعت طوع سے ہے جس کا متضاد کرھا ہے۔ جس کا معنی ہے بادل نخواستہ اور پھر طوع کا معنی ہوا کسی سے محبت کرتے ہوئے اس کی پیروی کرنا۔ اس آیت کا پھر معنی یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے ہوئے ان کی بات مانو۔ قرآن کی تیسری آیت ہے۔ **ما کان لاہل المدینه ومن خولهم من الاعراب ان یتخلفو عن رسبل اللّٰہ ولا یرغبو بانفسهم عن نفسه**

ترجمہ۔ مدینہ والوں اور ان کے گرد دیہات کے لائق نہ تھا۔ کہ رسول ﷺ سے پیچھے رہیں اور نہ یہ کہ ان کی جان سے اپنی جان پیاری سمجھیں۔

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اپنی جان کو سرکار دو عالم ﷺ کی جان اطہر سے پیارا نہ سمجھنا چاہئے بلکہ آپ کی جان اپنی جان سے بھی عزیز تر ہونی چاہئے۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لا یو من احدکم حتی اکون احب الیہ من مالہ و ولدہ و نفسہ و الناس اجمعین

ترجمہ ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے مال اولاد جان اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ۔

ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللّٰہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا اللّٰہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقدس فی النار

ترجمہ ۔ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا ۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں دوسری یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے اور تیسری یہ کہ وہ کفر میں لوٹ جانا برا سمجھے جیسے کہ آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تمہیں مجھ سے کتنی محبت ہے ؟ انہوں نے نہایت غور و فکر کے بعد عرض کیا ۔

لا نت یا رسول اللّٰہ احب الی من کل شیئی الا نفسی

ترجمہ ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں ۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لا والذی نفسی بیدہ حتی اکون احب الیک من انفسک

ہرگز نہیں مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی محبوب نہ ہو جاؤ ۔ تم ایمان میں کامل نہ ہو سکو گے)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الان احب الی من نفسی
اب تو آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
الان یا عمر اے عمر اب تیرا ایمان کامل ہو گیا (بخاری۔)
قارئین کرام انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنی ذات سے ہوتی ہے مگر اس حدیث پاک نے یہ واضح کر دیا کہ کوئی شخص کامل ایمان چاہے تو سرکار دو جہاں ﷺ سے اپنی ذات اسے بڑھ کر محبت کرے۔
شریعت مصطفیٰ ﷺ کا اصول ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرے گا اس کو اس کی رفاقت نصیب ہو گی۔
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا
ادبو اولا دکم علی ثلاث خصال حب نبیکم و حب اہل بیتہ قراۃ القرآن
ترجمہ اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اپنے پیارے آقا ﷺ کی محبت اہل بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔
لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ
ترجمہ۔ تم میں سے کوئی شخص مومن ہی نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہو جاؤں عقل انسانی یہ سوال کرتی ہے۔ کہ محبت ہوتی کیوں ل ہے؟ تو اہل دل کہتے ہیں کہ یا تو کوئی شخص صاحب علم و کمال ہو تو انسان اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یا کوئی شخص صاحب حسن و جمال ہو تو دوسرا شخص اس سے محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یا کوئی شخص صاحب مال و منال ہو تو دوسرا شخص اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اللہ رب العزت نے فخر موجودات جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کو صاحب علم و کمال بھی بنایا۔ صاحب مال

و منال بھی بنایا اور صاحب حسن و جمال بھی بنایا۔ تاکہ اگر کوئی علم و کمال کو پسند کرنے والا ہو تو وہ بھی محبوب خدا ﷺ سے محبت کرنے پر مجبور ہو جائے ۔ یا اگر کوئی حسن و جمال کا طلب گار ہو تو وہ بھی محبوب خدا کو اپنا محبوب بنانے پر مجبور ہو جائے ۔ اگر کوئی مال و منال کو چاہنے والا ہو تو وہ بھی اپنی جبین نیاز آپ ﷺ کے در پر جھکانے پر مجبور ہو جائے ۔ علم و کمال کے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔

دنیا میں بڑے بڑے عالم موجود ہیں ایک سے بڑھ کر ایک عالم موجود ہے ۔ لیکن قرآن کہتا ہے **فوق کل ذی علم علیم** ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا موجود ہے ۔ اس لئے کوئی شخص سب سے زیادہ عالم ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس کائنات پست و بالا میں علم کے کمال کا یہ شعر جس سینہ پر جاکر ختم ہوتا ہے وہ سینہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ سینہ مصطفیٰ ﷺ فقط سینہ بلکہ علم کا گنجینہ بھی ہے۔ علم مصطفیٰ ﷺ کے متعلق قرآن کہتا ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما

ترجمہ ۔ (اے محبوب) آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو بتا دیا اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔ اس آیت کے ماتحت عظیم مفسر ابن جریر لکھتے ہیں۔

وعلمک مالم تکن تعلم من خبر الاولین والاخرین وما کان وما هو کائن

ترجمہ ۔ (اے محبوب) اولین کی خبروں اور جو کچھ ہو گیا اس سے اور جو کچھ ہونے والا ہے اس سے آپ جو کچھ بھی نہیں جانتے تھے ہم نے آپ کو بتا دیا۔

درس نظامی میں شامل تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت موجود ہے

۔

وعلمک مالم تکن تعلم من الاحکام والغیب

ترجمہ۔ اے محبوب احکام اور غیب کی باتوں سے آپ جو کچھ نہ جانتے تھے ہم نے آپ کو بتا دیا۔

بخاری میں حدیث ہے۔ **عن عمر قال قام فینا رسول اللّٰہ ﷺ مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق تی دخل اہل الجنۃ منازلھم واہل النار منازلم**

(ترجمہ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کھڑے ہوئے پس آپ ﷺ نے ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک سب کی خبریں ہمیں دے دیں۔

اتنے عظیم علم کے باوجود حضور اکرم ﷺ کے علم کی اللہ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو سمندر کے ساتھ ایک قطرے کو ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کا علم قدیم ہے غیر متناہی ہے اور غیر ممکن الفناء ہے اور حضور اکرم ﷺ کا علم حادث 'عطائی متناہی اور ممکن الفنا ہے

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو حسن و جمال کے لحاظ بھی کامل بنایا۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا **والضحیٰ** مفسرین یہ کہتے ہیں یہ در حقیقت چہرہ محبوب ﷺ کی قسم ہے **واللیل** یہ در حقیقت زلف محبوب ﷺ کی قسم اللہ نے یاد فرمائی ہے۔ اور قرآن میں کہیں فرمایا **سراجا منیرا** میرا محبوب چمکتا ہوا سورج ہے۔ اور کہیں فرمایا **قد جاکم من اللّٰہ نور و کتاب مبین** لوگو تمہاری طرف نور (محمد ﷺ) اور روشن کتاب آگئی۔ اور جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں چودھویں کی رات تھی چاند پوری آب و تاب سے روشنی بکھیر رہا تھا۔ اور ادھر محبوب خدا یمنی سرخ ڈوروں والی چادر اوڑھ کے بیٹھے تھے۔**رائیت الیہ والی القمر فھو احسن عندی من**

القمر

میں نے چہرہ محبوب ﷺ کو بھی دیکھا اور چاند کو بھی دیکھا لیکن محبوب کریم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ حسین تھے امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا۔

چہرے پہ قرباں شمس و قمر
زلفوں پہ تصدق شام و سحر
رخساروں پہ ٹھہرے کس کی نظر
تیرے منہ کی جلا کا کیا کہنا

زرقانی اور مواہب اللدنیہ میں روایت موجود ہے۔ **لم یظهر لنا تمام حسنة لانه لو ظهر تمام حسنه لما طاقت اعیننا روبته**

ترجمہ۔ محبوب کریم ﷺ کا تمام حسن ظاہر نہ ہوا اگر آپ ﷺ کا تمام حسن ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں دیکھنے کی تاب نہ لا سکتیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب نشر الطیب میں لکھتے ہیں **لم یظهر جماله کما هو** جس طرح آپ کا حسن تھا اس طرح ظاہر نہ ہوا۔ اور مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند قصائد قاسمی میں لکھتے ہیں

؎ رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
کوئی تجھ کو کیا سمجھے بجز ستار

ترجمہ۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے حسن پر بشریت کا پردہ ہے اور اللہ کے بغیر آپ ﷺ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اللہ رب العزت نے مال و منال کے لحاظ سے بھی اپنے محبوب ﷺ کو تمام مخلوق میں یکتا بنایا۔ ارشاد ربانی ہے۔ **واما السائل فلا تنهر** (اے محبوب) کسی بھی سائل کو مت جھڑکو سائل پر الف لام یا تو جنس کا ہو گا یا استغراق کا ہو گا۔ اگر سائل پر

الف لام جنس کا ہو تو معنی ہو گا کہ سائل جو سوال بھی کرے اسے عطا کر دو اور مت جھڑکو۔ اگر الف لام استغراق کا ہو تو معنی ہو گا اگر سارے سائل اکٹھے ہو کر آ جائیں تو پھر بھی مت جھڑکو کیونکہ **انا اعطیناک الکوثر** (اے محبوب) ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا کر دیا۔ اور مشکوۃ شریف میں حدیث موجود ہے کہ محبوب کریم ﷺ نے حضرت ربیعہ سے فرمایا **یا ربیعہ سل** اے ربیعہ مانگو۔ انہوں نے عرض کیا **اسلک مرافقتک فی الجنہ یا رسول اللّٰہ** یا رسول اللہ ﷺ میں جنت میں آپ ﷺ کی معیت مانگتا ہوں۔ اس حدیث کے ماتحت مسلم فریقین شخصیت حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سل فرمود و نفرمود فلاں چیز سل ازیں معلوم میشود ہمہ چیز در دست ہمت اوست ہر کسے کہ خواہند ہر قدر کہ خواہند باذن خداوندای می دہند

ترجمہ۔ حضور اکرم ﷺ سل فرمایا اور یہ نہ فرمایا کہ فلاں چیز مانگو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام اشیاء ان کے دست ہمت میں ہیں جسے چاہیں جس قدر چاہیں اللہ کے اذن سے عطا کر سکتے ہیں۔

ترمذی نسائی ابن ماجہ، مواہب اللدنیہ، زرقانی طبرانی اور نشر الطیب میں یہ روایت بھی موجود ہے۔ ایک اندھا صحابی محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اللہ سے دعا کریں اللہ مجھے بینائی عطا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا دو رکعت نماز نفل پڑھ کے یہ دعا مانگ

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمہ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی

اس دعا کے مانگنے کی دیر تھی کہ اللہ نے اس کو بینائی عطا کر دی۔ سلف صالحین ہر

دور میں محبوب کریم ﷺ کی اپنی بتائی ہوئی اپنے وسیلہ سے یہ دعا مانگتے رہے ہیں۔ یہ دعا آج بھی ہر جائز مقصد کے لئے مجرب ہے۔

جب اللہ نے آپ کو علم و کمال، حسن و جمال اور مال و منال میں کامل بنا دیا تو کائنات کی ہر شے آپ ﷺ سے محبت کرنے لگی حتی کہ کھجور کا خشک تنا آپ ﷺ کے ہجر میں رونے لگا اور آپ ﷺ نے فرمایا **احد جبل یحبنا ونحبه** احد ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

عشق محبوب ﷺ کے ثمرات

عذاب الٰہی سے نجات کا ذریعہ

اللہ رب العزت نے قرآن میں ارشاد فرمایا۔ **ان کان اباء کم و ابناء کم وازواجکم واموال اقتر فتموھا و تجارة تخشون کسادھا و مساکین ترضونھا احب الیکم من اللّٰہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللّٰہ بامرہ**

ترجمہ۔ اگر تمہارے باپ تمہاری اولاد تمہارے بھائی تمہاری بیویاں تمہارا کنبہ تمہاری کمائی کے مال اور اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد کی محبت سے زیادہ پیاری ہوں تو پھر راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا امر لائے

قارئین

یہاں امر سے مراد عذاب ہے یعنی اگر ہم اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی سے بچنا چاہتے ہیں تو اپنے باپ اولاد بیوی کنبہ مال مکان ہر ایک چیز کی محبت کو خدا و مصطفیٰ ﷺ کی محبت پر قربان کر دیں ورنہ عذاب الٰہی کا

انتظار کریں۔

قبر میں نجات کا ذریعہ

مشکوۃ شریف کی حدیث ہے۔ قبر میں پہلا سوال ہو گا من ربک تیرا رب کون ہے ؟ اگر عقیدہ و عمل درست ہوا تو جواب دے گا ربی اللہ پھر دوسرا سوال ہو گا ما دینک۔ تیرا دین کیا ہے ؟ اگر عقیدہ و عمل درست ہو تو جواب دے گا دینی الاسلام۔ اگر دونوں کا جواب صحیح بھی دیدے پھر بھی اس کی نجات نہ ہو گی جب تک تیسرے اور اہم سوال کا جواب نہ دے۔ تیسرا سوال بخاری جلد اول ترمذی جلد اول پر موجود ہے۔ **ما کنت تقول فی ھذا الرجل** اس معنیٰ کے متعلق تو کیا کہتا ہے ؟

یعنی قبر والے کے سامنے محبوب کریم ﷺ کا دیدار کرایا جائے گا اور فرشتہ سرکار دو عالم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہے گا۔ **ما کنت تقول فی ھذا الرجل** آپ عقل انسانی سوال کرتی ہے کہ جب ہم نے آقائے نامدار ﷺ کو دیکھا نہیں تو قبر میں پہچان کیسے ہو گی تو علماء نے اس کا جواب دیا ہے کہ مومن کے دل میں کملی والے کی محبت ہوتی ہے۔ پہچان اس محبت کی وجہ سے ہو گی محبت خود پکارے گی کہ یہ تیرے آقا ہیں اب نتیجہ کلام یہ نکلا کہ قبر میں نجات پہچان محبوب ﷺ سے ہو گی اور پہچان آقا ﷺ کی محبت سے ہو گی گویا محبت محبوب ﷺ ہی نجات کا ذریعہ ہو گی۔

ایمان کی حلاوت

ثلاث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان یکون اللّٰہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وان یحب المرء لا یحبہ الا اللّٰہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقدف فی النار

ترجمہ جس میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ ایک یہ کہ اللہ

اور اس کا رسول اس کو تمام ماسوا سے زیادہ پیارے ہوں - دوسری یہ کہ وہ کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرلے اور تیسری یہ کہ وہ کفر میں لوٹ جانا اس قدر برا سمجھے جیسے آگ میں پھینکے جانے کو برا سمجھتا ہے -

قارئین کرام اس حدیث پاک سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب تک ایک مسلمان کہلانے والے کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر چیز کی محبت سے زیادہ نہ ہو وہ ایمان کی حلاوت پا ہی نہیں سکتا -

قیامت میں رفاقت محبوب ﷺ کا ذریعہ

عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ محبوب کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کے عرض کرتے ہیں

واللہ لانت احب الی من نفسی وما لی و ولدی واہلی لولا انی اتیک مرائیت ان اموت

ترجمہ اللہ کی قسم آپ مجھے میری جان مال اولاد اور گھر والوں سے زیادہ محبوب ہیں - اگر میں آپ ﷺ کے پاس نہ آؤں تو آپ دیکھیں گے کہ میں مرجاؤں گا.. یہ کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگے محبوب کریم ﷺ نے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا مجھے ایک غم ہے کہ یہاں جب بھی آپ ﷺ کے دیدار کی خواہش ہوتی ہے آپ ﷺ کی زیارت کر لیتا ہوں قیامت میں آپ ﷺ کی زیارت کیسے ہو گی ؟ حضور اکرم ﷺ ابھی خاموش ہیں کہ جبریل آ گئے اور وحی سنائی **من یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ من النبیین والصدیقین والشہداء الصالحین**

کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے میں قیامت والے دن وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر نے انعام کیا - یعنی انبیاء صدیقین

شہداء اور صالحین دوسری حدیث بخاری میں ہے جو پہلے گزر چکی ہے کہ ایک صحابی نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی آپ ﷺ نے فرمایا نے قیامت کے لئے تیاری کیا کی ہے اس نے عرض کیا میں نے قیامت کے لئے زیادہ نمازوں روزوں اور صدقات کے ذریعے تیاری نہیں کی بس اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں ۔ تو اس کے جواب میں محبو کریم ﷺ نے فرمایا **انت مع من احببت** تو اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا... اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص محبوب ﷺ سے محبت کرتا ہے وہ روز قیامت آپ کے ساتھ ہو گا۔

حصول جنت کا ذریعہ

روی امراۃ مبسرفه علی نفسها رئیت بغد موتها فقیل لها ما فعل اللّٰه بک قالت غفرلی قیل بماذا قال بمجتی لنبی ﷺ و نودیت ان من اشتمی النظر الی حبیبنا نستحی ان نزله بعنا بنا

ترجمہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک گنہگار عورت کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس سے پوچھا گیا اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا مجھے بخش دیا کہا گیا کس وجہ سے ؟ اس نے کہا سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کی وجہ سے اور ندا دی گئی کہ جو شخص خواہش رکھتا ہے کہ ہمارے محبوب کو دیکھے (محبت رکھتا ہے) ہمیں شرم آتی ہے کہ اسے عذاب دے کر ذلیل کیسے کریں ؟

الھم نور قلبی بنور معرفتک یا عزیز یا غفار یا رب العالمین

لهم نور قلبی بنور عشقک و عشق حبیبک الکریم ﷺ

آمین بطفیل زلف محبوب کریم ﷺ

محبوبِ زمان

مجھے اپنی پستی کی شرم ہے تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دِل کو میں کیا کروں، اسے پھر بھی شوقِ وصال ہے
حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک یا حبیب اللہ

میرا درد بھی تو درمان بھی تو میرا عشق بھی تو ارمان بھی تو
میرا ساز بھی تو سامان بھی تو میرا دامن بھی تو اور دامان بھی تو
صلی اللہ علیک یارسول صلی اللہ علیک یارسول اللہ

میرا یار بھی تو غم خوار بھی تو میری ہستی اور حصار بھی تو
میرا علم بھی تو عرفان بھی تو میری جان بھی تو، پہچان بھی تو
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

میری آن بھی تو اور بان بھی تو میرا مان بھی تو اور تان بھی تو
میرا کار بھی تو بیوپار بھی تو اظہار بھی تو پرچار بھی تو
صلی اللہ علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک یارسول

میری دولت تو میری دلالت تو صولت اور اصالت تو
ہر دھان بھی تو ایمان بھی تو دیوان بھی تو سلطان بھی تو
صلی اللہ علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ

آئین بھی تو ایوان بھی تو ارکان بھی تو اعلان بھی تو
میرا راج بھی تو مہاراج بھی تو میرا تخت بھی تو اور تاج بھی تو
صلی اللہ علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک یارسول اللہ

میرا دار بھی تو مدار بھی تو سرکار بھی تو دربار بھی تو
میرا پاس بھی تو انفاس بھی تو آس بھی تو راس بھی تو
صلی اللہ علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ

میرا قیاس بھی تو مقیاس بھی تو بو باس بھی تو بن باس بھی تو
میری ذات بھی تو اوقات بھی تو حاجات بھی تو برکات بھی تو
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ
میری دار بھی تو فریاد بھی تو ناد بھی تو اور صاد بھی تو
اوسب کچھ تو ہی تو اور بس تو ہی تو
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ
منزل ملی مراد ملی مدعا ملا
سب کچھ مجھے ملا جو تیرا نقشِ پا ملا
اس لیئے کہ!
یہ زمین و زماں تمہارے لیئے مکین و مکاں تمہارے لیے
یہ چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
دھن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھیں بھی وہاں تمہارے لیے
فرشتے خدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لیے
اصالت کل امامت کل سیادت کل امارت کل
حکومت کل ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لیے
تمہاری چمک تمہاری دمک تمہاری جھلک تمہاری مہک
زمین و فلک سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لیے
وہ کنز نہاں یہ نور فشاں وہ کن سے عیاں یہ بزم فکاں
یہ ہرتن و جاں یہ باغ جناں یہ سارا سماں تمہارے لیے
ظہور نہاں قیام جہاں رکوع مہاں سجود شہاں

نیازیں یہاں نمازیں وہاں یہ کس کے لیے ہاں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر یہ شام و سحر یہ برگ و شجر یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر یہ تاج و کمر یہ حکم رواں تمہارے لیے
یہ فیض دیئے وہ جود کیے کہ نام لیے زمانہ جیے
جہاں نے لیے تمہارے دیئے یہ اکر میاں تمہارے لیے
سحاب کرم روانہ کئے کہ آب نعم زمانہ پیئے
جو رکھتے تھے ہم وہ چاک سیئے یہ ستر بداں تمہارے لئے
نہ جن و بشر کہ آٹھ پہر ملائکہ در پہ بستہ کمر
نہ جبہہ و سر کہ قلب و جگر ہیں سجدہ کناں تمہارے لئے
نہ روح امین نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لیے
جناں میں چمن چمن میں سمن سمن میں پھبن پھبن میں دولہن
سزائے محن پہ ایسے منن یہ امن واماں تمہارے لیئے
یہ طور کجا سپہر تو کیا کہ عرش علا بھی دور رہا
جہت سے ورا وصال ملا یہ رفعت شاں تمہارے لیے
یہ مرحمتیں کہ کچی متیں نچھوڑیں لیں نہ اپنی گتیں
قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جناں تمہارے لیے
فنا بدرت بقا ببرت زہر دو جہت بگرد سرت
ہے مرکزیت تمہاری صفت کہ دونوں کماں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثنا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لیے

اور

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انھیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

سچ تو یہ ہے کہ!

سر سے لیکر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

اے میرے محبوب

تم جس کو دیکھ لو وہ نہ پہلو میں پائے دل
تم سا جو دلربا ہو تو کیونکر بچائے دل
عزیز آشنا سب سے بیزار ہو کر
چلا ہوں میں کس کا طلب گار ہو کر
سب دولت کونین جو دی عشق کے بدلے
اس بھاؤ یہ سودا مجھے سستا نظر آیا

تو وہ

محبوب ہے جس کو بنا کر خود خدا کہہ دے
کہ اب تجھ سا حسیں دنیا میں پیدا ہو نہیں سکتا

رات تنہائی میں سحری کے وقت میرے کانوں میں ایک حسیں سریلی مگر پر درد عاشقانہ آواز گونجی غور سے دیکھا تو عاشقوں کے امام بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ جو مجھے فرمایا رہے تھے میرا بھی امت محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام دے دینا کہ میرے بھی محبوب و مطلوب و مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

محبوبِ بابا فرید رحمتہ اللہ علیہ

میڈا عشق وی توں میڈا یار وی توں
میڈا دین وی توں ایمان وی توں
میڈا جسم وی توں میڈا روح وی توں
میڈا قلب وی توں جند جان وی توں
میڈا کعبہ قبلہ مسجد منبر
مصحف تے قرآن وی توں
میڈے فرض فریضے حج زکواتاں
صوم صلوۃ آذان وی توں
میڈی زہد عبادت طاعت تقویٰ
علم وی توں عرفان وی توں
میڈا ذکر وی توں میڈا فکر وی توں
میڈا ذوق وی توں وجدان وی توں
میڈا سانول مٹھڑا شام سلونا
من موہن جاناں وی توں
میڈا مرشد ہادی پیر طریقت
شیخ حقائق دان وی توں
میڈا آس امید تے کھٹیا وٹیا
تکیہ مان تے تران وی توں
میڈا دھرم وی توں میڈا بھرم وی توں
میڈا شرم وی تون میڈی شان وی توں
میڈا دکھ سکھ رو ون کھلن وی توں

میڈا دردوی توں درمان وی توں
میڈا خوشیاں دا اسباب وی توں
میڈے سولاں داسامان وی توں
میڈا حسن تے بھاگ سہاگ وی توں
میڈا بخت تے نام نشان وی توں
میڈے ٹھنڈڑے ساہ تے مونجھ موںجھاری
ہنجوں دے طوفان وی توں
میڈے تلک تلوے سیندھاں مانگاں
ناز نہورے تان وی توں
میڈی مہندی کجل مساگ وی توں
میڈی سرخی بیڑا پان وی توں
میڈی وحشت جوش جنوں وی توں
میڈا گریہ آہ فغاں وی توں
میڈا شعر عروض قوافی توں
میڈا بحروی توں آوزان وی توں
میڈا اول آخر اندر باہر
ظاہر تے پنہاں وی توں
میڈا فرداتے دیروز وی توں
الیوم وی توں آلان وی توں
میڈا بادل برکھا کھمنیاں گا جاں
بارش تے باراں وی توں
میڈا ملک ملیر تے مارو تھلڑے

روہی چولستان وی توں
جے یار فرید قبول کرے
سرکار وی سلطان وی توں
نہ تاں کہتر کمتر احقر ادنیٰ
لاشے لا امکان وی توں

آپ سے بھی گزارش ہے

مذہب عشق اختیار کرو
اپنے دامن کو تار تار کرو

میں نے

تو پی ہے جام سے ساقی
میرا رندوں میں تم شمار کرو

الٰہی شکر ہے تیرا

گلزارِ محبت کی فضا میرے لیے ہے
بس خوب یہی آب و ہوا میرے لیے ہے
زاہد کی قسمت میں کہاں ایسی عبادت
یہ سجدہ نقشِ کفِ پا میرے لیے ہے
میں عشق کے کوچے سے کہیں جا نہیں سکتا
اِک مرشدِ کامل کی دعا میرے لیے ہے

کتاب بہانہ ربط محبوب ہے

خوبانِ جہاں کی ہے تیرے حسن سے خوبی
تو خوب نہ ہوتا تو کوئی خوب نہ ہوتا
اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے
اس کا بندہ ہوں جو بندوں کو خدا دیتا ہے

حبیبی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپ میری آبرو ہیں
میری پہچان
میرا وقار
میرا دبدبہ
میرا رعب
میری چھب
میری پت
میری آن
آپ کے ذکر سے قائم ہے آپ میرے ایمان کی جان ہیں
میرا نظریہ
میرا عقیدہ
میرا دین
میرا یقین
آپ ہیں صرف آپ

میں کر رہا ہوں آپ سے تصور میں گفتگو
دنیا سمجھے گی دیوانہ ہو گیا!

راہ گم کردہ مسافر کے نگہبان آپ ہیں
افقِ جاں پہ مثال مہ تاباں آپ ہیں
آپ جو میرے ہیں تو میں بے سرو ساماں ہی بھلا
لللہ الحمد کہ میرا سرو ساماں آپ ہیں
مجھ کو کیا علم کہ کس طرح بدلتی ہیں رتیں
جب مرے دستِ خزاں پر بھی گل افشاں آپ ہیں
اس خدا سے مجھے کیسے ہو مجال انکار
جس کے شہ پارہ تخلیق کا عنوان آپ ہیں
یہ بتانے کو کہ باوزن ہے انسان کی ذات
دستِ یزداں نے جو بخشی ہے وہ میزان آپ ہیں
آپ کا کردار ہے احکام خدا کی تائید
چلتا پھرتا نظر آتا ہوا قرآن آپ ہیں
میرے نقاد کو شاید ابھی معلوم نہیں
میرا ایمان ہے مکمل میرا ایمان آپ ہیں
جنگ و جدل میں امن کا پرچم ہے آپ کی ذات
زخم جگر کے واسطے مرہم ہے آپ کی ذات
آپ کی تجلیات سے عالم ہے مسیر
مہر منیر نور مجسم ہے آپ کی ذات
آپ کا کرم ہے اپنے پرائے کے واسطے
خیر الوریٰ و رحمت عالم ہے آپ کی ذات
کیونکر نہ ہو وہ شخص زمانے کا رہنما
جس کی نظر کے سامنے ہر دم ہے آپ کی ذات

علامہ اقبال مرحوم نے بھی کیا خوب کہا

شوق اگر ترا نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب
کیونکر نہ ہو وہ شخص زمانے کا رہنما
جس کی نظر سامنے کے ہر دم ہے آپ کی ذات
مہکا ہے آپ کے فیض سے گلشن کا پھول پھول
سامان خوشگواری موسم ہے آپ کی ذات
آباد آپ کے واسطے مکہ کیا گیا
وجہ ظہور چشمہ زم زم ہے آپ کی ذات
رہتا ہے اس خیال سے زماں مطمئن
اک مغفرت کے واسطے کیا کم ہے آپ کی ذات
ڈر تھا کہ عِصیان کی سزا اب ہو گی یا روز جزا
دی ان کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی ﷺ
رضا پُل سے اَب وَجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلّم صدائے محمد ﷺ
میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے
محشر میں ہمیں بچانا آبِ کوثر بھی پلانا

چہرۂ والضحیٰ دکھانا امتی کہہ کے بلانا
بے عمل ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے
میری جھولی میں اشکوں کی سوغات ہے
غفلتوں میں کٹی ہے میری زندگی
آبرو اَب لاج والے تیرے ہاتھ ہے
اگر آپ نہ سنیں گے تو میری کون سنے گا
کرم آپ نہیں کریں گے تو کون کرے گا

آپ کے دینِ رحمت کا سایہ جنت کی ٹھنڈی چھاؤں سے بھی گھنا اور مسرور کن ہے آپ میری آرزو اور یہی دل کی معصوم سی آرزو ہے کتنی خوشگوار آرزو ہے آپ ہی میرا خواب ہیں اور اس حسین خواب کی تعبیر بھی آپ

میرا نغمہ

میرا ساز

میری آواز سب کچھ آپ ہیں

میں نے یہ چند الفاظ سیدھے کیئے ہیں یہ بڑی عزت کی بات ہے کہ مجھ جیسا حقیر کم علم اور بے قرینہ شخص بھی آپ کی بارگاہ میں تحفہ بھیج سکتا ہے یہ میرے لیے

بہت بڑا منصب ہے

یہ دولت

یہ وجاہت

یہ سطوت

یہ حوصلہ

یہ ولولہ

یہ طنطنہ

یہ نور

یہ عزاز

آپ کے علاوہ کوئی اور نہ دے سکتا تھا

یہ اعزاز میرا عرفان گیان اور وجدان ہے

آپ میرے محبوب ہیں میرے پیارے محبوب ﷺ

ایسے محبوب کہ آپ پر میرے ماں باپ بھی قربان

میرے بہن بھائی اور میرا سارا اثاثہ آپ پر صدقے

آپ مالک ہیں باقی سب غلام سرتاپا غلام جسم و روح کا چلن

صحیح چلن ہے ہی آپ کی غلامی میں صرف آپ کی غلامی میں

آپ تو اس وقت بھی غلاموں کے دکھڑے سنتے ہیں

جب ہر کوئی انھیں دھتکار دے

اپنا دکھڑا سنانے کے لیے آپ کے حقیر غلام نے اس کتاب کو وسیلہ بنایا ہے

؎ شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

اور

بس اس بات پہ رکھتا ہوں بخشش کی امید
مجھے زمانے کی گردشوں سے تیری نگاہیں بچاری ہیں
جونہی کسی غم نے سر اٹھایا مسکرایا خیال تیرا

اور

محبوب کے ذکر کی محفل سجا کے بیٹھ گئے
غمِ جہاں نے جب بھی ہمیں اشکبار کیا

آقا

مشکل جو سر پہ آ پڑی تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام تجھ پہ درود و سلام

یا رحیم یا کریم

الٰہی زباں تابود در دہاں جائے گیر
ثنائے محمد ﷺ بود دلپذیر

آمین

بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسٓ ﷺ

امیدوارِ شفاعتِ محبوب کریم ﷺ
ناخیر محمد زمان چشتی سیالوی

پیام زماں

ہمیں چاہیئے کہ ہم دکھی انسانیت کی خدمت کریں دکھی لوگوں کے دکھ بانٹ کر انھیں خوشیاں دیں کسی کے دکھ درد بانٹنے یا دور کرنے سے رب کریم ہمیں بھی دکھوں سے نجات دے گا محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راضی ہونگے

کسی روتی ہوئی آنکھ کو مسکرانا سکھانا بہت بڑی نیکی ہے نفرت کے پودے کو جڑ سے کاٹ کر وہاں محبت خلوص کا پودا لگانا اور پھر اسے اپنے پیار کا پانی دینا ہی دکھی انسانیت کی خدمت ہے آپ دیکھیں گے جہاں آپ نے نفرت کا پودا ضائع کر کے محبت کا بیج بویا تھا وہاں لاتعداد پھل پھول آ جائیں گے بس یہی آپ کی محبت کا ثمر ہے اور یہ صرف اور صرف آپ کا اپنا ہے

ہم نے خیرات میں یہ پھول نہیں پائے ہیں
خونِ دل صرف کیا ہے تو بہار آئی ہے

پلیز

بڑھا سکو تو بڑھاؤ وقارِ انسانی
گر ہو سکے تو شکستہ دلوں سے پیار کرو
ڈھاپنے نفرتوں کے برہنہ وجود کو
ایسی بھی کوئی پیار کی چادر تلاش کر

اس لئیے کہ!

رکھتے ہیں جو لوگ اوروں کے لئے پیار کا جذبہ
وہ لوگ ٹوٹ کر کبھی بکھرا نہیں کرتے

بزمِ عشاق کا پیغام دنیا کے تمام والدین کے نام

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات و ممنوعات کے بارے میں بتا دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور ناپسندہ کاموں کے بارے میں بتا دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو محبوب کریم ﷺ کی تعلیمات کے عین مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند بنا دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو نیکی و بدی میں فرق سے آگاہ کر دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو حلال روزی کے فوائد اور حرام کمائی کے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو ناانصافی' دوسروں کی حق تلفی' دوسروں کے مال پر نگاہ رکھنے' دوسروں کی تذلیل کرنے اور دوسروں پر ظلم و جبر کرنے جیسے گناہوں سے باز رہنے کے لئے تیار کر دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو نفسانی خواہشوں' عریانی فحاشی اور بے حیائی جیسی لعنتوں کے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو آخرت کی ابدی نعمتوں کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو جہنم کے دردناک عذاب سے بچنے کے گر سکھا دیئے ہیں؟

○ اگر آپ نے ان تک اب باتوں سے غفلت کی ہے تو فوراً یہ تمام تعلیمات اپنے بچوں تک پہنچائیں' اپنی ذمہ داری نبھائیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل

کرنے کے لئے دنیوی معاشرہ سنوارنے میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنی اور اپنے بچوں کی آخرت کو سنواریں

خوشخبری

آج امتِ مسلمہ جس ہمہ گیر زوال و انحطاط اور مایوسی، بے یقین کا شکار ہے اس کا بڑا سبب نظامِ تعلیم ہے ہم نے فقط مغربی تہذیب و تعلیم کو اپنی کامیابی کا راستہ سمجھ لیا ہے اور دین اسلام اور عربی سے مطلقاً دوری اختیار کی جا رہی ہے اگر ان ناگفتہ بہ حالات پر قابو پا کر نظامِ تعلیم کو درست نہ کیا گیا تو قرآن کریم جیسی آفاقی اور ہمہ جہتی کتاب سے تعلق ٹوٹ جائے گا

خاص طور پر بچیوں کی دینی تعلیم کا مسئلہ ہے سکول و کالج کی سہولت تو ہر جگہ میسر ہے اور ہم اپنی بچیوں کو سکول و کالج بھیج رہے ہیں جہاں سے انھیں دین اسلام سے دور مغربی تہذیب کا راستہ ملتا ہے قلیل گھرانے کی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کے گھریلوں ماحول میں مذہب کا رنگ ہوتا ہے اسلامی قدروں کو پہچانتی ہیں اکثریت اسلامی اصولوں سے ناواقف کی ہوتی ہے۔

ان حالات میں محترم المقام حضرت علامہ مولانا حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی فاضل علوم عربیہ نے تعلیمی دنیا میں انقلاب بپا کرنے کے لئے ادارہ نجم الھدیٰ للبنین والبنات) کی بنیاد ڈالی جس میں علمی، فکری، مذہبی، عملی اور روحانی تربیت کا کام شروع کر دیا ہے مندرجہ ذیل شعبوں میں برائے طلباء و طالبات داخلہ جاری ہے حفظ و ناظرہ قرأت و تجوید اور درسِ نظامی حدیث پاک ترجمہ و تفسیر القرآن سکول و کالج عربی کورسز

امتیازی خصوصیات!

تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء و طالبات کو نماز پنجگانہ محفل ذکر و فکر درود شریف' اخلاقی و روحانی تربیت دی جاتی ہے

احباب اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں بچیوں کو ادارہ نجم الھدیٰ میں داخل کروائیں۔ تاکہ آپ کے بچے تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہو سکیں نیز یہاں پر ہر قسم کی بیماری و ہر کام' آسیب جادو ٹونہ' اولاد کا نہ ہونا ہر الجھن' پریشانی کا علاج طب نبوی ﷺ اور قرآنی تعلیمات و تعویزات سے مفت فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے

○ ادارہ ہذا میں بروز سوموار بعد از نماز عشاء ہفتہ وار درود پاک کی عظیم محفل ہوتی ہے شرکت فرما کر دلوں کو سکوں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

عاشق حسین تبسم

ناظم شعبہ نشر و اشاعت

بزم عشاق فیصل آباد

حسن ترتیب

حسن ترتیب

حسن ترتیب

حسن ترتیب

حسن ترتیب

حسنِ ترتیب

حسن ترتیب

نبی کے عشق میں سرشار جو بشر دیکھا
وہ بارگاہِ نبوت میں معتبر دیکھا

بسے ہوئے ہیں تصور میں تو شہِ عالم
نظر جدھر بھی اُٹھائی اُن کا جلوہ دیکھا

سنہ ۱۴۱۰ ہجری، فروری ۱۹۹۰ء

محمد ولی جیلانی

خطاط: احمد علی بھٹہ
فیصل آباد پاکستان

یوں عشقِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہمدم ساز ہوا ہے
لگتا ہے کہ اب عمر کا آغاز ہوا ہے

عاشقوں صادقوں کے لیے

چیف آرگنائزر **بزمِ عشاق** حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم۔ اے اسلامیات)

کی جانب سے عظیم تحائف

اسمائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
عطائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
عشق حقیقت
پیغامِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
حسنِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
عکسِ محبوب
تعظیم و توقیرِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم
ذوقِ زماں

منجانب: **بزمِ عشاق** ادارہ نجم الہدیٰ، جامع مسجد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پٹھان والا جھنگ روڈ، فیصل آباد
PH: 659456